بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شوئنگ فلور نے یہ ناول (کھڑکی راہِ چاہت کی) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (کھڑکی راہِ چاہت کی) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

"مارچ کے ابتدائی دن چل رہے تھے۔ پشاور کی دلکش وادیاں سبزے سے بھری پڑی تھیں ہوا سے سبزہ لہرا رہا تھا اور حسین منظر کی جھلک دے رہا تھے ایسے میں ہی ایک صبح کا سورج بھرپور روشنی سے مزین کرنوں کے ساتھ طلوع ہوا پشاور کو اپنی چندھیا دینے والی شعاؤں کی لپیٹ میں لیا، چلتا ہوا ایک جھونپڑی کے پاس آ ٹھہرا اور صبح کا پیغام دیا، یہ جھونپڑی اس علاقے میں پائی جانے والی واحد جھونپڑی تھی دور دور تک کوئی پاس نہ رہتا تھا، اور کئی سالوں سے ان پہاڑیوں میں گونجتا وہ شور جو روز صبح سنائی دیتا آج پھر جاری تھا، پھول، درخت، پرندے، بادل اور وادی آج صبح پھر سے معصوم بزگل کی تقدیر پہ غمزدہ تھے۔۔۔۔۔"آغا جانا بس ایک دفعہ جانے دو۔۔۔۔ام محرما جان کی قسم کھاتے ہیں پھر کبھی نہیں جائے گا، کبھی نہیں کہیں گے ام کو گھر کے باہر کا علاقہ دیکھنا،" وہ بھل بھل آنسو گراتی آغا جان کے آگے ہاتھ جوڑے عرض کر رہی تھی، اور یہ التجا پہلی بار ہر گز نہیں تھی وہ بچپن سے بس ایک ہی فرمائش کرتی۔ اسے گھر سے باہر کا علاقہ دیکھنا، سامنے والا پہاڑ دیکھنا، وہ پاکستان کے حسین شہر پشاور میں رہتے ہوئے بھی اس کے خوبصورت نظارے، حسین وادیوں کی رعنائی سے ناواقف تھی کیونکہ اسے گھر سے نکلنے کی قطعاً اجازت نہیں تھی اور اگر گھر سے باہر قدم

رکھا بھی تو گاڑی میں جو سیاہ شیشوں والی ہوتی اور پھر ایک بند جھونپڑی میں چھوڑ آتی جسے محرما جان کا گھر کہا جاتا۔۔۔

"تم کو کتنی بار کہا ہے بَزگل اپنی اس بے وجہ کی ضد کو پھینک دو تم کو بات سمجھ کیوں نہیں آتا، ہم نرمی سے بات کرتے ہیں تم سے اس لیے تم بگڑتا جا رہا ہے، آج کے بعد اگر ہم نے تمھارے منہ سے وادی کی سیر کا سنا تو بہت برا پیش آئے گا" بے رحم انسان اپنی ازلی عادت اور بات کرنے کا طریقہ اپنائے معصوم بَزگل پر چلایا اور ہمیشہ کی طرح خوف سے بَزگل، محرما جان کی آغوش میں چھپ گئی "ام اس کو سمجھاتا ہے آغا لالا آپ جاؤ، آپ کو دیر ہو رہا ہے، ام کرتا ہے گل سے بات" محرما جان نے بزگل کے بال سہلاتے آغا کا غصہ کم کرنا چاہا "اس کو سمجھا دو محرما جان اب یہ بچہ نہیں رہا، ام کو سو کام ہیں، فارغ نہیں ہے سیر سپاٹے کے لیے، ہزار دشمن ہے امارا" غصے سے سرخ ہوتے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے آغا داور خان دانت پیس کے بولا تھا، محرما جان بزگل کو لے کر کمرے میں چلی آئیں جبکہ "اوئے شمون خان گاڑی نکال دیر ہو رہا ام کو، سحر وختی دے رالا ماز غو خراب کڑل (صبح صبح دماغ خراب کر دیا)" داور خان باقی کا غصہ اپنے پرسنل سیکرٹری+ڈرائیور پہ نکالنے لگا اور دوسری طرف "کیوں کرتا ہے لالا سے ایک ہی ضد تم جاناں، تم کو کتنی بار کہا ہے نہ کیا کر یہ بات، بھول جا اپنا یہ خواہیش، تم کبھی بھی باہر

عام لوگوں کی طرح گھوم پھر نہیں سکتا گل جاناں" بزگل کا سر محرما جان کی گود میں تھا اور وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی گویا ہوئیں "کیوں محرما جاناں کیوں؟" بزگل نے ان کی گود سے سر نکال کر بیٹھ گئی تھی اس کی نیلی آنکھوں سے آنسو گلابی گال پر بہہ رہے تھے آواز بھی رندھی ہوئی تھی پشاور کی دلکش و حسین پٹھان گڑیا ٹوٹے بکھرے حلیے میں تھی "کیوں ام نہیں جا سکتا محرما جانا، امارا سانس بند ہوتا ہے اس جھونپڑی میں، ام کو ماں جان شدت سے یاد آتا ہے، ام ان کی قبر پر جانا چاہتا آغا جاناں کی شکایتیں لگانا چاہتا ہے جن کو اماری پرواہ نہیں، ام کو بھی دنیا دیکھنی ہے لوگ دیکھنے ہیں محرما جان، ام مر جائے گا اس قید میں بابا کو ام پہ رحم کیوں نہیں آتا محرما جان کیوں وہ اتنا خطرناک ہیں ،ام کو لگتا ہے ام نے ان کے ہاتھوں سے کسی دن مر جانا ہے، ام تو اس قید میں بھی آزاد گھوم نہیں سکتا، آخر کیوں محرما جاناں کیوں۔۔؟" بزگل اب تو ہچکیاں لے کر رونا شروع ہو چکی تھی، ہمیشہ کی طرح محرما جان کو اس کی حالت پہ ترس آرہا تھا انکی آنکھوں میں بھی نمی تیر رہی تھی انہوں نے بڑھ کے اسے گلے لگایا "نہ میرا جان رو نہیں ام سے نہیں دیکھا جاتا تمھارا رونا، کبھی بھی مرنے کی بات نہ کرنا گل، امارا بھی تو تمھارے سوا کوئی نہیں، اب نہ ایسی بات کرنا اور نہ ہی لالا جان سے ضد کرنا ام کو بھی علم ہے وہ ایسا ہی کرے گا، تم چھوڑ دو سب بس امارے ساتھ بہت باتیں کیا کرو اور اور ام تم کو کھڑکی

کے پاس جانے دیتا ہے نالالا کو کبھی نہیں پتا چلا اور نہ ہی چلے گا تم سارا دن وہاں کھڑے ہو کر پہاڑ، وادی، جھیل سب دیکھتا تو ہے ام نے کبھی منع نہیں کیا لیکن یہ ضد چھوڑ دو جاناں، اپنی ماں کے لیے دعا کیا کرو بس میری جان اب چپ ہو جاؤ چلو اٹھو منہ دھو لو اور ناشتہ کرتا ہے ام دونوں مل کے" محرما جان نے اس کے چہرے سے آنسو صاف کیے اور باتھ روم کی طرف بھیجا۔۔۔۔۔۔

اوئے میرے 65 کی فلموں کے ہیرو شکل تو خیر پہلے بھی کچھ خاص نہیں پر مزید کیوں بگاڑ کے بیٹھے ہو" ثمن لاؤنج میں بیٹھے کیپٹن سیال حیدر کے پاس اسکے شانے پہ ایک دھپ رسید کرتے ہوئے بیٹھی" تنگ نہیں کرو ثمن" کیپٹن بیزاری سے بولا تھا جو ثمن کو پسند نہیں آیا تھا" زرا میں اپنا یہ سیب ختم کرلوں پھر تمھیں بتاتی ہوں تنگ کرنا کسے کہتے ہیں" ثمن نے سیب کا ایک بڑا سا بائٹ دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ جھاڑتی ایک ٹانگ صوفے پہ رکھی دوسری لٹکاتے ہوئے ایک اور تھپڑ کیپٹن سیال حیدر کی کمر پہ جڑ دیا" اب منہ سے پھوٹ بھی دو کیا مصیبت پڑ گئی جو فیوز ہوئے پڑے ہو"، ثمن تھوڑی سنجیدگی ظاہر کرتے گویا ہوئی تھی۔۔۔" یار نہ کرو ثمن" کیپٹن سیال حیدر نے چڑتے ہوئے کہا" کیا بات ہے سیال کیوں اتنے چڑ رہے ہو" ثمن نے پیار بھرے لہجے میں اپنے بھائی کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تو سیال نے اعصاب ڈھیلے کیے"

ثمن میں نے تمھیں بتایا تھا نانیکسٹ میشن کے بارے میں جو کہ پشاور میں ہے ڈر گز پہ "سیال نے آہستہ سے بتانا شروع کیا" ہاں تو" ثمن تھوڑا سکون سے مگر اونچی آواز میں بولی تو سیال نے اسے سختی سے گھورا تھا" آہستہ بولو ماما کی سپائے سن لے گی" سیال نے اس کے سر پہ ایک چپت لگائی تو ثمن نے معصومیت سے پلکیں جھپکیں" سپائے کی ٹینشن نہ لو اس کا منہ میں بند کر لوں گی اب مہربانی کر کے اپنا یہ منہ کھولو کچھ سہی سے بتا دو میرے میٹر گھومنے سے پہلے" ثمن نے اپنے شانوں تک آتے سیاہ چمکیلے بالوں کو پیچھے جھٹکا اور آرام دہ ہو کر بیٹھ گئی" ثمن ابھی کرنل سلمان کا فون آیا ہے مجھے اس مشن سے نکال دیا گیا ہے" سیال نے منہ پہ ہاتھ پھیرتے کہا اور بس ثمن کے دماغ کی سوئی 3 سے 12 تک ایک ہی دم گھوم گئی اس نے کھڑے ہوتے غصے سے صوفے کو ٹانگ مار دی" یہ کیا بات ہوئی بھلا پہلے مشن میں رکھا اور اب نکال دیا، مزاق نہیں ہے یہ کہ پہلے امید باندھو پھر ساری پہ چٹکی میں پانی پھیر دو" ثمن غصے میں لاؤنج کے تیز تیز چکر لگاتے سیال پہ چیخ رہی تھی" ثمن کول ڈاؤن یار ہوتا رہتا ہے تم۔۔۔" سیال بات کرتے رک گیا کیونکہ اسکا موبائل بیپ کر رہا تھا اس نے جب دیکھا تو سامنے میجر احکم کالنگ چمک رہا تھا" ثمن پلیز اب خاموش میجر احکم کی کال ہے" سیال نے ثمن کو تنبیہ کرتے کہا مگر ثمن آگے بڑھی اور موبائل سیال کے ہاتھ سے جھپٹ کر کال اٹینڈ کی اور فون

کان سے لگایا" کیپٹن سیال حیدر آپ کو کر۔۔" میجر احکم کی بات کاٹتے ہوئے ثمن سخت غصے میں بولی تھی "آپ میجر احکم مراد ہیں نا" جی، لیکن آپ کون "میری چھوڑیں آپ وہی کرنل سلمان کے بھانجے ہیں نا جن کے ساتھ کیپٹن سیال حیدر نے لاسٹ ٹائم مشن کیا تھا" میں تو وہی ہوں محترمہ آپ کون ہیں اور کیپٹن سیال سے بات کروائیں "کوفت زدہ لہجے میں جواب دیا گیا، سیال بیچارا ثمن سے موبائل لینے کا ہر طریقہ آزما رہا تھا مگر وہ ثمن کہاں جو ایک بار ٹھان لے اس سے ہٹ جائے سیال چپ کر کے صوفے پر سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اب ثمن جو بھی کرے گی اسے کر کے ہی دم لے گی "نا آپ خود کو سمجھتے کیا ہو، ہیں بتائیں نا مجھے زرا مانا کہ سیال نے پچھلے مشن میں غلطیاں کی لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ اسے نیکسٹ مشن میں سلیکٹ کر کے نکال دیا" ثمن کا غصہ 1 فیصد بھی کم نہیں تھا ہو رہا" محترمہ آپ میرا۔۔۔ "آپکو ہی خار تھی سیال سے اب بھی مجھے یقین ہے آپ ہی نے کرنل سے اسے ریجیکٹ کروایا ہے، دیکھا دیا نا آپ نے اپنا ظرف اب دیکھیے میں کیا کرتی ہوں اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی آرمی کی، سارے خود کو مائیکل جیکسن سمجھتے ہیں سن لیں کان کھول کے میری بات میرا بھائی بھی کیپٹن سیال حیدر ہے اس مشن میں تو وہ ورک ضرور کرے گا ابھی آپ ثمن حیدر کو جانتے نہیں ہیں سب کو تگنی کا ناچ نچا ڈالوں گی اگر

میرے بھائی کو مشن میں سلیکٹ نہ کیااور یہ بھی کہ "کال ڈسکنیکٹ ہو گئی، میجر احکم نے فون کو دیکھااور ایک سانس خارج کیا" عجیب بد دماغ لڑکی ہے "کہتے روم کو لاک لگاتا آگے بڑھ گیا۔۔ جبکہ دوسری طرف "یہ لو فون اب دیکھنا تم کیسے نہیں رکھتے" ثمن نے موبائل سیال کی گود میں پھینکااور خود بھی گرنے والے انداز میں بیٹھی "کیا خیال ہے تمھارا ثمن اب مجھے مشن لسٹ میں اگین رکھا جائے گا" سیال نے ہاتھ تھوڑی تلے رکھتے ثمن کی طرف طنزیہ مسکراہٹ سجائے دیکھا تھا" بلکل اب وہ ایسا ہی کریں گے " ثمن نے ایک بار پھر اپنے بالوں کو جھٹکا" تمھاری اطلاع کے لیے میری بے وقوف بہن اب مجھے وہ سلیکٹ نہیں آرمی سے ہی ریجیکٹ کریں گے، ساری کی ساری عزت کا بیڑا غرق کر دیا" سیال دانت پیستے کہتا لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی طرف چلا گیااور ثمن وہیں ساکت سوچ میں غرق بیٹھی تھی۔۔

ام تم کو کہتا ہے شمو نے یہ 3 نمبر اڈے والا ہمارے ہاتھوں مرے گا" داور خان نے شدید اشتعال میں موبائل فون ڈیش بورڈ پر پھینکا جبکہ شمون خان دہل کر رہ گیااور گاڑی کی رفتار کو قدرے آہستہ کیا" ام غدار کو معاف نہیں کرتااور ام کو اس 3 نمبر اڈے سے منافقت کی بو آرہی ہے، ام تم کو بتا رہا ہے ام اسے تہس نہس کر دے گا جس نے آغا داور خان سے غداری کا سوچا بھی تو" اپنی کنپٹی کو ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں

سے مسلتے گرجااور شمون خان نے پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھائی "(پرے کرو، نہیں پیناام کو پانی)" داور خان نے ہاتھ مار کے بوتل گرادی اور سارا پانی شمون خان کو بھگو گیا لیکن وہ بیچارا خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا۔۔۔۔

میجر احکم مراد آپ سے کہا تھا کا آپ اشعر رحمان پر سے 1 سیکنڈ کے لیے بھی نظر نہیں ہٹائیں گے۔۔۔ کیا اس حکم کی تعمیل ہو رہی ہے؟" کرنل سلمان گردیزی نے ایک فائل پر قلم سے کچھ لفظ گھسیٹتے مصروف سے انداز میں کہا جبکہ میجر احکم جو گردن کرسی کی پشت سے لٹکائے آنکھیں موند کرا بھی ہی بیٹھا تھا فوراً سیدھا ہوا، جمائی کو روکا ،ایک گہرا سانس کھینچا مطلب وہ کافی تھکا دکھائی دے رہا تھا" جی سر بلکل ایسا ہی ہو رہا ہے، لیکن آپ مشن کے پلان کے بارے میں کب آگاہی دے رہے ہیں اور ٹیم ممبرز کو پوائنٹ آؤٹ کر رہے۔۔؟" میجر احکم نے پانی گلاس میں انڈیلا اور ایک ہی سانس میں غٹاغٹ پی دیا جس پر کرنل سلمان اسے زبردست گھوری سے نواز رہے تھے جیسے ہی میجر کی نظر کرنل پر پڑی اسکے لب خود ہی مسکرا اٹھے "سوری غلطی ہو گئی، آئیندہ احتیاط کروں گا" میجر احکم مراد نے کانوں کو ہاتھ لگا کر معزرت کی "تم ہمیشہ ایسے ہی کہتے ہو احکم، لیکن بچپن سے لیکر اب تک 1 دن بھی ایسا نہیں ہوا کے تم نے تحمل سے اور 3 سانس میں پانی پیا ہو" کرنل سلمان فائل کو الماری میں رکھ کر بیڈ پر لیٹ گئے"

ماموں بہت بار کوشش کی ہے کیا آپ نہیں جانتے۔۔؟"میجر احکم سنگھار شیشے میں دیکھتے اپنے سیاہ، سلکی اور بہت خوبصورت بالوں کو جو 24 گھنٹے جیل میں لتڑے ہوتے تھے برش کرتے سوالیہ نظروں سے کہہ رہا تھا"تم جاؤ میجر صاحب اب بہت وقت ہو گیا یونٹ سے نکلے آوارہ گردی کرتے ہوئے"کرنل صاحب نے آنکھوں پر بازو رکھا جبکہ میجر صاحب منہ کھولے ان کو دیکھ رہے تھے"منہ کم کھولا کرو احکم 5 بج رہے ہیں جوانوں کے پاس پہنچو اور ہاں جاتے ہوئے اپنی پھوپھو سے ملتے جانا بہت یاد کر رہی تھیں تمھیں"وہ عام سے انداز میں بات کر رہے تھے جبکہ میجر خاموشی سے دکھ بھری نگاہوں سے انکی طرف دیکھ رہا تھا تبھی کرنل سلمان نے بازو آنکھوں پر سے ہٹائے اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور جانچتی نگاہوں سے میجر احکم مراد کو دیکھا"اتنی مظلومیت مت ظاہر کریے میجر صاحب پتا چل گیا مجھے کیوں کھڑے ہو یہاں تو آپکی اطلاع کے لیے صاحبزادے میں نے کیپٹن سیال حیدر کو کال کر دی ہے وہ کل صبح ہیڈ آفس میں حاضر ہو گا،اب آپ تشریف لے کے جا سکتے ہیں کیونکہ ہماری طبعیت بہت ناساز ہے بھانجھے ابھی کچھ بھی بات کرنے سے پرہیز کرنا چاہ رہے ہیں"کرنل صاحب دوبارہ لیٹ گئے جبکہ میجر احکم مراد مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔۔۔۔

مارچ کی خوبصورت ہوا جو پشاور کی پہاڑوں پر چل رہی تھی اس کے سر سے بار بار شال اتارنے کا موجب بن رہی تھی لیکن وہ بھی ڈھیٹ تھی 1 انچ بھی ہلی نہیں اس جگہ سے، ارے کیوں وہ جگہ چھوڑتی 3 سالوں سے عادت جو ہو گئی تھی ہواؤں کو محسوس کرتے وادی کے سبزے اور پھولوں کی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے، ڈھلتی شام کا منظر بڑا سوگوار تھا، اچانک ہی ایک پرندہ آیا اور اس کے پاس کھڑکی میں بیٹھ گیا، اس نے جھیل پر تیرتی بطخوں سے نگاہ ہٹائی اور پرندے کی طرف دیکھا، اسے بہت عجیب لگا، وہ تھوڑا جھکی بازو کھڑکی پر پھیلائے اور سر اُن پر رکھ دیا "تم بھی اداس ہے اماری طرح" وہ جب بولی تو آواز کافی رندھی ہوئی تھی، پرندے نے گردن اس کی جانب گھمائی "تمھارا بھی اماری طرح کوئی نہیں" پرندے نے اسکے ہاتھ پر اپنی چونچ رکھی شاید وہ بھوکا تھا "ام تو اس کا انتظار کر رہا کیا تم بھی کسی کے انتظار میں امارے پاس آئے ہو۔۔؟؟" اس کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے تھے، پرندے نے نا سمجھی سے اسے دیکھا اور پلک جھپکتے اڑ گیا، وہ اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہی ایک بار پھر آنسو اس کے بازوؤں پر گرے تھے، وہ سیدھی ہو کر دوبارہ سامنے دیکھنے لگی لیکن اس بار نگاہ بادلوں کی اوٹ میں چھپتے سورج کے منظر پر تھی اس نے آنکھیں موند لیں تو جھٹ سے اسکا حسین اور وجیہہ چہرہ آنکھوں میں لہرایا اس کی مسکراتی اور گھنبیر آواز کانوں میں سرگوشیاں

کرنے لگی۔۔"ارے ے ے ے تم ابھی کھڑی ہو میں سمجھا چلی گئی ہو گی، پتہ ہے گل میں سارے راستے یہی دعا کرتا آیا دیر سے جا رہا ہوں کہیں تم چلی ہی نہ گئی ہو" وہ ہمیشہ کی طرح آتے ہی شروع ہو گیا تھا لیکن اسکے اترے چہرے کو دیکھا اور ایک ابرو اٹھا کر پوچھا کیا ہوا" جاؤ ام تم سے بات نہیں کرتا، "ارے ے ے تم غصہ ہو گئی یار بتایا تو ہے تمھیں کتنی ٹف ڈیوٹی ہے ہماری، ہم قوم کے محافظ ذمہ داری میں غفلت کریں گے تو کون کرے گا حفاظت تم لوگوں کی" تو کیا پوری قوم کے حفاظت کا ذمہ داری تم پر ہی ہے صرف، جاؤ ام نہیں بات کرتا تم سے، ام جیسے یا انتظار کرتے مر جائے تم کو کیا کیپٹن ۔۔"آنسو تب بھی اس کی آنکھوں سے روانی سے بہنے شروع ہو چکے تھے" کیسی باتیں کرتی ہو گل تم بھی، پاگل اب مرنے کی بات نہ کرنا، دوست ہو تم میری مجھے کیوں فکر نہیں ہو گی تمھاری۔۔۔"وہ تو دو فٹ دور کھڑا تھا ورنہ ضرور بڑھ کے اسکے آنسو صاف کرتا مگر یہ دو فٹ کا فاصلہ وہ کبھی بھی طے نہیں کر سکتا تھا، یہ تو صرف وہی جانتا تھا پشاور کی وادیوں کی ملکہ کے آنسو اسے کتنی عزیت دیتے ہیں "ام بچہ نہیں ہے کیپٹن اب ام دل بہلانے والی باتوں سے نہیں بہل جاتا، جاؤ کیپٹن، بس ام نے سوچ لیا اب ام تم سے طلاق لے گا بس" اس نے آنسو صاف کرتے اور سرخ آنکھو سے اسے غصے میں گھورتے کہا جبکہ وہ اسکی بات پر ساکن منہ کھولے کھڑا تھا، وہ چڑھ گئی تھی اسکے یوں

دیکھنے سے "ایسے کیوں دیکھ رہا ہے ام کو" کیا کہا تم نے طلاق لو گی مجھ سے تم "اس سے اسکی بات ہضم ہی نہیں ہو رہی تھی "ہاں ام کو طلاق دے دو جان چھوٹ جائے گا تمھاری ام پھر نہیں کہے گا ام کو ملنے کیوں نہیں آیا ام نے انتظار کیا وغیرہ" وہ جو ہنسی کو ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو رہا تھا مزید ضبط قائم نہ کر سکا اور اس کے قہقہے وادی میں گونج رہے تھے "اوئے گل یار رررررہاہاہا طلاق ہاہا اچھا بتاؤ تمیھں یہ طلاق کا علم کہاں سے ہوا" اس نے ہنسی کو بامشکل روکا کیونکہ وہ بہت زیادہ غصے ہو گئی تھی "ام کو اور کون بتا سکتا ہے ایک ہی امارا اپنا ہے تمھارے علاوا اس نے بتایا طلاق تب لی جاتی ہے جب دونوں خوش نہ ہوں۔ لڑائی جھگڑا ہو تو بہتر بات یہی ہے کہ دونوں میں سے کوئی طلاق کا سوچے۔۔" اور بس اس کا کہنا تھا وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھے پہاڑی پہ بیٹھتا چلا گیا ایک بار پھر ہنسی کے فوارے پھوٹ رہے تھے "او گل۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہاہا یار کیا چیز ہو تم گل۔۔۔ہاہاہاہا اب تو میں کبھی نہیں چھوڑوں گا یار ہاہاہاہاہا پاگل لڑکی" اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں لیکن آواز آنا بند ہو چکی تھی اور نہ ہی وہ سامنے پہاڑی پر تھا، اس نے فوراً سر کھڑکی سے باہر نکالا اور نیچھے پہاڑی اور کھڑکی کے درمیان دو فٹ چوڑی بنی گہری کھائی میں نظر دوڑائی لیکن وہ کہیں بھی نظر نہیں آیا وہ کھڑکی کے پاس نیچے بیٹھ گئی اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگ گئی "آجاؤ کیپٹن بہت دن ستا لیا ام کو، ام مر جائے گا

تمھارے انتظار میں، یااللہ زمامد دو کے (اے خدا مدد کر)۔۔۔"اسکی سسکیاں اس چھوٹے سے بند سٹور میں گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔۔۔

کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن انگلش میوزک بڑی ہی مدھم آواز میں چل رہا تھا، جو اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ کمرے کا مکین جاگ رہا ہے، کیپٹن سیال حیدر نے ہاتھ بڑھا کے سوئچ بورڈ سے لائٹ کا بٹن دبایا، جیسے ہی روشنی کمرے میں پھیلی کیپٹن نے تاسف سے سر دائیں بائیں گھمایا، محترمہ ثمن حیدر اپنے ازلی طریقے کی طرح بیڈ کے وسط میں لیٹی پڑی تھی، ایک بازو خود کے نیچے ایک بیڈ سے نیچے جھول رہا ایک ٹانگ بائیں جانب اور دوسری گھٹنے سے موڑ کر بائیں جانب رکھی اور اوندھے منہ لیٹی تھی" یا خدا قیامت آگئی ہے کیا کیوں اتنا جھنجھوڑا" ثمن کمر کے بل ہوئی اور انتہائی بلند آواز میں بولی جس سے کیپٹن بیچارے نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس دیں، کیپٹن نے اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑا ابھی کافی سخت گرفت سے تھا اس کا چیخنا تو بنتا تھا لیکن پھر بھی ایک حد ہوتی ہے خیر ہماری ثمن حیدر کے نزدیک سب حدیں بے معنی ہیں" تمیز کب آئے گی تمھیں جنگلی بلی، کانوں کے پردے پھاڑ دیے" کیپٹن بیڈ کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گیا اور کشن کھینچ کے ثمن کو مارا جو دوبارہ اسی حلیے میں لیٹ چکی تھی" سیال نہ کرو یار سر درد کر رہا پہلے ہی" ثمن منہ تکیے میں دیے ہی بولی جبکہ سیال کا غصہ

مزید شدت اختیار کر گیا۔"محترمہ میرے دل میں بہت درد ہو رہا ہے، کیا دل کا درد سر درد سے زیادہ ہے۔۔؟؟"سیال نے سر صوفے کی پشت پہ ٹکایا جبکہ کیپٹن کی بات سنتے ہی ثمن جھٹکے سے اٹھی بیڈ سے چھلانگ لگائی،اس کے پاس جا بیٹھی اور ہاتھ کیپٹن کے دل پہ رکھا"کیا ہوا ہے تمھیں سیال،دل میں درد کیوں ہو رہا۔کب سے ہو رہا ہے، یا آج پہلی دفعہ ہو رہا۔۔؟اس کے چہرے کا رنگ گلابی سے زرد ہو چکا تھا، جتنا مرضی جھگڑ لیں بہن اور بھائی کا پیار انوکھا ہوتا ہے ایک دوسرے کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی عزیت سے دل پھٹنے لگتا، کیپٹن نے اس کی حالت دیکھی تو فوراً پاس سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا"ریلیکس یار، میں تو مزاق کر رہا تھا بس ایسے ہی بات کی اور تم پاگل لڑکی"سیال نے اس کے سر پہ ہلکی سی چپت لگائی جبکہ اسکی کرسٹل بلش گرین آنکھوں سے نمکین مائع بہنا شروع ہو چکا تھا اس نے کیپٹن کے کاندھے پہ سر رکھا، آنکھیں موند لیں اور ایک گہرا سانس لیا"آئیندہ ایسا کبھی مزاق نہ کرنا سیال میری سانسیں تم سے جڑی ہیں، تم تکلیف میں مبتلا ہو تو مجھے سکون نہیں ملتا وہ درد میں خود میں محسوس کرتی ہوں کیپٹن"ثمن نے اپنے چاند جیسے خوبصورت بھائی کی پیشانی چومی اور اٹھ کے میوزک بند کیا"خیر مجھے نہیں تھا پتہ ثمن حیدر اتنی عقلمند ہے"سیال نے شرارت سے کہا جبکہ وہ جو باتھ روم کا رخ کر رہی تھی جھٹکے سے مڑی اسکے سیاہ شولڈر

کٹ بھی ساتھ ہی لہرائے۔۔"کیپٹن یہ بات لکھ کے رکھ لو تم میرے ہاتھوں ہی شہید ہو گے "دانت پیستے ثمن نے انگلی اٹھا کر کہا اور واش روم میں گھس گئی جبکہ وہ بیٹھا مسکراتا رہا، ثمن نے پانی کے چھینٹے منہ پہ مارے اور فوراً باہر آ گئی "اب بولو کس کام سے آئے تھا۔۔"آئینے میں خود کو دیکھتے ثمن نے ایک نظر سیال پر بھی ڈالی جو پھر سے صوفے کی پشت پر سر ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا"اوئے کیپٹن، ایک منٹ ایک منٹ یہ تم جو آنکھیں بند کر کے بار بار محبوبانہ حرکتیں کر رہے ہو نا یہ مجھے شک میں ڈال رہی ہیں، یہ دل میں درد والی بھی بات ملتی ہے شک سے "کیپٹن بولا تو کچھ نئی لیکن آئینے میں نظر آتے اس کے عکس سے ایک ابرو اٹھا کے پوچھا کیسا شک۔۔؟"کیپٹن سیال حیدر کہیں آپ مبتلائے عشق و محبت تو نہیں، میں بتا رہی ہوں ایسا ہوا تو چھوڑوں گی نہیں میں تمھیں۔۔"سیال منہ کھولے اسے دیکھے گیا پھر قہقہہ لگا کے مسکرایا ثمن نے ہیئر برش اسکی طرف پھینکا جسے بروقت کیپٹن نے پکڑ لیا آخر کیپٹن تھا اتنا سا نشانہ ضائع کر دیتا بھلا "پھوٹو بھی منہ سے اب" ثمن دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی لیکن مصرفیت ساتھ ہی تھی اب ثمن صاحبہ ناخن تراشنے لگ گئیں تھیں "ثمن میں تمھیں بہت اہم بات بتانے آیا تھا مہربانی کرو غور سے سنو مزاق کو دور رکھو 5 منٹ کے لیے "کیپٹن زرا سیدھا ہو کے بیٹھا اور کشن بازوؤں کے نیچے گود میں رکھا "ہاں بولو سن رہی ہوں" ثمن

کرنل زعیم شاہ کی کال آئی تھی "ہاں تو۔۔" ثمن وہ کل ہیڈ آفس میں بلا رہے ہیں"
ثمن نے سر اٹھا کے اس کی طرف دیکھا جو چہرے سے بہت زیادہ پریشان دکھائی دے
رہا تھا "تو اس میں پریشانی والی کیا بات ہے کیپٹن" بات یہ ہے ثمن کے وہ ساتھ میں
تمھیں بھی بلا رہے ہیں "اب باری تھی ثمن کے بھی پریشان ہونے کی وہ اچانک اٹھی
اور صوفے پہ آ بیٹھی "وہ کیوں کیپٹن۔ کوئی گڑبڑ ہے کیا" میں نے تمھیں کہا تھا ثمن
میجر احکم سے بدتمیزی مہنگی پڑے گی اب دیکھو" دونوں بہن بھائی مسکین سی شکلیں
بنائے بیٹھے تھے اب "اچھا تو میجر صاحب نے پیشی دلوائی ہے ہماری، کوئی نہیں خیر ہے
کیپٹن تم فکر میں نا گھل مرو ہم صبح جائیں گے اور دیکھنا کیسے چٹکیوں میں نکالتی اس میجر
احکم مراد کی ہوا صبر میرے بھائی گن کے بدلے لیں گے ہم" ثمن نے بالوں کو جھٹکے
سے پیچھے گرایا اور دوبارہ بیڈ پر جا کے بیٹھ گئی اور ناخن تراشنے لگ گئی "اتنا ہلکا مت لو
ثمن، کچھ بھی ہو سکتا ہے مجھ سے تمھاری تذلیل نہیں برداشت ہو گی اور ماما کو کیا کہہ کر
لے جاؤں گا تمھیں" کیپٹن نے اس کے ہاتھ سے ناخن تراش جھپٹ لیا اور سمجھانے
والے انداز میں بات کر رہا تھا تاکہ ثمن اڑیل کچھ مان جائے"

I said don't worry. Take it easy, I can handle, just keep patience and watch ،believe me nothing happens some blander.

ثمن نے بڑی شائستگی سے کیپٹن کو قائل کیا نتیجہ وہ قائل ہو بھی گیا تھا "ٹھیک، تمھاری بات مان لی لیکن ثمن ماما کو کیا کہہ کر لے جاؤں گا تمھیں" سیال نے ایک نیا مسئلہ سامنے کھول کے رکھ دیا ثمن نے تاسف سے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی ماتھے پہ ماری "او میرے بھائی میں کرلاں گی سب تو بس جان دی تیاری کر (او میرے بھائی میں سب کر لوں گی تم بس جانے کی تیاری کرو)" ہاں تم آئی بڑی ٹرمپ کی بہن کرلو گی، ثمن میں بتارہاہوں کچھ بھی گڑبڑ ہوئی سب کی زمہ دار تم ہو گی" سیال نے اس کے بال کھینچے جس کے ری ایکشن میں پر زور دھموکا اس کے پیٹ میں گھونس دیا گیا "ابھی نکلو میرے روم سے، شاباش شکل گم کرو صبح ملتے ہیں شب بخیر" ثمن نے دروازہ کھولا اور چٹکی بجا کے اسے نکلنے کا حکم سنایا "سوچ لو کیا کیا جواب دو گی تم ہیڈ آفس میں، بیوقوف لوگوں کی منٹ میں بولتی بند کرواتے ہیں ہیڈ آفس والے بیٹا" سیال نے جاتے جاتے بھی اسے

تپانا نہیں چھوڑا تھا پیچھے سے ثمن نے اک ادا سے پھر اپنے بال جھٹکے جیسے کہہ رہی ہو دیکھ لوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آرام سے ناشتہ کرو ثمن، یہ کوئی طریقہ ہے کھانے کا" ڈنیز حیدر، ثمن اور سیال کی والدہ محترمہ، ثمن کی آملیٹ والی پلیٹ کھینچتے سخت غصے سے بولیں، دراصل وہ بہت اصول و قوانین کی پابند خاتون تھیں جبکہ ان کے بچے انکے برعکس "ماما دیر ہو رہی ہے سیال نکل رہا ہے اس نے میرا انتظار بھی نہیں کرنا" ثمن نے مسکین سی شکل بنا کہ کہا تاکہ اس کی آملیٹ اسے واپس مل جائے، ثمن میں ایک خوبی سمجھ لیں یا برائی کہ اس سے ناشتہ کیے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا اور کسی وقت کا کھانا کھائے یا نا کھائے لیکن ناشتہ ضرور کرتی یہ عادت اس نے اپنے والد سے لی تھی "تم کہاں جا رہی ہو۔۔؟ اور وہ بھی سیال کے ساتھ" ڈنیز نے اسے واپس پلیٹ پکڑائی جبکہ وہ پکڑتے ہی شروع ہو چکی تھی "ماما میں لاریب کی طرف جا رہی ہوں ہم نے مل کے پریزینٹیشن تیار کرنی ہے اس لیے جلدی جا رہی سیال کو بتایا تو اس نے کہا میں نے جلدی نکلنا تم ساتھ چلی آنا سو میں اس کے ساتھ جا رہی اور ہاں ماما مجھے دیر بھی ہو سکتی ہے" ثمن نے ایک ہی سانس میں تفصیل سے آگاہ کیا جبکہ سیڑھیاں اترتے سیال نے اپنی ہنسی پر بڑا مشکل سے ضبط کیا اور

بس سوچ کے رہ گیا کتنی صفائی سے جھوٹ بولا ماما کو ذرا سا بھی شک نہیں ہوا" تو کم از کم ناشتہ آرام سے کر لو یا ناشتہ بھی لاریب کے ساتھ کر لیتی یوں معدے کے ساتھ کیوں زیادتی کر رہی ہو ثمن، تم تمیز کب سیکھو گی دیکھو مسز" ثمن تم تیار ہو تو چلیں" سیال نے بلند آواز میں کہا کیونکہ وہ جان چکا تھا ثمن کا لیکچر پیریڈ ماما سے شروع ہو چکا تھا" ہاں تیار ہوں، تم گاڑی نکلواؤ میں موبائل لے کر آئی بیٹری ڈیڈ تھی" ثمن نے سیڑھیاں پھلانگتے کہا اور ایک نظر ماما کی طرف دیکھا جو اسے کچا چبا جانے والی سرد نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں" ارے ماما جان چھوڑیں اسے پاگل ہے وہ تو آپ اسے پیار سے قائل کیا کریں یوں لوگوں کی بیٹیوں کی مثالیں دینے سے وہ زیادہ ہائپر ہوتی ہے" سیال نے انکے ماتھے پر بوسہ دیتے انکا غصہ قدرے کم کرنا چاہا" سیال تم بلاوجہ کی ڈھیل دیے جا رہے ہو اسے یہ بگڑ رہی ہے، لڑکیوں کا اتنا زیادہ خودسر اور لاپرواہ ہونا اچھی بات نہیں، اس کی عمر کی تھی جب تم میری گود میں تھے سیال" ڈنیز حیدر جتنی بھی سخت طبع خاتون تھیں لیکن اپنے بچوں سے بے حد محبت تھی انہیں ان کی فکر انہیں انکی عمر سے زیادہ بڑا دکھاتی تھی" ماما آپ فکر نا کیا کریں پڑھائی مکمل ہو جانے دیں پھر چاہے دوسرے روز ہی برات بلا لیجیے گا لیکن ابھی چند سال اس موضوع کو ترک کر دیں، ابھی وہ شادی جیسی ذمہ داری اٹھانے کے قابل ہے بھی نہیں، اتنی معصومیت اور بھولا پن ابھی بلکل بھی

اجازت نہیں دیتا کہ اسے کسی آگ میں دھکیل دیا جائے" وہ تحمل سے سمجھا رہا تھا اپنی ماں کو آخر بڑا بیٹا اور بڑا بھائی اور گھر کا سربراہ وہی تھا" سیمی مسلسل بضد ہے ثمن کے رشتے کے لیے اس کا بیٹا ابروڈ ہے خود کا بزنس ہے اس کا اور تو اور "بھاڑ میں گیا بزنس، ہینڈسم، ابروڈ جب میں کہہ چکی کہ میں شادی کسی بھی ایرے غیرے سے نہیں کروں گی تو نہیں کروں گی کان پک گئے میرے 1 سال سے یہ ابروڈ نامہ سن سن کر آخر آپکو سمجھ کیوں نہیں آتی میری بات، سیال آنا ہے تو دس سیکنڈ میں مجھے باہر گاڑی میں نظر آؤ تم، دماغ خراب کر رکھا ہے اس شادی نامہ نے" ثمن نے انکی آخری بات سن لی تھی اور ہمیشہ کی طرح اشتعال میں ہر لحاظ حد کو ایک طرف رکھ کہ ماما پہ چلائی تھی، سیال گڑبڑا گیا ہر وقت اچھلتی کودتی ہنستی قہقہہ لگاتی ثمن کا غصہ اور آنسو بڑے عجیب لگے تھے وہ بھاگ کر ماما کو خدا حافظ کہہ کر اس کے پاس پہنچا جواب خاموشی کا روزہ رکھے گاڑی میں بیٹھ چکی تھی، مطلب سارا راستہ بوریت سے بھرا گزرنا تھا اس کا موڈ ٹھیک کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا ایک زبان کو تھاکا نا دوسرا جیب ہلکی کرنا پھر جا کہ ثمن حیدر کا موڈ ذرا ٹھیک ہوتا سیال کو اپنی جیب ہلکی ہونے کی فکر لاگو تھی اور وہ منہ کے انتہائی برے زاویے بنا رہا تھا تب ہی" یہ تیڑھی پلیٹ جیسے منہ کو سیدھا کرو کیپٹن میں

ناراض نہیں ہوں نہیں کرواتی تمھاری جیب ہلکی پر سکون ہو جاؤ" ثمن کا خوشگوار موڈ دیکھ کر سیال نے شکر کا کلمہ پڑھا---------

اشعر رحمان ہم نے صرف یہ کہا تھا کہ تم ہمیں اس مال دینے والے سے ملواؤ جبکہ تم تاخیر سے تاخیر کیے جا رہے ہو، ابھی اور اسی وقت یہ کیفے بند بھی ہو سکتا ہے لیکن ہم تمھارا روزگار تباہ نہیں کرنا چاہتے نا ہی تمھارے بچوں سے بد دعا لینا" فون پر میجر احکم کی آواز گرج رہی تھی پل بر کے لیے اشعر کے چہرے کا رنگ اڑا لیکن جلد ہی خود کو نارمل کر لیا" میجر سر یقین کریں میں کوئی غداری نہیں کر رہا وہ خود اس دفعہ مال دینے نہیں آیا اس کی کچھ ان بن چل رہی ہے گودام والے سے "تم کسی کام کے نہیں اشعر رحمان ایک بات یاد رکھنا معمولی سی بھی چلاکی تمھارے لیے انتہائی مضحر ہو گی کیونکہ تم 24 گھنٹے فوج کی نظر میں ہو، اور پاک فوج غداروں کو دردناک نتائج سے نوازتی ہے کل تم جا رہے ہو مال لینے فوج کے بندے تمھارے ساتھ ہوں گے اور تم نے ان کے ساتھ بھی ڈیل کروانی ہے سمجھے ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو آگے کا تم خود سوچ لو" ساری بات تفصیل سے سنا کے میجر کال ختم کر چکا تھا جبکہ اشعر سر پکڑ کے بیٹھا کوس رہا تھا اس

وقت کو جب آرمی کے جاسوس بندوں کے سامنے کیفے میں افین پلائی

گاڑی بڑی ہی تیز رفتار سے گہری کھائیوں کے ساتھ اونچی سبزے سے ڈھکی پہاڑیوں کے گرد بنی سڑک پر دوڑ رہی تھی، شمون خان بڑی احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ تفصیل سے ہر بات کہہ رہا تھا جبکہ آغا داور خان گود میں رکھی ڈائیری کے صفحے پر قلم سے کچھ لفظ گھسیٹنے میں مشغول تھا تب ہی گاڑی میں داور خان کے موبائل کی چیخ و پکار نے خلل ڈالا "اوئے ماڑا تم کو سکون کیوں نہیں آتا، ام تم کو کہہ چکا ہے کہ جب تم پہلا رقم ادا کرو گے تب مال ملے گا تمھیں یہ چھوٹا سا بات سمجھ کیوں نہیں آتا" داور خان نے سخت بیزاری سے بات کی، شمون خان نے اڈے پر گاڑی روکی گھوم کر داور خان کی طرف کا دروازہ کھولا "بس ٹھیک ہے تھوڑا سا آسرا کرو شمون خان 1 گھنٹے تک تمھارا پاس ہو گا تم اس کو پہلی اور ایڈوانس رقم دو کل اپنا مال لے جانا رکھو فون اب" داور خان نے موبائل شمون کے ہاتھ پہ رکھا خود اڈے کے اندر داخل ہو گیا، اڈے میں مزدوروں کی بھاگم بھاگ لگی ہوئی تھی، کوئی بوری اٹھائے ایک کوٹھڑی سے دوسری میں رکھ رہا تھا تو کوئی ٹرک میں لوڈ کر رہا تھا داور خان کے لبوں پر گہری

مسکراہٹ لہرائی تھی" یہ 2 نمبر اڈے والا بڑا محنت کرتا ہے شمون خان لیکن پھر بھی ام کو ابھی اس پر آنکھ بند کر کے بھروسہ نہیں کرنا 5 اڈے ہیں ہر پر کڑی نظر رکھو کوئی غداری نا کرے ورنہ سب کو پشاور میں بھون کے رکھ دوں گا" داور خان تیز تیز قدم اٹھائے اڈے کے مالک کی طرف بڑھ رہا تھا جبکہ شمون خان اس کے پیچھے پیچھے مؤدب سے چل رہا تھا، وہ ایسا ہی تھا داور خان کی پرچھائی اس کا دائیاں بازو جس کے بغیر داور خان نامکمل تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔///

آج پشاور میں سورج بڑے والہانہ اور دلکشی سمیٹے طلوع ہوا تھا، ہر پرندہ خوشی سی سرشار تھا سبزہ جھوم رہا تھا پھولوں کی موندی موندی خوشبو نے سارے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا جھیل کا صاف شفاف پانی اٹکیلیاں کر رہا تھا اور وہ کھڑکی میں کھڑے ہو کر اس دلکش منظر کو بڑی خوبصورت اور گہری مسکراہٹ سے دیکھ رہی تھی تب ہی سامنے پہاڑی پر اس کی دوست کوئل آکر بیٹھی تھی، وہ اسے دیکھتے خوشی سے چلا اٹھی" ارے کوکو تم بھی آگیا آج" اس کی آواز سنتے کوئل نے بھی جیسے اسے جواب دیا ہوا اپنے پر پھڑ پھڑائے تھے "آج وادی کتنا اچھا لگ رہا ہے۔۔ہے نا۔۔؟ام بھی فجر کے بعد سے دل میں خوشی محسوس کر رہا ہے دیکھو وادی بھی کتنا خوش ہے اور ام کو تو تم بھی بہت

خوش لگ رہا ہے کوکو کیا تم بھی خوش ہو۔۔۔؟؟"اس کی آواز میں عجیب سی سرشاری تھی مسکراہٹ پر نور اور گلابی چہرے کو سرخ کر رہی تھی کوکو نے شاید اس کی بات سمجھ لی تھی تب ہی تو وہ پہاڑی پر 2 بار گول گول گھومی پھر 4 فٹ اونچا اُڑ کے اس کے پاس کھڑکی میں بیٹھ گئی تھی "تو پھر ام اس بات کا یقین کر لیں کے آخر کار وہ ظالم 5 دنوں کے بعد دوبارہ پشاور میں آ چکا ہے "اس نے کوئل کی چونچ کو شہادت کی انگلی سے چھیڑتے کہا تھا کوکو نے فوراً اُڑان بھری اور اس کے دائیں کندھے پر بیٹھ گئی اور اپنی سریلی آواز میں کوک لگائی، کوکو کی اس حرکت پر وہ کھلکھلا کر مسکرائی تھی، اس کی مسکراہٹ تھی کہ لبوں پر جیسے چمٹ سی گئی تھی وہ کبھی لہلہاتے سبزے کو دیکھتی کبھی جھیل کو تو کبھی آنکھیں موندے خوشبو کو اندر اتارتی نا جانے کیوں اسے یقین ہو چلا تھا وہ ستمگر بہت ستانے اور تڑپانے کے بعد لوٹ آیا ہے وہ اس کی پشاور کی سرزمیں پر موجودگی کا احساس خوشبو ہوا میں محسوس کر رہی تھی

ثمن تیز چلو اور تمیز سے یار "وہ دونوں ہیڈ آفس پہنچ چکے تھے مطلوبہ آفس میں پہنچنے کا راستے طے کر رہے تھے لیکن سیال ثمن کی حرکتوں سے سخت عاجز ہو رہا تھا وہ بہت

آہستہ چل رہی تھی جب سے کینٹ میں قدم رکھا تھا تب سے اس کے موبائل کا کیمرہ بند نہیں ہوا تھا وہ ہر گزرنے والے نوجوان پر کمنٹ پاس کر رہی تھی، کبھی گھوم کر سیال کے دائیں طرف آتی تو کبھی بائیں طرف "ہائے ئے ئے ربا۔۔۔سیال یہ سارے خوبصورت لوگ آرمی نے سنبھال رکھے ہیں" وہ دل پہ ہاتھ رکھے واری صدقے جا رہی تھی جبکہ سیال اسے بار بار ڈانٹ رہا تھا، تبھی پاس سے گزرتے کیپٹن عاقب کی نظر ان دونوں پر پڑی "اوئے تم دونوں یہاں بھی چونچ لڑانے سے باز نہیں آئے" کیپٹن عاقب کی آواز سنتے دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے، سیال ور عاقب نے آپس میں مصافہ کیا جبکہ ثمن منہ بنائے دوسری طرف رخ پھیر گئی سیال اور عاقب نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا "جایئے مسٹر عاقب ہم آپ سے بات نہیں کرتے" عاقب کے بلانے پر ثمن نے جھٹ سے جواب دیا اور اپنی وہی عادت بال جھٹکنے کی ہر گز نہیں بھولی تھی، عاقب کے لب خود ہی مسکرا اٹھے تھے وہ گھوم کے اس کے سامنے ہو لیا "عزت مآب معزرت سے کیا میں اپنی گستاخی دریافت کرنے کا حق رکھ سکتا ہوں" ثمن بچوں کی طرح منہ پھلائے کھڑی تھی جبکہ اسے یوں دیکھ کر کیپٹن عاقب مسکراہٹ روکے اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا "کوئی اندازہ ہے آپکو کتنے عرصے بعد یہ بھینس جتنا کوجے چہرہ کا آپ نے دیدار کروایا، شرم تو چھو کے نہیں

گزری ویسے آپ دونوں کو ہی، جایئے ہم ناراض ہیں آپ سے کیپٹن "کیپٹن عاقب سیال کا بچپن کا دوست تھا دونوں کی فیملیز کا ایک دوسرے کا ساتھ رشتہ دارانہ سلوک تھا ثمن عاقب کو بھی سیال کے درجے پہ ہی رکھتی تھی تب ہی سیال کی طرح عاقب کی بھی ثمن سے گہری دوستی تھی "معافی مل ہی سکتی ہے یارا گر بندہ اپنی غیر حاضری کی وجہ بتادے، ہیں نا سیال" ثمن کے منہ کے زاویے بگڑتے ہی جارہے تھے جبکہ عاقب بچوں کی طرح معافی مانگ رہا تھا سیال نے مسکرا کر کندھے اچکا دیے "میں کیا کہہ سکتا ہوں تم دونوں آپس میں نمٹو مجھے مت گھسیٹو اور جلدی کرو یہ ڈرامہ ختم کرنل زعیم شاہ نے تاخیر کرنے پہ بہت عزت افزائی کرنی ہے" سیال نے گھڑی پہ وقت دیکھا اور پھر ثمن کو اشارہ کیا بس کردے اب یہ تھیٹر یہیں پہ" جایئے یاد رکھیں گے آپ ثمن حیدر کے ظرف کو، معاف کیا آپکو" ثمن نے ہاتھ کے اشارے سے اتنے پیارے انداز میں معاف کیا تھا کہ عاقب کی مسکراہٹ گہری ہو گئی جبکہ پاس سے گزرتے چند لوگ بھی دیکھ کر مسکرائے تھے، عاقب کے موبائل نے بیپ کیا وہ اُن دونوں کو خدا حافظ کہتا آگے بڑھ گیا جبکہ سیال مزید تیز رفتار سے چلنے لگا بیچاری ثمن ہانپ گئی تھی ساتھ چلتے چلتے، وہ تو پاک فوج کا باشندہ تھا اسے تو عادت تھی ایسے چلنے کی لیکن سیال کے ساتھ ثمن کی صحیح درگت بن رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں میٹنگ ہال کے باہر کھڑے پی اے کے جواب کا نتظار کر رہے تھے، سیال نظر فرش پر گاڑھے پتا نہیں کن سوچوں میں گم کھڑا تھا، جبکہ ثمن کا دل بڑی زوروں سے دھڑک رہا تھا بظاہر تو وہ بے خوف نظر آ رہی تھی لیکن ڈر وہ ضرور رہی تھی، خود کو نارمل رکھتے وہ ارد گرد کا جائیزہ لے رہی تھی وہ رشک بھری نگاہوں سے پاک کے محافظوں کو دیکھ رہی تھی جو کسی روبوٹ کی طرح کام کر رہے تھے اور وہ یہ سب برداشت صرف پاک سرزمین کی سلامتی اور اس کے مکینوں کی سلامتی کی خاطر اپنا سکون دن رات سب وار کے ذمہ داری ادا کر رہے تھے، تب ہی انہیں میٹنگ ہال میں طلب کر لیا گیا، سیال نے داخل ہوتے ہی سلیوٹ پیش کیا اس کے دیکھا دیکھی ثمن نے بھی کیا، میٹنگ ہال میں ایک گہرا سکوت تھا ایک لمبے میز کے گرد تقریباً 50 تو کرسیاں غالباً تھیں لیکن وہاں ہال میں یہی کوئی 5 سے 7 لوگ بیٹھے تھے سیال تو سب کو پہچانتا تھا لیکن ثمن کے لیے سوائے کرنل سلیمان کے سب غیر شناسا تھے ثمن تو ہال کی ڈیکوریشن اور سلیقے میں ہی کھو گئی تھی سیال نے اسے ٹہوکا دیا تو وہ ذرا سیدھی ہوئی، وہاں موجود تمام نفوس کی نظران پر ہی تھی خاص طور پر ثمن پر، کرنل زعیم شاہ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، سیال ایک طرف جہاں کیپٹن نتاشہ اور کیپٹن داؤد بیٹھے تھے وہاں بیٹھ گیا جبکہ کرنل زعیم شاہ نے ثمن کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ جو اتنی کانفیڈینٹ بنتی

تھی اب سارا جھاگ بن کر اڑ گیا تھا،اس کے ہاتھوں میں پسینہ آ گیا تھا انگلیاں مروڑتی زرا جھجھکتی وہ کرنل زعیم شاہ کے سامنے بیٹھ گئی تھی، کرنل زعیم کی دائیں طرف ساتھ کرنل سلیمان بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ ایک عدد اور بھی شخص بیٹھا تھا جو بڑی ٹک ٹکی باندھ کر اسے دیکھے جا رہا تھا،اسکے یوں دیکھنے پر ثمن کو چڑھ سی چڑھ گئی اس نے تھوڑی سی گھوری دیکھائی لیکن مخالف رتی بھر بھی افاقہ نہ پڑا تب ہی کرنل زعیم شاہ نے گلا کھنکارا اور ثمن سے مخاطب ہوئے جو مڑ کے سیال کو دیکھ رہی تھی جو اسے بیسٹ آف لک کا تھمب دکھا رہا تھا"تو آپ ہیں مس ثمن حیدر" ثمن نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری اور ہمت جمع کر کے بولی اور ہمت بھی پھر کیا خوب آئی مطلب ہماری ثمن اپنی پہلی ٹون میں لوٹ آئی تھی بھلا ڈر کا تعلق ہماری ثمن سے کہاں بھلا اسے کہاں برداشت اپنا ٹیمپولوز ہونا سو اب وہ بلکل نارمل ہو چکی تھی یعنی بقول ثمن حیدر کے کرنل کے چھکے چھڑانے کے لیے بلکل تیار تھی کچھ دیر پہلے والا خوف جو اس کے چہرے اور آنکھوں سے ٹپک رہا تھا دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا"جی میں ہی ہوں ثمن حیدر کیپٹن سیال حیدر کی بہن" بڑے پر اعتماد سے جواب دیا گیا، ثمن نے خود کو گھورنے والے کو اک چور نظر سے دیکھا اور بس دل میں سوچ کے رہ گئی ہے تو اتنا ہینڈسم یار لیکن یہ گھٹیا پن تو نہ دکھایوں مجھے گھور کے ورلڈ کپ تمھارے نام تو نہیں ہو جانا وہ

بس سوچ ہی سکی کاش کوئی کرنل نہ ہوتا یہاں ثمن نے منہ سے یہ لفظ ادا کر بھی دینے تھے "آپ کو پتا ہے نا آپکو یہاں کس لیے بلایا گیا ہے" کرنل سلیمان نے سوالیہ نظروں سے دیکھا "اور کیوں بلایا گیا ہے، اگر نہیں معلوم تو بتا دیں ہم یاد کروا دیتے ہیں آپکو بیٹا" کرنل سلیمان بڑے پیار سے بات کر رہے تھے ثمن نے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور پھر سر اونچا کر کے کرنل سلیمان کی طرف پھر جو وہ بولی کوئی بھی یہ بات وہاں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور نہ ہی کرنل کے سوال کا یہ جواب ایکسپیکٹ کر سکتا تھا۔۔۔۔۔

وہ تو مجھے پتا ہے کیوں بلایا ہے لیکن مجھے لگتا ہے جو آپکے ساتھ مسٹر بیٹھے ہیں ان کو نہیں پتا۔ حد ہو گئی جب سے آئی ہوں گھوری جا رہے ہیں" کرنل سلیمان اور زعیم شاہ نے پہلے تو چونک کر ثمن کو دیکھا پھر اس کے ہاتھ کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا گھورنے والا یوں سب کے دیکھنے پر واقعی گڑبڑا گیا تھا، سیال نے شرمندگی سے سر نیچا کر لیا وہ بے بس تھا ثمن کے معاملے میں جبکہ کیپٹن نتاشہ جو کب سے پرشوق نظروں سے ثمن کو دیکھ رہی تھی اپنے قہقہے پر قابو نہیں رکھ پائی تھی کیپٹن داؤد نے اسے گھورا تو اس نے فوراً منہ پہ ہاتھ رکھ کہ اپنی ہنسی کا گلا دبایا" صحیح کہا پہلے تعارف کروا دینا چاہیے بیٹا" کرنل سلیمان نے سنجیدگی سے کہا تھا جبکہ ثمن تو کھل سی گئی تھی "ہاں نئی تو بتائیے ان کو" اپنی طرف سے تو بڑی سمجھدار بن رہی تھی ثمن لیکن کرنل زعیم کی بات سنتے زرا

نیچے آئی تھوڑی اڑان کم کی "دراصل بیٹا آپکو بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ کون ہیں"
کرنل سلیمان اس کے منہ کے بدلتے رنگوں اور بگڑتے زاویوں سے خوب مرغوب ہو
رہے تھے اور ساتھ میں گردن موڑ کے اک نظر ساتھ بیٹھے شخص کو بھی دیکھ رہے تھے
"ہاں یہ بھی صحیح بات کی آپ نے سر میں ان کو تو پہلے سے ہی جانتی ہوں یہ ہیں کرنل
سلیمان گردیزی سر اور آپ ہیں جنہوں نے ہمیں یہاں بلایا آپکو خیر میں نے پہلی دفعہ
ہی دیکھا ہے میں نے بس اندازہ ہی لگایا ہے آپ کرنل زعیم شاہ سر ہیں،" بڑی
کانفیڈینٹلی ثمن محترمہ تفصیلی جواب دے چکی تھی بات کرتے ساتھ ساتھ ہاتھ
لہرانے کا انداز کیپٹن نتاشہ کو بہت پسند آیا تھا، اور سیال کا دل کر رہا تھا آج وہ ثمن سے
کہے جو وہ اس کو کہتی تھی کانفیڈینس اچھی بات ہے لیکن اوور کانفیڈینس زرا بھی نہیں،
ثمن کے سامنے بیٹھے تینوں نفوس ہونکوں کی طرح اس کا چہرہ تک رہے تھے "مس
ثمن حیدر آپ نے کیپٹن ثمن کے موبائل فون سے کن سے کال پہ بدتمیزی کی تھی"
کرنل زعیم شاہ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لائے تھے جبکہ ثمن میڈم زرا اور پھیل
گئیں تھیں وہ انکی طنزاً مسکراہٹ کو سمجھ نہیں پائی تھی "وہ آپکی آرمی کے ایک میجر
جنہوں نے آپ سے میری شکایت بھی لگادی ان سے کہنا تو نہیں چاہیے لیکن سچ بات
ہے سر وہ جو میجر ہیں نا بہت ہی کوئی کھڑوس شخص ہے، اللہ جانے خود کو کونسی توپ چیز

سمجھتے ہیں وہ میجر احکم مراد صاحب، دماغ خراب تھا جس نے انہیں آرمی میں سلیکٹ کیا تھا" ثمن نے اپنی طرف سے تو انہیں بڑی اہم بات سے آگاہ کیا تھا، بال جھٹک کے اس نے سامنے دیکھا، بس ثمن کا میٹر پھر گھوم گیا تھا اس کے یوں مسلسل گھورنے پر، کرنل زعیم شاہ کو سچ میں محال ہو گیا تھا ہنسی کو روکنا لیکن کرنل سلیمان کو طیش آ رہا تھا آخر کار وہ ان کے بھانجے کی شان میں گستاخی کر رہی تھی "مس ثمن حیدر کھڑوس اور توپ چیز میجر احکم مراد یہی شخص ہیں" اب باری تھی ثمن کی سارا اعتماد پانی پانی ہو گیا تھا شرمندگی چاروں طرف گھوم رہی تھی اس نے نگاہیں نیچی کر لیں چپکے چپکے آنکھیں ٹیڑھی کر کے دیکھتی پھر نیچے کر لیتی، کیپٹن نتاشہ کو اس کی حالت پر ترس آ رہا تھا اس نے کیپٹن سیال کے کان میں سرگوشی کی تھی "بہت کیوٹ ہے آپکی بہن چھپا کے رکھیں دنیا سے، شی از پریٹی لائک آ باربی ڈول سر ئیسلی" سیال نے ہلکی سی مسکراہٹ سے شکریہ کیا "اب مس ثمن ہم خود آپ کی گفتگو کا انداز دیکھ چکے ہیں۔ کیا آپ مانتی ہیں کہ آپ نے میجر احکم مراد سے انتہائی جاہلانہ طریقے سے بات کی تھی اور اگر آپ یہ غلطی نہیں مانتی تو اس ریکارڈر میں تمام گفتگو ٹیپ ہے" کرنل زعیم شاہ نے بڑے شائستہ لہجے میں کہا اور سامنے ایک چھوٹی سی ریکارڈر نما ڈیوائس رکھی ثمن خود کو کافی حد تک شرمندگی کے حصار سے نکال چکی تھی "میں نے کب انکار کیا سر میں مانتی ہوں

کسی سے بھی غیر مؤذبانہ لہجے میں بات کرنا بد تمیزی کہلاتا ہے لیکن سر آپ بھی تو یہ بات ایکسپٹ کریں نا کہ غلط صرف میں نے ہی نہیں کیا، اگر میرے رویے سے سر احکم ہرٹ ہوئے ہیں تو آپکے مشن میں سے نکالنے پر سیال بھی تو ہرٹ ہوا ہے، کیا آپ کو یہ بات موزوں اور درست رویہ لگ رہا ہے کہ ایک بندے کو پہلے امید کی نوید سنائی اور پھر سب کو چکنا چور کر دیا کیا آپ نہیں جانتے ٹوٹے چور ہوئے ٹکڑے زخمی کرتے ہیں "وہ کسی بہت بڑے سکالر کی طرح بات کر رہی تھی سب ساکن اس کو سن رہے تھے کیپٹن نتاشہ تو پلک بھی نہیں جھپک پا رہی تھی یہی حالت میجر احکم مراد کی تھی لیکن وہ پر اعتماد بڑے سلیقے سے بات کر رہی تھی "مانا کہ لاسٹ مشن میں سیال نے بہت کوتاہیاں کی ہیں لیکن کیا آپ نہیں جانتے سیال نے ان کا اعتراف بھی کیا ہے اور انہیں سدھارنے کا وعدہ کیا ہے تو اسے ان کوتاہیوں کو دور کرنے کے لیے موقع ملنا چاہیے ۔۔۔لوگ غلطی کرتے ہیں لیکن اعتراف نہیں کرتے سیال نے اعتراف کیا، کیا آرمی اتنی سی گنجائش نہیں رکھتی کہ کوئی اگر تلافی کرنا چاہ رہا ہو تو اسے موقع فراہم کر دیا جائے۔ مشن میں صرف کیپٹن سیال حیدر تو ہرگز اکیلا شامل نہیں تھا اور بھی تو لوگ تھے تمام لاس اکیلے سیال کے سر پر کیسے ڈال سکتے ہیں آپ۔۔؟؟ پلان کبھی نہیں بھی کامیاب ہوتے، دشمن نے طاقت کے بل بوتے پر ہی دشمنی مول لی ہوتی ہے کیا وہ کسی

پلان کے بغیر آیا ہوتا ہے، میں آرمی کو بلیم نہیں کرتی نہ ہی کہتی ہوں کہ پلاننگ ناقص تھی بس یہ کہتی ہوں کہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتی ہوں اور میجر سر سے معذرت بھی کرتی ہوں لیکن آپ سے بھی ریکویسٹ ہے کہ آپ بھی اپنا ویک پوائنٹ ایکسیپٹ کریں سر" اتنی لمبی تقریر کے بعد اس نے ایک گہرا سانس لیا کرنل سلیمان اور کرنل زعیم شاہ لاجواب ہو چکے تھے سیال اور کیپٹن نتاشہ کے لب مسکرا رہے تھے، ثمن نے مڑ کے سیال کی طرف دیکھا تو کیپٹن نتاشہ نے جھٹ سے ویری گڈ کی ویکٹری کا سائن اسے پاس کیا ثمن بھی مسکرا اٹھی، میجر احکم مراد مبہوت سا صرف اسے دیکھی جا رہا تھا کرنل زعیم شاہ کچھ بھی بولنے سے قاصر تھے، کرنل سلیمان نے گلا کھنگالا "آپ نے جو بھی کہا درست کہا اچھا لگا آپ کا پوزیٹیو پوائنٹس پر بات کرنا بیٹا لیکن چیز جواب میں سمجھانا آپکو بہتر سمجھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ادب دیکھیں میجر احکم آپ سے عمر میں کافی بڑے ہیں، آپکو انکی عمر اور عہدے کا لحاظ رکھنا چاہیے تھا بات کرتے، ابھی آپکی عمر کیا ہو گی یہی کوئی 15 یا پھر 16 سال، ابھی آپ آٹھویں یا پھر نوویں جماعت کی" کرنل سلیمان کی بات ثمن کے کھنکتے قہقہے کی وجہ سے ادھوری رہ گئی تھی، سیال بھی ہولے سے مسکرا اٹھا جبکہ باقی سب ناسمجھی سے ثمن کو دیکھ رہے تھے جو ہنسی جا رہی تھی پورے ہال میں اس کی ہنسی کی کھنک گونج رہی تھی "کون 16 سال کا کون نوویں کا

سٹوڈینٹ ہاہاہاارے سر میں گریجوایشن کر رہی ہوں انفیکٹ پانچویں سمیسٹر کے مڈز بھی ہو چکے ہیں" ثمن کی ہنسی تھی کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی

،ہنسنے کی وجہ سے اس کا چہرہ لال ہو گیا تھا، گال میں پڑنے والے گڑھے اور کرسٹل بلش گرین آئیز میں زیادہ ہنسنے کی وجہ سے نمی اس کے چہرے کو مزید جاذبِ نظر بنا گئی تھی، وہاں بیٹھے سبھی لوگوں کے لیے اس پر سے نگاہ ہٹانا دشوار مرحلہ تھا، بحر حال سب کو ساکن کیفیت سے کرنل زعیم شاہ کی آواز نے نکالا "آپ کافی انٹیلیجنٹ لگ رہی ہیں، کانفیڈینٹ بھی ہیں، ہائیٹڈ بھی ہیں، اور آرمی کے پلانز اور کریئٹویٹی کے بارے بھی نالج رکھتی ہیں" ثمن ان کی طرف ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی اسے شاید ان کی بات سمجھ نہیں آرہی تھی ہلکی سی مسکراہٹ ابھی بھی لبوں پر تھی "تو بیٹا آپکی ایج بھی ہے آپ آرمی جوائن کر لیں" یہی وہ تلخ لمحہ تھا جس سے ثمن بھاگتی پھرتی تھی کرنل زعیم شاہ نے تو درست مشورہ دیا تھا لیکن وہ اس بات کی سنگینی سے ناواقف تھے، ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت لگا تھا ثمن کے مسکراتے چہرے اور شرارتی آنکھوں کو بنجر ہونے میں، اس نے نظر جھکالی تھی اور اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو گھورنے لگ گئی تھی وہاں بیٹھے لوگ اس کے جواب کے منتظر اسے دیکھ رہے تھے جو عجیب ساری ایکشن دے رہی

تھی، ثمن نے چہرہ اوپر اٹھایا اور گردن موڑ کے سیال کی طرف دیکھا جو نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے اسے ہی دیکھ رہا تھا، ثمن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہنے لگ گئی تھی کیپٹن نتاشہ اسکے آنسو دیکھ کر دنگ رہ گئی ایک درد کی ٹھس اٹھی تھی انکے سینے میں۔ ثمن نے ایک گہرا سانس کھینچا اور گردن کرنل زعیم شاہ کی طرف موڑی، اور اب دنگ رہنے کی باری میجر احکم مراد کی تھی، کچھ دیر پہلے رنگوں سے بھرپور چہرے کو یوں بے تاثر اور ویران دیکھ کر میجر کو بھی کچھ تعجب لگا انہیں اس دھوپ چھاؤں سی لڑکی کی سمجھ نہیں تھی آرہی، کبھی معصوم بچی تو کبھی بہت بڑی سکالر کبھی شرارتی تو کبھی سنجیدگی میں لپٹی اور اب یوں رنجیدہ ثمن میجر احکم مراد کو حیران پہ حیران کیے جا رہی تھی، میجر نے دل میں یہ خاموش رائے دی کہ اسکی آنکھوں میں نمی جان لیوا ہے، ثمن سے کچھ بولا ہی نہیں گیا وہ باقاعدہ سسکیوں سے رونا شروع ہو چکی تھی سیال سے بھی مزید نہیں دیکھا گیا تھا وہ بغیر کرنل سر سے اجازت لیے دوڑا ثمن کے پاس آیا ثمن نے مٹھیوں سے اسکی شرٹ کو دبوچ لیا اور اس کے سینے پہ سر رکھے ہچکیاں لے کر رونا شروع ہو چکی تھی، سب منہ کھولے انہیں دیکھے جا رہے تھے کیپٹن نتاشہ کرنل سلیمان کے اشارے پر اسکے لیے گلاس میں پانی انڈیل کر لے آئیں تھی، کیپٹن سیال اسے دلاسہ دیے جا رہا تھا لیکن اسکے رونے میں کمی نہیں ہو رہی تھی، میجر احکم مراد نے ضبط

سے مٹھیاں بھینچ لیں اسکی سسکیاں نا جانے کیوں انہیں تکلیف دے رہی تھیں، "سیال سیال گھر چلو، سیال پلیز مجھے گھر جانا ہے پلز پاپا پاس جانا ہے مجھے" ثمن بچوں کی طرح ضد کرنے لگی تھی سیال اسے پیار سے سہلا رہا تھا "ابھی چلتے ہیں تم پلیز کنٹرول کرو یار دیکھو تمھیں یوں دیکھ کر میرا دل کٹ رہا ہے سیم" کسی کو کچھ سمجھ نہیں تھا آ رہا ہہ اچانک دونوں بہن بھائیوں کو ہوا کیا ہے "میں نے سوری کر لی ہے نا ان سے پلیز اب مجھے گھر جانے دیں، سیال میں "اوکے اوکے روکا کس نے ہے سیم لیکن یار اس کنڈیشن میں تم کیسے ڈرائیونگ کرو گی پلیز پہلے نارمل تو ہو جاؤ پلیز سیم چپ کر جاؤ یار" سیال اسے بڑے پیار سے بہلا رہا تھا، ثمن نے جلدی جلدی بچوں کی سی الٹے ہاتھوں سے اپنے گالوں پر سے آنسو صاف کیے، وہ شاید کرنل سر سے کچھ کہنے لگی تھی لیکن میجر احکم مراد کی وجہ سے اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی "اوکے فائن، آپ جا سکتی ہیں مس ثمن لیکن آئیندہ کے لیے اپنے بی ہیوئیر پر ذرا غور کیجے گا، آرمی غلطی کرنے والے لوگوں کو سزا ضرور دیتی ہے، ابھی تو ہم نے ڈیسائیڈ نہیں کیا کہ آپکو کیا سزا دی جائے تو بس کسی بھی طرح خود کو تیار کر لیجیے گا کیپٹن سیال آپکو سزا سے آگاہ کر دیں گے، آپ جا سکتی ہیں" میجر احکم مراد میٹنگ ہال میں سب کو دنگ چھوڑ کے جا چکا تھا کرنل سلیمان دروازے کو گھور رہے تھے جہاں سے وہ گیا تھا، کرنل زعیم شاہ نے سیال کے دریافت

کرنے پر انہیں جانے کی اجازت دے دی تھی، ثمن نے سیال سے کوئی بھی بات کیے بغیر گاڑی کی چابی نوچی اور واپس اسلام آباد کے راستے پہ بھگا دی اور وہ اسکے لیے دعائیں کرتے اپنے یونٹ کی جانب روانہ ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

سورج کی کرنیں شام کے وقت نارنجی رنگ کی تھیں جو اس کے گلابی چہرے پر پڑ رہیں تھیں اور معصوم چہرے پر چھائی ویرانی اور اُداسی کو شام کا یہ سوگوار سماں مزید بنجر دکھانے کا باعث بن رہا تھا۔اس کی پتھرائی آنکھیں سامنے پہاڑی کی طرف ہی ساکت جمی تھیں کچھ دیر پہلے اس نے خود سے وعدہ کیا کہ اب وہ نہیں روئے گی لیکن ایک بار پھر اس کی آنکھیں چھلک پڑیں تھیں تب ہی اسے دور سے کوئی ہیولا دکھائی دیا وہ جلدی سے کھڑکی سے نیچے بیٹھ گئی تھی، تقریباً 3 منٹ بعد اسے آواز سنائی دی، وہی آواز جس کی وہ منتظر تھی، وہی آواز جسے سننے کے لیے وہ تڑپ رہی تھی، وہی آواز جسے سن کے وہ کئی دنوں سے سکون پانا چاہ رہی تھی، اس کی دھڑکن کی رفتار معمول سے ہٹ کے تھی نا جانے کیوں اسکی آواز سنتے ہی دل اتنا بے قابو ہو جایا کرتا تھا اس نے آہستہ سے سر اونچا کیا تاکہ اسے یقین ہو کہ وہ واقعی آیا ہے، اور دوسری طرف وہ بیچارہ بہت مدھم آواز میں اسکا نام پکار رہا تھا، بیچارے کو خدشہ لاحق تھا کہیں وہ چلی ہی گئی نہ ہو، تب ہی وہ جھٹ سے کھڑکی میں نمودار ہوئی "کیا کرتی ہو گل، کب سے آواز دے رہا تھا میں

اب پلٹنے ہی لگا تھا، پاگل لڑکی، بتاؤ کیسی ہو" وہ ٹانگیں پھیلا کر پہاڑی پر بیٹھ گیا تھا جب کہ وہ اسے جی بھر کے دیکھ رہی تھی شاید 5 دنوں سے جو اسے دیکھنے کی لو لگی تھی اب وہی پیاس بجھا رہی تھی، ناچاہتے ہوئے بھی اسکے لب مسکرا اٹھے، وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی رف حلیے میں دل کو قید کر رہا تھا، اسکے یوں دیکھنے سے وہ گڑبڑا گیا" کیا ہوا۔؟؟ ایسے کیوں دیکھ رہی ہو یار، ویسا ہی ہوں زرا بھی نہیں بدلا تمھارا کیپٹن یار" بالوں میں انگلیاں پھیرتا وہ فخر سے کہہ رہا تھا جبکہ "یہی تو ام سوچ رہا ہے تم سچ میں اتنا خوبصورت ہے کیپٹن یا بس ام کو ہی لگتا ہے" نیلی آنکھیں اس پہ گاڑھے وہ خود بلا کی حسین لگ رہی تھی کیپٹن کے لب اس کی بات پر مزید دلکشی سے مسکرانے لگے تھے "اگر تمھیں خوبصورت لگتا ہوں تو پھر میں واقعی پیارا ہوں" اس کا لہجہ شرارتی تھا" تم آج آیا پشاور میں۔۔۔؟؟ ہے نا۔۔؟؟" وہ بات کرتی اچانک سنجیدہ ہو گئی تھی، کیپٹن نے ایک آہ بھری کیونکہ وہ جانتا تھا اب گل کا لیکچر وقت شروع ہو گیا" آنا تو 2 دن بعد تھا لیکن ہیڈ آفس سے کال آگئی تو جلدی آنا پڑا" اس کی بات سنتے گل کی آنکھوں میں پھر سے نمی چھا گئی تھی، کیپٹن حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا" تو نہ آتا تم 2 دن بعد ہی آتا، ام نے دعوت تو نہیں دیا تم کو یا پھر ام تمھارا شدت سے انتظار کر رہے تھے، ام نے تو نہیں کہا ملنے آؤ ہم ترس گیا تم کو دیکھنے کو تمھارا آواز سننے کو جاؤ نہ آتے" وہ رخ موڑ کے کھڑی ہو گئی تھی،

لاکھ ضبط کے کیپٹن کا قہقہہ بلند ہوا، کیسا شکوہ تھا جس میں اسے جتا بھی دیا کہ کتنی عزیت دہ تھی اسکی چند دن کی دوری اور ساتھ یہ بھی کہہ رہی کہ اسے پرواہ ہی نہیں،،،ہائے محبت کے یہ انوکھے کھیل، کیا خوب کہا جناب ساغر صدیقی صاحب نے کہ :

ہائے آدابِ محبت کے تقاضے ساغر۔۔۔۔۔

لب کھلے شکایتوں نے دم توڑ دیا۔۔۔

۔کیپٹن نے اسے خود کو گھورتے پایا تو منہ پہ ہاتھ رکھ کے ہنسی کو روکا "سہی تو پھر ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں، میں فارغ تو نہیں تھا مجھے لگا تم میرا انتظار کر رہی ہو گی اس لیے آ گیا ورنہ مجھے کیا پڑی اپنے یونٹ سے 1 گھنٹہ آرمی سے ادھار بائیک مانگ کے یہاں اس پہاڑی پہ بندروں کی سی چھالانگیں لگانے آؤں "بظاہر تو وہ سنجیدہ تھا لیکن کہہ وہ صرف اسے تپانے کے لیے تھا جو حقیقتاً طیش میں آ بھی گئی تھی "کتنا بے حس انسان ہے تم کیپٹن، تم کو دکھائی نہیں دیا ام نے کتنا انتظار کیا، یہ آنکھیں تمھارے انتظار میں کتنا روئی ہیں تم "وہ باقاعدہ رونا شروع ہو چکی تھی کیپٹن اب سہی سے گڑبڑایا تھا کیا ضرورت تھی بیچاری کی دکھتی رگ کو مزید دکھانے کی "لڑکی یہ آنسو بھی نہ، یار مزاق کر رہا تھا،

اندازہ تھا تو تب ہی آیا ہوں نا، صاف کروا نہیں شاباش، جھلی کہیں کی۔۔" کیپٹن نے اسے دور سے ہی اپنا رومال پکڑایا تاکہ وہ آنسو صاف کرے حالنکہ خود اس نے 5 گز کی شال اوڑھی ہوئی تھی، دونوں اپنی بے بسی پر مسکرا رہے تھے اپنی تڑپ چھپائے خوش تھے

بند کوٹھڑی میں ان کا سانس بند ہو رہا تھا لیکن وہ برداشت کیے اندر چھپے بیٹھے تھے، تب ہی تھوڑی سی روشنی پھوٹی تھی دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اپنی پینٹ کی جیبیں کنگھالیں، ان میں سے ایک کا موبائل کسی کے کال کرنے کا پیغام دے رہا تھا موبائل کی آواز کو بند کر رکھا تھا "یس سر، جی سر سب پلان کے مطابق تیار ہے" وہ بڑی آہستہ آواز میں جواب دے رہا تھا تب ہی دروازہ کھلا دونوں چوکس ہو گئے تھے اور جو چہرہ سامنے آیا تو انہوں نے اٹکا سانس خارج کیا، "اگر تم دونوں تیار ہو تو 1 بھی منٹ ضائع کیے بغیر کیفے کے پچھلے دروازے سے نکلو، ابھی نیچے کا ہال خالی ہے بعد میں گڑبڑ ہو گی نکلو" حکم جاری ہوتے ہی دونوں نے نیچے کی طرف دوڑ لگا دی تھی کال پہ جو بھی تھا تمام گفتگو سن چکا تھا اور انہیں امید کا جزبہ بندھائے فون بند کیا۔۔۔۔۔۔۔۔

کیپٹن سیال بڑے مگھن انداز میں رائیفل سے نشانہ بازی کر رہا تھا تب ہی وہاں میجر احکم مراد ایک ہاتھ میں پاک فوج کی وردی کی ٹوپی پکڑے اور دوسرے میں موبائل

پکڑے داخل ہوا تھا، مشق کرتے دوسرے نوجوانوں نے اسے سلیوٹ پیش کیا جسے میجر نے بہت خوبصورت انداز میں مسکرا کر وصول کیا، مغرور ناک۔اونچا لمبا چوڑا نوجوان، سلکی سیاہ بال، سفید رنگ سیاہ ذہین آنکھیں ایک بار دیکھنے پر رشک آتا، میجر احکم کیپٹن سیال کے بلکل پیچھے کھڑا ہو گیا تھا اور اسے معلوم بھی نہ ہوا اس نے ایک فائر پُش کیا تو میجر نے اس کے لیے تالی بجائی تب جا کے وہ متوجہ ہوا "ارے سر آپ، خیریت کوئی کام" سیال نے جلدی سے سلیوٹ کیا اور فوراً کام کی بات پر آ گیا، دراصل وہ میجر کی یوں آمد پر گڑ بڑا گیا تھا "ہاں کام تو ہے تم سے کیپٹن اگر تم مصروف نہیں ہو تو ذرا دوسرے فلور کے آٹھویں برآمدے میں آ جاؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے" میجر نے ٹوپی سر پہ پہنی، وائرلیس اور موبائل کو پینٹ کی جیب میں ڈال دیا اور پھر اپنے ہاتھ جیبوں میں ڈالے واپس گراؤنڈ سے عمارت کی طرف چل دیا، پیچھے کیپٹن سیال عجیب سی رونی صورت بنائے سوچوں میں گم ہو گیا، اگر یہاں ثمن ہوتی تو ضرور سیال کی اس حالت پہ چوٹ کرتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دونوں ہنوز خاموش بیٹھے تھے، کیپٹن سیال نے گھڑی پر وقت دیکھا اسے میجر احکم مراد کے اس مطلوبہ جگہ پر آئے پورے 4 منٹ گزر چکے تھے لیکن وہ پتا نہیں زمین پر

نظریں گاڑھے کیا سوچ رہا تھا تب ہی کیپٹن سیال حیدر نے گلا کھنکارا "سر آپ کو کوئی کام ہے مجھ سے یا پھر کوئی میری ذمہ داری جو مجھے ابھی پورا کرنی ہے "کیپٹن سیال نے جھجھکتے پوچھا اس کے چہرے کی ہوائیاں اُڑیں ہوئیں تھیں شاید میجر کی دہشت کا خوف تھا یا شاید منتظر ہونے کی وجہ سے، خیر جو بھی تھا وہ نروس ہو رہا تھا، تب ہی میجر اٹھا اور کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا "کیپٹن سیال مجھے تم سے کچھ پرسنلی پوچھنا تھا، اگر تمھیں برا محسوس نہ ہو تو میں پوچھ سکتا ہوں۔۔؟؟" کیپٹن سیال مزید پریشان ہو گیا، اسے خبر مل چکی تھی کل شام 5 بجے یونٹ سے غائب ہونے پر بازپرسی ہو گی اس سے،، "جی جی سر کیوں نہیں آپ پوچھیں "میجر احکم مراد باہر گراؤنڈ میں مشق کرتے نوجوانوں پر نظر اٹکائے کھڑا تھا، وہ واپس چند قدم چل کے کیپٹن سیال کی کرسی کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا "سیال مجھے تم سے مس ثمن کے متعلق پوچھنا تھا، کل کسی نے بھی نہ اسے ڈانٹا اور نہ ہی کوئی برا سلوک کیا لیکن پھر کیوں وہ روئی تھی، تم جان گئے تھے کہ وہ کیوں روئی تبھی تم نے اسے سنبھال لیا تھا، اب میں وہ وجہ جاننا چاہتا ہوں آخر کیوں مس ثمن روئیں تھیں "میجر نے سیال کے چہرے پر آنکھیں گاڑھے ایک ہی سانس میں اتنا کچھ پوچھ ڈالا، میجر کے الفاظ سنتے سیال کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں، کسی نے اس کی جان سے بھی پیاری بہن اس کی دنیا اس کی کل متاع کا ذکر کیا اور اس کے بارے میں جاننا چاہا

،کیپٹن سیال سے مسکرایا بھی نا گیا"تم پلیز مجھ سے بڑا بھائی بن کے بات شئیر کر سکتے ہو سیال،دیکھو اب تم بھی مرد ہو کر ضبط نہیں رکھ پا رہے آخر کیا بات ہے ایسی"میجر پریشان سا متجسس اس کی پیٹھ پر تھپکی دے کر بڑے پن کا اظہار کر رہا تھا"سر کرنل زعیم شاہ سر نے جو آرمی جوائن کرنے کی بات کی اس پر وہ ضبط نہیں رکھ پائی"میجر نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے جنہیں اسی کی بات سمجھ نہیں آرہی تھی"بات یہ ہے سر کے پاپا کو آرمی پسند تھی،پاپا کے ساتھ ثمن کی بہت زیادہ اٹیچمنٹ تھی بس پاپا سے یہ جنون ثمن میں آگیا،حالنکہ میں ثمن سے 4سال بڑا ہوں لیکن پھر بھی میں پاپا کے اتنے نزیک نہیں ہوا شاید مجھے ماما سے زیادہ پیار ملا، ثمن 7کلاس میں تھی جب پاپا کی ڈیتھ ہوئی،ماما نے ہمیں بہت ہمت سے اور پیار سے یہاں تک پہنچایا وہ ثمن کے آرمی کریز سے شروع ہی سے سخت عاجز تھیں،پھر ثمن نے دو بار آرمی ٹیسٹ بھی دیا لیکن اس کی معمولی سی نظر کمزور ہونے کی وجہ سے اسے دونوں بار ہی سلیکٹ نہیں کیا گیا،ماما نے اسکے ڈاکیومنٹس اپنے پاس رکھ لیے اس لیے اب وہ آرمی جوائن نہیں کر سکتی،کوئی بھی آرمی جوائن کرنے کی بات کرے تو وہ یونہی رو پڑتی ہے،پاگل ہے بہت سمجھانے پر بھی اس کا یہ کریز ختم نہیں ہوا میں نے بھی اس کی خواہیش پہ ہی آرمی جوائن کی سر،"میجر بڑے غور سے اسے سن رہا تھا نا جانے کیوں اس سر پھری لڑکی کے آنسو

انہیں تکلیف دے گئے تھے ان آنسوؤں سے بھری آنکھوں نے میجر کی رات میں نیند دور کر دی تھی، میجر کے لب ہولے سے مسکرا اٹھے "اتنا بھی کیا کریز ہوا کہ یوں روتی ہیں وہ، سچ میں پاگل ہیں وہ یہ بھی کوئی بات ہوئی آنسو بہانے کی، کبھی کبھی کچھ من چاہا نہیں بھی ملتا" میجر دوبارہ کھڑکی میں جا کے کھڑا ہو گیا اور آنکھیں موند لیں اور آنکھوں کے پردے کے پیچھے ضد کرتی ثمن کا آنسوؤں سے بھرا چہرہ لہرایا تو میجر نے فوراً آنکھیں کھول دیں "وہ ایسی ہی ہے سر پھری سر، ماما بہت پریشان رہتی ہیں اس کی وجہ سے اسی لیے جان بوجھ کے اسے اسکی شادی کر دینے کی دھمکی دیتی رہتی ہیں" شادی کا لفظ سنتے ہی میجر جو پر سکون کھڑا تھا جھٹ سے سیال کی طرف دیکھا خدا جانے کیوں پل بھر کے لیے میجر کو اپنا دل مٹھی میں بند ہوتا محسوس ہوا، کچھ بولنے سے بھی قاصر تھی زبان "لیکن سیم بھی اپنے طرز کی ایک انوکھی ہی بلا ہے آفت ہے سر، اس کی ایک ہی رٹ شادی کرے گی تو کسی فوج کے بندے سے چاہے وہ فوج میں چپڑاسی ہی کیوں نا ہو ۔۔" سیال بھی چلتا چلتا ان کے پاس آن کھڑا ہوا، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، مسکرائے اور بیک زبان بولے "پاگل لڑکی" ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

New Era Magazine

ان کی بہترین کارگردگی دیکھ کر کال پر موجود جو کوئی بھی تھا سراہ رہا تھا، رات کے 11 بجے یہ خبر اس کے لیے بہت بڑی خوشی کی خبر تھی تب ہی تو داد دیتے تھک نہیں رہا تھا جب کہ دوسری طرف داد وصول کرنے والے اسے یوں دل کھول کے تعریف کرنے پر دنگ رہ گئے تھے، بھلا اس سڑے، کڑوے، مغرور اور غصیلے بندے سے اتنے تعریفی الفاظ کہاں امید کیے جا سکتے تھے لیکن فی الحال یہ حقیقت تھی کہ وہ سڑا، کڑوا بندہ خوشی سے سرشار بہت میٹھاس بھرا تھا" اوکے سر صبح ملاقات میں تفصیل سے بات ہو گی" ایک دوسرے کو ساکن حالت سے نکالتے دونوں میں سے ایک نے بات سمیٹی" ٹھیک ہے صبح ملاقات ہو گی، ایک بار پھر ویلڈن میں تم دونوں سے ایسی ہی توقع کر رہا تھا بہت خوب۔ شب بخیر" کال ختم ہو چکی تھی لیکن وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں گاڑھے منہ کھولے اپنی اتنی تعریف کو ہضم کرنے کی کوشش میں تھے اچانک سکتا ٹوٹا اور سنسان سڑک پر دونوں کا قہقہہ بلند ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کافی دیر سے وہ چھت کو گھور رہی تھی پھر چارجنگ سے موبائل اتارا اور اسے کنگھالنے لگ گئی 5 منٹ تک جب موبائل سے بھی بیزاریت کم نہ ہوئی تو میوزک پلئیر آن کر لیا اور نیچے فرش پہ بچھے قالین پر کشن رکھ کر لیٹ گئی مگر یہ کیا کل رات کی طرح آج بھی

نیند کوسوں دور تھی اس نے چار پانچ بار آنکھیں جھپٹیں لیکن نیند کہیں بھی نہیں تھی، اس نے کشن بیڈ پر پھینکا اور کھڑکی کے پردے ہٹا دیے باہر لان میں روشنی تھی، ہوا بھی چل رہ تھی تب ہی تو درخت جھوم رہے تھے، ہلکی سی مسکراہٹ نے اس کے چہرے پر پہرہ قائم کیا، جلدی سے جوتے ہاتھوں میں پکڑے دروازے کو آرام سے بند کیا اور بہت سہج سہج کے پاؤں رکھتے اس نے سیڑھیاں پار کیں لاؤنج کی بڑی تمام روشنیاں بجھی تھیں دو لیمپ جل رہے تھے جن کی اتنی سی تو روشنی تھی کہ وہ آرام سے لاؤنج سے نکل سکتی تھی، آس پاس نظر دوڑاتے اس نے آخر کار لاؤنج سے باہر نکل کر لان کی روش پر قدم رکھا، ایک لمبا سانس کھینچا جلدی سے سلیپر پاؤں میں پہنی اور آہستہ سے گارڈز کے پاس گئی جو جاگ رہے تھے، وہ بھی سایہ دیکھتے چوکس ہو گئے تھے "ارے ے ے میں ہوں، یہی بتانے آئی تھی شور نہ کریے گا میں کچھ دیر لان میں ٹہلنے کے لیے آئی ہوں ، ہوا چل رہی ہے یہاں اندر دل گھبرا رہا تھا" اس نے آہستہ سے ان سے سرگوشی کی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی کھڑکی سے جو نیچے کا لان کا احاطہ تھا وہاں سلیپر اتار کر بیٹھ گئی، امرود کے درخت نے ہر طرف خوشبو بکھیر رکھی تھی اس نے ٹانگیں پھیلا لیں اور ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے بل پیچھے کی جانب زرا سرکی، سر کو گردن اونچی کیے پیچھے گرایا، آنکھیں موند لیں اور سانس کھینچ کے ہوا کو اندر اتارنے لگ گئی تھی تب ہی

سیاہ ذہانت سے بھرپور گھنی پلکوں سے گھورتی دو آنکھیں اسے دکھائی دیں، ثمن نے فوراً آنکھیں کھول دیں "ہائے اللہ جی یہ مجھے کیا ہو رہا ہے، کل سے مجھے یہ آنکھیں بہت تنگ کر رہی ہیں" اس نے بال الٹے پھیلا لیے تھے اور گھاس پر ہی لیٹ گئی، سامنے آسمان پر باریک سی تلوار تھی جو روشنی بکھیر رہی تھی، وہ چاند تھا شاید 3 تاریخ کا چاند تب ہی تو اتنا باریک تھا ثمن نے اندازہ لگایا تھا، ایک بار پھر اس کا دماغ بھٹک گیا تھا وہ نا چاہتے ہوئے بھی پھر سے میجر احکم مراد کو سوچنے لگ گئی تھی "اتنا ہینڈسم بندہ بھلا کیسے بھولا جا سکتا ہے یار" وہ خود سے مخاطب بڑبڑا رہی تھی، دائیں ہاتھ کی انگلیاں بالوں میں پھیرنے لگ گئی اور پھر ایک لٹ کو شہادت کی انگلی پر لپیٹ لیا، اس کے لبوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ نے تو ڈیرہ جما لیا تھا جو ہٹ ہی نہیں تھیں رہی "ہائے میجر کاش میں آپ سے بات نہ کرتی کاش ہم نہ ملتے، کیا کروں یہ دل سن ہی نہیں رہا میری، میں تین دن سے سونا چاہ رہی ہون مگر سوچ آپ کو رہی ہوں، یہ زیاتی ہے یار نا انصافی ہے آپ کہاں میں کہاں، آپ سڑے مغرور سانپ اور میں معصوم سی پری، ہائے آپکی اتنی روعب دار آواز سن کے میں دہل گئی تھی آپ کا ردِ عمل کیسا ہو گا نانانانا بس بس بس اے جھلے دل اتنا زیادہ خود سر نہ ہو تو سیم کا ہے تو بس سیم کے نام پہ ہی دھڑک یوں غیروں کے لیے ٹھاٹھا دھک دھک کرنے کی ضرورت نہیں، ہونہہ میجر وی کیہڑا اک

ہی آرمی دا خوبصورت ہے سارے فوجی ہی سوہنے سی یار پر اے گل وی سہی اے کے میجر میجر ہی ہے ہائے ئے ئے ئے ئے ئے ئے ربا اے گل چنگی نہیں (ہونہہ میجر بھی کونسا ایک ہی پیارا خوبصورت ہے سارے فوجی خوبصورت تھے یار لیکن میجر کی بات الگ ہے، ہائے ئے ئے ئے اللہ یہ بات اچھی نہیں)" دل پہ ہاتھ رکھے وہ پتا نہیں کیا کیا بولے جارہی تھی، اپنی بے خودی پر خود ہی ہنس دی اور ایک گہرا سانس لیا۔اس کے دل کی رفتار تو تیز سے تیز ہوتی جارہی تھی، ثمن بیٹھ گئی اور چہرہ ہاتھوں میں چھپا کے ہنس دی جیسے میجر اس کے سامنے ہو اور وہ شرمارہی ہو

آگ جب لگے تو سب کچھ راکھ کر دیتی ہے، راکھ کرنے کو صرف ایک چنگاری ہی کافی ہوتی ہے ضروری تو نہیں آگ صرف الاؤ دہکانے سے ہی لگے، دل بھی خشک لکڑی کی طرح ہلکی سی چنگاری سے جل اٹھتا ہے، وہ چنگاری نفرت کی ہو یا محبت کی ناپسندیدگی کی ہو یا پھر دل لگی کی بس آنکھوں کے رستے چنگاری لگنے کی دیر ہوتی ہے یوں پلک جھپکتے دل اس آتش کی لپیٹ میں آجاتا ہے، یہ دل کب کسی کی قید میں رہا ہے یہ تو آوارہ ہے جب چاہے جہاں چاہے وہاں قیام کرتا ہے-----------------------

کافی کے گھونٹ گلے میں اتارتے اسکی نظر مسلسل آسمان پر تھی، کڑوی کافی بھی گڑ کی طرح میٹھی لگ رہی تھی، کپ بالکنی کی ریلنگ پہ رکھے اس نے سر بائیں جانب بنی دیوار پر ٹکا دیا، اور نیچے روشنی سے چمکتی سیاہ سڑک پر نگاہ مرکوز کر دی، وہ بے خود سا ہوا جا رہا تھا، دل عجیب ہی سروں پہ دھڑک رہا تھا، ایک ہاتھ میں کافی کا مگ تھاما تھا جبکہ دوسرا ہاتھ پینٹ کی جیب میں سے نکال کر دل پہ رکھ لیا، پھر سر جھٹک کر کافی کا آخری گھونٹ حلق سے اتارا اور بالکنی کا دروازہ بند کیا، کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا، تکیہ بیڈ سے اٹھا کر صوفے پہ رکھا، بڑی لائیٹس بجھا دیں اور بس ایک لیمپ کو جلا رہنا دیا، ایک بازو سر کے نیچے رکھا جبکے دوسرے کو سینے پر پھینک دیا، وہ جانتا تھا نیند ہزار بلاوے سے بھی نہیں آئے گی، تو دن میں متعدد بار جسے سوچا اسے رات کے اس پہر سوچنا معیوب تو نہیں اپنی سوچ پر وہ خود ہی مسکرا دیا۔ لال منی فراق جس کے گھیر پر ہلکی سی کڑھائی ہوئی تھی پر ایک چھوٹی جیکٹ پہنی تھی سیاہ جینز، سیاہ سٹالر مفلر کی طرح گردن کے گرد لپیٹا اور ساتھ میں ہم رنگ لال رنگ کے فلیٹ باربی شوز پہنے تھے ایک ہاتھ میں موبائل اور دوسرے ہاتھ کی سفید نازک کلائی پہ باریک چین والی گھڑی تھی میک اپ سے پاک چہرہ ہاں شاید مسکرا اتھا، کرسٹل بلش گرین چھوٹی آنکھیں اُس مسکارے میں جکڑی

پلکوں کی وجہ سے زیادہ پر کشش تھیں سیاہ شانوں تک آتے ریشمی بال جنہیں ماتھے پر باب کٹ بنائے رکھا اور دائیں طرف سے چٹکی بالوں کی اٹھائے انکار ول بنائے بائیں جانب باربیز پنز میں ہی مقید کیا تھا باقی بال ویسے ہی کھلے شانوں پر گرائے تھے جو بات کرتے ساتھ ساتھ حرکت کرتے تھے، وہ کسی صورت میں بھی گریجوایشن کی طالبہ نہیں دکھائی دیتی تھی گلابی اور سفید رنگ معصومیت میں اٹی وہ 15 سال سے بھی کم عمر لگتی لیکن یہ حقیقت تھی کہ وہ 15 سال کی ہر گز نہیں، میجر احکم مراد بے بس ہوا پڑا تھا اسکا میجر کو گھورنے پر کھری کھری سنانا، میجر احکم مراد سے تعارف کے بعد شرمندگی پلکوں کے اوپر اٹھنے اور جھکنے کا رقص، وہ ہوش ربا جلترنگ بکھیرتی ہنسی کی کھنک کچھ بھی تو میجر کو بھول نہیں تھا رہا، آنکھوں میں آنسو تکلیف دے رہے تھے تبھی تو سیال سے پوچھ لیا ورنہ میجر کسی سے اچھے موڑ میں بات کر جائے ہو ہی نہیں سکتا لیکن میجر نے کیپٹن سیال سے بات کی میجر نے ثمن حیدر کے آنسوؤں کی وجہ دریافت کی، بیچارہ میجر اچھا بھلا زندگی کی شاہراہ پر اکیلا بڑے ٹھاٹ سے چل رہا تھا کوئی موڑ کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن اب محسوس ہو رہا تھا زندگی کی چلتی اس شاہراہ پر موڑ آئے گا تبدیلی آئے گی، میجر نے آنکھیں بند کر لیں لیکن وہ مسکراتا چہرہ آنکھوں کے پردوں کے ساتھ ہی لہرایا تھا "کاش کہ نصیب ایسا ہو میں کانچ کی اس گڑیا کو اپنے پاس کہیں قید کر کے

سنبھال کے رکھ لوں جہاں کوئی بھی اسے چھو کیا دیکھ بھی نہ سکے "اپنی سوچ پر میجر احکم مراد خود ہی قہقہہ لگا کر ہنس دیا" پاگل ہو گئے ہو میجر کیا اول فول سوچے جا رہے ہو شرم کرو کچھ۔۔"خود کو سرزنش کرتے میجر نے گھڑی کی طرف دیکھا جو رات کے 3 بجے کا پیغام دے رہی تھی میجر تہجد پڑھنے کی غرض سے اٹھ گیا تھا ایک یہی طریقہ بچا تھا چند ثانیے کے لیے اس اپسرا کے حصار سے نکلنے کا

دو دن پورے دو دن بعد تم لوگوں کو یہ خیال آیا کہ اس کام کے بعد بھی کام ہے وہ بھی کرنا ہو گا، ہے نا پورے دو دن بعد "وہ ان دونوں کی کرسیوں کے گرد چکر لگاتے فی الحال بڑے تحمل سے بات کر رہا تھا، دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور شرمندگی سے سر جھکا لیا" ارے او نہوں میں تم دونوں کو ہرگز شرمندہ نہیں کر رہا تم دونوں کا کام تھا ہی صرف اتنا پیارو، باقی کام اور لوگوں کے سپرد تھا" وہ اپنی نشست پہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کہ بیٹھ چکا تھا، دونوں نے برابر اس کی طرف دیکھا جو ہولے سے مسکرا رہا تھا دونوں نا سمجھی کے عالم میں گھر چکے تھے ہمیشہ کی طرح اب بھی وہ بات الجھا کے بتا رہا تھا، اس بندے کو کسی نے شاید بد دعا دی ہوئی تھی بات الجھا کے کرنے کی مجال کے کبھی آسان لفظوں میں اور سیدھی سیدھی بات کرے، بیچارے سانس روکے پوری

بات سننے کو متجسس تھے لیکن وہ بات کو اتنا الجھا چکا تھا کہ انہیں اب اپنے سر پر موت کا سایہ لہراتا دکھائی دے رہا تھا، دونوں کی حالت دیکھ کر بے ساختہ وہ مسکرا دیا "اتنا ڈرے ہوئے کیوں ہو، بھئی سچ کہہ رہا ہوں تم لوگوں پہ کوئی سزا یا جزاء نہیں اب تم اپنا کام کر چکے "لیکن سر ٹریکر کو "ایک نے لبوں پر زبان پھیرتے بات کرنی چاہی لیکن اس نے مکمل نہیں کرنے دیا تھا" تمھارا کام تھا ٹریکر لگانا۔ ٹریکر لگنے کے بعد ٹریس بھی لیا گیا اور جس جگہ اس کا ڈیرہ قائم ہے وہاں سیکورٹی بھی الرٹ کر دی گئی ہے اور سپائے کیمرے بھی "اتنا کچھ کر دیا گیا تھا صرف دو دنوں میں دونوں کے منہ کھل گئے تھے، وہ سوچ میں پڑ گئے کون اتنے بہادر تھے جنہوں نے اتنا خطروں سے لبریز کام فقط دو دنوں میں کر لیا، کمرے میں مکمل خاموشی تھی، ان کو جواب مل گیا تھا کہ کون یہ کام کر سکتے ہیں، آخر اُن کے علاوہ ہے ہی کون یہاں اتنا بہادر، دلیر، بے خوف و خطر، دونوں کے لب مسکرا اٹھے جب کہ سامنے بیٹھے شخص نے بھی مسکرا کر انکا ساتھ دیا۔۔۔۔۔۔۔۔

انتظار بھی کیا عجیب شے ہے، مسکراہٹ کو لبوں سے کھینچ لیتا ہے، چہرے کی رونق بنجر ہو جاتی ہے، دل کو ایک بند مٹھی میں قید کر لیتا ہے جو پھر ہر احساس سے عاری ہو جاتا، ہر احکام سے باغی ہو جاتا، انتظار میں ایک ایک پل گزارنا کسی زہر کو گھونٹ گھونٹ پینے

سے کم نہیں، قطرہ قطرہ آنکھوں سے جان پگھلنی شروع ہوتی ہے، زبان کسی قفل میں قید ہو جاتی بس کلام کرتی تو صرف آنکھیں، کبھی ویران خشک ہو کر تو کبھی اشکوں کے بہنے پر کبھی نگاہ کے تعاقب سے تو کبھی بند آنکھوں کے پردوں سے، انتظار نینوں کو زبان بخشتا ہے، ہاں انتظار آنکھوں کو قوتِ گویائی سے نوازتا ہے، یہ گرانتظار سیکھاتا ہے

''''''

وہ بے سود بیڈ پر پڑی تھی اس کی سنہری زلفیں تکیے پر بکھری کسی ویران اور قحط میں لپٹے جنگل کی سی تھیں، شفاف گلابی چہرے کا رنگ زرد ہو چکا تھا، بے جان لاغر جسم، نیلی آنکھیں سرخ ڈوروں کے قبضے میں تھیں سیاہ گہرے ہلکوں نے شکنجے میں لیا ہوا تھا، اسے یوں دیکھ کر دل دہل جاتا، پشاور کی ملکہ نیم مردہ حالت میں تھی، کمرا گھپ اندھیرے میں ڈوبا تھا، محرما جان نے لیمپ روشن کیا اسے یوں دیکھ کر انکے سینے میں درد کی ایک لہر گزری تھی "بز گل جاناں، اٹھو رات ہو گیا ہے جاناں" انہوں نے نرمی سے اسکے بال سمیٹے اور سر پہ پیار سے تھپکی دی "گل جاناں تمھارا آغا بھی پوچھ رہا تھا ام نے کہہ دیا اس کا طبعیت ٹھیک نہیں، اب تو اٹھ جاؤ دیکھو ام نے اپنا بچے کے لیے یخنی لے کر آیا ہے جاناں" اس کے ماتھے پر سے بال ہٹا کر بوسہ دیا اور لاڈ سے سر گود میں رکھ دیا تب ہی

اس نے آنکھیں کھولیں "ام کو بھوک نہیں ہے محرما جاناں" اتنی رندھی آواز تھی کہ محرما جان ساکت ہوئے اسکے چہرے کو تک رہی تھیں، آواز میں قرب ہی قرب سمیٹا تھا ، محرما جان کو محسوس ہوا جیسے کسی نے انکے دل پر وار کیا ہو "کیا بات ہے جاناں، کس بات نے یہ حالت کر دیا تمھارا، امارا دل پھٹ رہا تمھیں ایسا دیکھ کر" انہوں نے اسے کندھوں سے پکڑ کر بیٹھا دیا اور چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں تھام لیا، بزگل کی آنکھوں سے دو موتی ٹوٹ کر محرما جان کے ہاتھوں پر گرے تھے، انہوں نے سرعت سے بڑھ کر اسکی انکھوں کو چوم لیا "نہ کرو گل جاناں ایسا ام کو عشق ہے تمھاری ان آنکھوں سے کیوں تم ان کو ویران کر رہا ہے جاناں، ام کو بتاؤ کیا بات ہے جو تمھیں دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے، ام سے تمھارا یہ حالت نہیں دیکھا جا رہا" محرما جان خود پر ضبط نہیں قائم رکھ پائیں تھیں، گل بڑھ کے انکے گلے لگ گئی اور پھوٹ پوٹ کے رو دی محرما جان کے لاکھ چپ کروانے پر بھی اسے نا جانے کیوں صبر نہیں تھا آ رہا وہ اور شدت سے رو دی "ام کو لگتا ہے ام مر جائے گا جاناں بہت جلد مر جائے گا انتظار کی آگ میں جل جل کر مر جائے گا محرما جاناں، ہمارے دل کا درد بڑھتا ہی جا رہا ہے، ام میں اور برداشت کا طاقت نہیں ہے جاناں کیوں ام کو اتنا درد ہے" وہ سسکیاں لے لے کر رو رہے تھی ہچکیاں لینے سے بات نہیں تھی ہو پا رہی اس سے، محرما جاناں کی رونے

کی روانی میں بھی اضافہ ہو گیا تھا "ام کو نکال دو اس درد سے جاناں، ہمارا سانس بند ہو رہا ہے، ام مرہا ہے ام مرنے لگا ہے جاناں ام" اسکے لفظ بات کرتے کرتے ختم ہو گئے تھے کیونکہ ایک آواز نے سرگوشی کی تھی چند لفظ، جملے کانوں کی اوٹ سے سنائی دیے تھے "گل پلیز اتنا زیادہ مت رویا کرو، مجھے تکلیف ہوتی ہے تمھیں یوں بلکتا دیکھ کر گل پلیز مرنے کی بات نہ کیا کرو دل کٹتا ہے میرا، تم نے آئندہ یہ بد دماغ باتیں کی تو پکے والی ناراضگی ہو جائے گی میری تم سے" بز گل نے منہ پر ہاتھ رکھ لیے اسے اور شدت سے رونا آرہا تھا، اسنے آنکھیں زور سے میچ لیں تھیں، محرما جان گلے سے لگائے اسے خاموش کروانے کے جتن کر رہیں تھیں مگر اسے صبر تھا کے آ ہی نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تجھے کیسے پتا نہ چلا کہ تیرا انتظار کردی آں۔۔۔!!

New Era Magazine

ٹیبل پر مکمل خاموشی تھی، خانساماں رات کے کھانے کے تمام لوازمات رکھ کے جا چکی تھی، بس وہ دونوں ہی وہاں ڈائیننگ ہال میں بیٹھی تھیں "سیم اگر تم کل کچھ زیادہ مصروف نہیں تو میرے ساتھ آفس چلنا" ڈنیز (ثمن کی والدہ) نے فرائیڈ رائس کا چمچ منہ میں ڈالا اور پانی گلاس میں انڈیلنے لگ گئیں دوسری طرف ثمن جو منہ میں پہلے جو چاول چبا رہی تھی گلے میں اٹک گئے اور پلیٹ سے چاول بھرتا چمچ والا ہاتھ بھی وہیں تھم گیا، وہ بے یقینی سے ماما کی طرف دیکھ رہی تھی "آرام سے سیم کھانا کھاؤ پہلے پھر بات کرتے ہیں" ثمن کے گلے میں اٹکتے چاولوں نے اسکا سانس بند کر دیا جس سے اب وہ زور زور سے کھانس رہی تھی، ڈنیز اپنی کرسی سے اٹھیں گھوم کر اسکے پاس آئیں اور اسکی پیٹھ پر تھپکی دی، پانی کا گلاس لبوں سے لگایا، سیم کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں آنکھوں سے تو پانی بھی بہنے لگ گیا "اتنی بھی کوئی انہونی بات نہیں کی تھی میں نے سیم" واپس اپنی نشست سنبھالتے ڈنیز ایک بار پھر مخاطب ہوئیں تھیں "ماما میں، کیسے،،؟ مطلب میں کیوں آؤں آفس" ثمن کو سمجھ نہیں آ رہا وہ کیا جواب دے "تم اپنے ان دو پیروں پہ چل کر آؤ گی اور آفس میں کام کے لیے ہی آؤ گی، وہاں کوئی دعوت کے لیے نہیں بلایا تمھیں" ڈنیز کا لہجہ قدرے سخت ہو گیا تھا "ماما میں نہیں فارغ آفس کے کاموں کے لیے" سیم نے سرسری سا جواب دیا اور ابھی چمچ کھانے کی

غرض سے اٹھایا ہی تھا کہ ڈنیز کی گرج نے اسے دہلا کے رکھ دیا" آخر تم دونوں بہن بھائی کو مجھ پر ترس کیوں نہیں آتا۔۔؟؟ کیوں تم دونوں کو اپنی اس ماں سے پیار نہیں ،کیسے اتنے لاپرواہ ہو اپنی ذمہ داریوں سے، آخر تم دونوں کو ایک بات سمجھ کیوں نہیں آ رہی کہ تمھارے باپ کا پھیلایا بزنس مجھ اکیلی بوڑھی جان سے نہیں سنبھالا جاتا، ایک نے فوج میں بھرتی کروالی تو دوسری پتہ نہیں کن چکروں میں ہے۔۔۔ کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا اتنا پھیلاوا مجھ سے نہیں سمیٹا جاتا، تھک گئی ہوں میں بھاگ بھاگ کے، ملکوں، شہروں کی خاک چھان چھان تلیاں گھس گئیں میری۔ خدا کے لیے ترس کھاؤ مجھ پہ سیم تم" جب آپ نے میرے باپ پہ ترس نہیں کھایا تو میں آپ پہ کیسے ترس کھاؤں ماما، کیسے میں ہار مان جاؤں، نہیں میں آفس نہیں جوائن کروں گی، مانا یہ وہی بزنس ہے جس کے لیے میرے پاپا نے جوانی ضائع کر دی اور ملکوں شہروں میں پھیلایا، یہ وہی بزنس ہے جس کے لیے میرے پاپا دیوانے تھے لیکن میں یہ کیسے بھول جاؤں یہ وہی بزنس ہے جس نے میرے پاپا کو مجھ سے چھینا، یہ وہی بزنس ہے جس کی وجہ سے آپ نے مجھ سے میرے دوست میری، پرچھائی، میری دنیا، میری زندگی چھینی مجھ سے، کیسے ماما کیسے اب میں اس بزنس میں آپ کا ساتھ دوں، جشن منائیں آپ، کیوں اب ہم سے شکوے کرتی ہیں یہی تو چاہتی تھیں آپ ماما" ثمن اونچی آواز میں چیخ رہی

تھی خانساماں اور دوسرے ملازم بھی اس کی کرخت آواز سے ڈر گئے تھے، ڈنیز چپ سادھے اسے دیکھی جا رہی تھیں جو غصے سے لال ہو گئی تھی آنسوؤں کی قطار بندھ چکی تھی، اتنا بلند بولنے سے اور قرب سے اس کی آواز دب گئی تھی اب ثمن نے کھینچ کے کرسی کو ٹانگ ماری جو ڈائینگ ہال میں پڑے کرسٹل کے گلدان کو کرچی کرچی کرتی ایک کونے میں جا گری تھی، تیز تیز قدم اٹھاتی لاؤنج میں پہنچی اور اپنے کمرے میں جانے کے لیے دو دو سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگتی دوسرے فلور پہ چڑھ گئی تھی کھٹاک سے دروازہ بند کیا، نوکر دکھ سے اسے دیکھ رہے تھے، اس گھر کی رونق، اس گھر کا شور اس گھر کا سکون سب کی لاڈلی گڑیا جب بکھرتی تھی تو سمیٹی نہیں تھی جاتی، خانساماں نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور صفائی

والی ملازمہ کو کرچیاں اٹھانے کی ہدایت دیتی دوبارہ کچن میں لوٹ گئی تھی

بھاری قدموں کی چاپ اسے سنائی دے رہی تھی اس نے آس پاس دیکھا مگر ہنوز اندھیرا تھا روشنی کی ایک لکیر تک نہیں تھی، قدموں کی چاپ قریب سے قریب آتی جا رہی تھی تب ہی کسی نے بھاری بوٹوں کی ٹھوکر ماری، روشنی کی چند بوندیں ٹپکنے لگ گئیں تھیں، اچانک ہی ہر طرف روشنی ہی روشنی چھا گئی تھی اس نے آنکھیں سکیڑ کر

دیکھا تو وہ ایک بند کوٹھڑی میں تھا بھاری بوٹوں کی مدد سے جو ٹھوکر لگی تھی وہ دروازہ کو لگی تھی، تین سے چار لوگ اس کے گرد کھڑے ہو گئے تھے اس نے ذرا سا کھسکنے کی کوشش کی مگر سب بے کار، اس کا جسم رسیوں سے جکڑا ہوا تھا وہ ذرا سا کسمسانے کے بھی قابل نہیں تھا تب ہی ایک شخص اسکے سامنے آن کھڑا ہوا "تو تم پیار کی زبان نہیں سمجھے تھے اور نہ ہی سمجھ رہے ہو" اس شخص کے چہرے پر سختی اور نفرت ٹوٹ کے چھائی ہوئی تھی "ایک بار پھر کہتا ہوں جو جو تم سے پوچھا جا رہا ہے اسکا چپ چاپ ایمانداری سے جواب دے دو، ورنہ پیار کے دوسرے تمام حربے بھی ہمیں اپنانے آتے ہیں" ہاتھ باندھے بڑے تحمل سے بات کرتے اس نے آنکھوں کے اشاروں سے ساتھیوں کو کوئی حکم دیا تھا "تم جو کرتا ہے کر لو ام تم کو کچھ نہیں بتائے گا، تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا" گلا پھاڑتی آواز نے سامنے کھڑے چٹان سے بھی مضبوط شخص کو مزید بھڑکا دیا "بتانا تو تمھیں پڑے گا وہ بھی ایک ایک حرف، تم جیسے لاکھوں لوگوں سے واسطہ پڑا ہے، چٹکی میں سب اگلوا سکتا ہوں لیکن فی الحال تم سے پیار سے کہہ رہا ہوں حکم کی تعمیل کرو" اس کا جبڑا اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیتے وہ دانت پیس کے بولا، دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں اسکے بال جکڑ کر سر کو شدید جھٹکا دیا کے اس کی چیخ بلند

ہوئی تھی،اس نے جو بھی اشارہ کیا تھا اس کی تعمیل ہو چکی تھی،وہ کرسی کو پاؤں کی ٹھوکر مارتا باہر نکل گیا لیکن باہر آتے

ہی اسے اندر سے آنے والی چیخ و پکار اور دہائیاں سنائی دینے لگ گئیں تھیں

صبح صبح کچن میں سے بڑی خوشبو آرہی تھی جو سارے گھر میں پھیلی ہوئی تھی،میجر احکم مراد نے کچن میں جھانکا تو حمیرا فاطمہ (کرنل سلیمان کی بیوی اور میجر احکم مراد کی پھوپھو) خانساماں سے مختلف انواع کے کھانے بنوا رہی تھیں،میجر چپکے سے آیا اور ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا پھر لاڈ سے گلے میں بازو حمائل کر دیے،وہ جو مصروف تھیں سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پیار سے رخسار پر تھپکی دی "کیا کوئی خاص دن ہے آج آنی" میجر نے انکی ویل چیئر کو گھسیٹا اور کچن سے لاؤنج میں لے آیا "جب میرا بیٹا گھر آتا ہے وہ میرے لیے خاص دن ہی ہوتا ہے" میجر نیچے زمین پر انکے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے بیٹھ گیا "دیکھ لیں بھیا ماما کتنی چیٹنگ کرتی ہیں میں کہتا رہتا ہوں مجھے یہ کھانا ہے یہ بنا دیں لیکن نہیں بنا کے دیتیں،اور آپکے لیے ٹیبل بھر دیتی ہیں،اٹس ناٹ گڈ فئیر برو" معصوم سا گولو مولو،گورا 10 سالہ چشمان گردیزی منہ پھیلا کے صوفے پر بیٹھ گیا اور کشن گود میں رکھ لیا،کشن پر اپنی کہنیاں ٹکائیں اور ہاتھوں کے پیالے میں اپنا ناراضگی سے پھولا چہرہ

تھام لیا"سچ میں یہ تو چیٹنگ ہے آنی میرے چشمان کے ساتھ"میجر احکم مراد اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا اور ایک آنکھ دباتے چشمان کی طرفداری کر رہا تھا حمیرا ہولے سے مسکرادیں"میرے حلق سے کچھ اترتا ہی نہیں احکم جب تم نہیں ہوتے"پیار بھری نظریں اس کے نکھرے نکھرے چہرے پر ٹکائے وہ صاف گوئی سے کام لے رہی تھیں"یہ کیا بات ہوئی آنی چشمان تو ہوتا ہی ہے آپکے پاس، کیوں چشمان تم گھر ہی ہوتے ہو نا"میجر نے اسے بازوؤں کے حصار میں لیا اور اس کے بال بکھیر دیے اس نے میجر کو گھورا"اوکے آج کے بعد تمھیں سب کچھ ملے گا فائن، اب ناراضگی ختم کرو" اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے پیار سے منانے کی کوشش کی جارہی تھی"ایک شرط پہ ناراضگی ختم ہو گی، بتائیں قبول ہے شرط"چشمان نے کھڑے ہو کر ہاتھ انکے آگے پھیلا دیا، میجر نا سمجھی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا، حمیرا بیگم دونوں کو دیکھتے مسکرا رہی تھیں"بولو، شرط کیا ہے۔۔؟"میجر نے صوفے پر ٹیک لگالی اور کشن گود میں رکھ لیا اور پر سوچ انداز اپنائے اسے دیکھ رہا تھا"آپ اسلام آباد جارہے ہیں آج مجھے پتا ہے، مجھے ساتھ لے کر جائیں اور کرکٹ گیم بیگ لے کر دیں"میجر نے اچنبھے سے اسکی طرف دیکھا پھر حمیرا کی طرف لیکن انہوں نے ہولے سے دائیں بائیں سر گھمادیا، میجر نے ٹیک چھوڑ دی"کس نے بتایا تمھیں کہ میں"آپ بتائیں شرط قبول ہے یا نہیں

بھیا" میجر کی بات کاٹتے وہ اپنی بات پر اٹک چکا تھا، میجر خاموش ہو گیا تھا، اس نے تقریباً 3 ماہ پہلے چشمان سے وعدہ کیا تھا کرکٹ بیگ کا لیکن اسے وقت ہی نہیں مل رہا تھا ،اب بھی وہ کام کے سلسلے میں ہی اسلام آباد جا رہا تھا لیکن کام اتنا زیادہ بھی نہیں تھا" اوکے ڈن، "میجر نے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، چشمان خوش ہو گیا تھا" آآآآآئی لو یو برو، یو آر مائی ورلڈ بیسٹ برو" چشمان میجر کے گلے لگ گیا، میجر نے ایک بار پھر اس کے خوبصورت بالوں میں ہاتھ پھیر کر انہیں بکھیر دیا" سیم یو مائی چیمپئین، بٹ 10 بجے نکلنا ہے تو 10 سے 1 منٹ اوپر نہیں ٹھیک ہے، 45 منٹ ہیں ریڈی ہو جاؤ" اسے وقت کا تنبیہہ کرتے میجر بھی اپنے کمرے کی طرف چل دیا چشمان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا وہ بھاگ بھاگ کر تیاری کر رہا تھا

آئینے میں اپنا عکس دیکھتے وہ اپنی چھوٹی چھوٹی پلکوں پر مسکرا الگا رہی تھی تب ہی پاس پڑا موبائل چیخا، اس نے جھک کے موبئل کی سکرین کو ایک نظر دیکھا پھر مڑ کے پیچھے بیڈ پہ پڑا سٹالر اٹھایا اسے گردن کے گرد مفلر کی صورت میں لپیٹا، موبائل اٹھایا کال اٹینڈ کی اور صوفے پر بیٹھ گئی" کدھر تھی تم کب سے کال کر رہا تھا میں سیم" فون میں آنے والی آواز کافی غصیلی تھی اس نے پرواہ کیے بغیر فون کو کندھے کی مدد سے کان سے لگائے

رکھااور جھک کر پیروں میں نیلے رنگ کے فلیٹ باربی شوز پہننے لگ گی" کہیں بھی نہیں یار، یہیں تھی، کال پک کرتے ٹائم تولگ ہی جاتا ہے "شوز پہننے کے بعد وہ اٹھی اور دوبارہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوگئی نیلے رنگ کی منی فراک پر سندھی کڑھائی والی جیکٹ ساتھ بلیک جینز اور بلیک سٹالر لیے، اپنا وہی ہئیر سٹائل بنائے وہ مکمل باربی کی طرح تیار تھی، ریک سے لمبی سٹریپ ولا چھوٹا سا بیگ اٹھایا اور دائیں جانب کندھے پر ڈال دیا، گاڑی کی چابی اٹھائی اور کمرے کا دروازہ لاک کیا چابی کو بیگ میں پھینکا، اب وہ سہی سے فون پر متوجہ ہوئی "تم مصروف ہو سیم۔۔؟؟"اس کی اتنی دیر خاموشی سنتے سوال کیا گیا تھا" پہلے تھی اب نہیں، تم بولو کیپٹن دن کے 1 بجے تمھارا موبائل کیسے آن "سیڑھیاں پھلانگتی لاؤنج میں پہنچی اور اب اس کا رخ کچن کی طرف تھا" بس تھوڑی سی آزادی ملی تو آن کر لیا تم بتاؤ تم کس کام میں مصروف ہو" ثمن نے فریج سے پانی والی بوتل نکالی آدھا گلاس پانی سے بھرا اور ایک ہی سانس میں پی دیا" میں ذرا شاپنگ کرنے جا رہی ہوں، لاریب کی کال آئی تھی اس کا پلان تھا میں نے سوچا کافی دن سے کچھ نہیں خریدا تو اب جا رہی" گیراج میں پہنچتے گاڑی کا ڈور لاک کھولتے اس نے مڑ کے دیکھا خانساماں اپنے پوتے کو سکول سے لے کر آ رہی تھی اس نے انہیں آواز دی "ٹھیک ہے تم جاؤ، پھر بات ہو گی، دھیان سے ڈرائیو کرنا سیم اللہ حافظ "ہاں میں فارغ

ہو کے کال کروں گی، تم بھی خیال رکھنا کیپٹن، خدا حافظ "کال ڈسکنیکٹ ہوتے ہی اس نے موبائل گاڑی میں پھینکا اور خانساماں کو اپنے جانے کی اطلاع دی، چوکی دار گیٹ کھول چکا تھا، وہ گاڑی میں بیٹھی اور زن سے بھگا کر لے گئی۔ کیپٹن سیال حیدر کو ثمن کا اتنی تیز رفتار میں ڈرائیونگ کرنا بہت ناپسند تھا لیکن سیم کو آہستہ چلانے میں مزہ نہیں تھا آتا۔-------------------

تین دن کے بعد آج وہ تر و تازہ دکھائی دے رہی تھی، بخار نے اسے کمزور اور بہت ہی لاغر کر دیا تھا نیلی آنکھوں کے گرد حلقے کافی واضح ہو رہے تھے، آنکھوں میں سرخ ڈورے ابھی تک موجود تھے، وہ آئینے کے سامنے بیٹھی اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کے ناخن سے کھرچ رہی تھی، محرما جان نے اسکے سنہری لمبے بالوں کی بہت سی باریک چٹیا بنائیں اور پھر سر پر شال اوڑھا دی، اسکے تاثرات ابھی بھی ویسے ہی تھے محرم جان اس کے سامنے آن کھڑی ہوئیں، ٹھوڑی سی پکڑ کر چہرہ اوپر کیا لیکن اس کی نظریں جھکی ہی رہیں "بزگل جاناں، ام کی طرف دیکھو بچے" شال کو سر پر درست کرتے وہ نیچے فرش پر بیٹھ گئیں اور اس کے نازک گلابی ہاتھ پکڑ لیے، بزگل نے پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھا تو وہ مسکرا دیں اور اس کے ہاتھوں کو چوم لیا، بزگل بھی تھوڑا سا مسکرائی تھی "کیا ڈھونڈ رہا تھا ہاتھوں میں تم جاناں، اتنا غور سے دیکھ رہا تھا،

کچھ ملا" ایک آنک دباتے وہ شرارتی انداز میں بولیں، بزگل نے آہستہ سے ہاتھ ان کی گرفت سے نکال لیے اور اٹھ کر رخ موڑ کے کھڑی ہو گئی، محرما جان کو اس کی یہ حرکت بڑی عجیب لگی وہ بھی اٹھ کے سامنے آئیں، بزگل کی آنکھیں پانی سے بھر چکی تھیں، انکو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا، بڑھ کر اسکی آنکھیں صاف کیں، بزگل نے سر جھکا لیا تھا وہ انکی طرف دیکھنے سے کترا رہی تھی "آخر تم ام کو کیوں نہیں بتا رہا کچھ بزگل جاناں، تم کو کس بات کا روگ ہے، یہ روگ آغا لالا اور پری گل جاناں کا دکھ میں ہر گز نہیں لگ رہا ام کو، کیا چھپا رہا ہے تم ام سے" بزگل کے کندھے سے پکڑ کر اسے جھنجوڑتے وہ کافی دکھی تھیں، بزگل نے نگاہیں ویسے ہی نیچی رکھیں البتہ اب اسکی ہلکی ہلکی سسکیاں شروع ہو چکی تھیں، محرما جان کو لگ رہا تھا کوئی سینے سے انکا دل بڑی بے رحمی سے کھینچ رہا ہو جبکہ بزگل کا دل درد سے پھٹنے کو تھا وہ ضبط کیے نچلے ہونٹ کے ایک کونے کو دانتوں میں دبائے سسک رہی تھی "تمھیں ایسا دیکھ دیکھ ام مر جائے گا گل جاناں، کیوں ہلکان کر رہا ہے تم خود کو" محرما جان نے ہاتھ سے اسکے ہونٹ کو دانتوں کی قید سے آزاد کروایا کیونکہ وہاں سے سرخ مائع بہنے لگ گیا تھا، بزگل انکے گلے لگ گئی اور مضبوط گرفت سے تھام لیا، آنکھیں بند کیے وہ لمبے لمبے سانس کھینچ رہی تھی، خود کو نارمل کرنے کی چھوٹی سی کوشش کر رہی تھی، محرماں جان نے اسکا کاندھا

چوم لیا، جان سے بھی عزیز تھی یہ گڑیا انہیں، یہ کانچ کی گڑیا انکی کل متاع تھی پھر بھلا کیسے اسے تکلیف میں مبتلا سسکتا بلکتا دیکھ سکتی تھیں وہ، بے شک وہ اسکی ماں نہیں تھیں لیکن پیدائش سے لے کر اب تک وہ انکی گود میں ہی رہی تھی انکی زندگی کا ایک حصہ تھی،۔۔۔۔

میجر احکم مراد نے گاڑی کی پچھلی نشست پر چشمان کا کرکٹ بیگ رکھا، کچھ شاپنگ بیگز رکھے اور دروازہ بند کیا، چشمان فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ چکا تھا، میجر گاڑی میں بیٹھنے ہی لگا تھا کہ اپنی مخالف سمت سے اسے کسی خاتون کی چیخنے کی آواز آرہی تھی میجر نے مڑ کے دیکھا تو کافی ہجوم تھا، چشمان کو باہر نا آنے کا کہتے وہ بھی ہجوم کو چیرتے پاس پہنچ گئیا چار لڑکے تھے جو دھمکیاں دے رہے تھے جبکہ اک عدد لڑکی کسی فلمی ہیروئن کی طرح کمر پہ ہاتھ رکھے دھمکیوں کا برابر جواب دے رہی تھی، ایک لڑکا اسے گرفت میں لینے کے لیے بڑھا تھا لیکن اس سے پہلے میجر احکم مراد لڑکی کا رخ اپنی جانب کیے اسے ایک زوردار تھپڑ اس کی گال پہ رسید کر چکا تھا، اپنے جلد پن کا بعد میں میجر کو احساس ہوا، وہ جلدی میں بہت غلط کر چکا تھا، وہ دائیں رخسار پہ ہاتھ رکھے آنکھیں پھاڑے میجر کو دیکھ رہی تھی جو ساکت ہوا کھڑا تھا، میجر کے بھاری ہاتھ کی انگلیاں اس کے نازک سفید روئی جیسے گال پر سرخ نشان چھاپ چکی تھیں، میجر نے لڑکوں کو ڈانٹ کے بگھایا اور

پھر اس کی طرف متوجہ ہوا جو بے یقینی سے اسی حالت میں کھڑی تھی" باربی پلیز ڈونٹ کرائے، پلیز سٹاپ کرائینگ یو لوکنگ بیڈ ود ٹئیرز "اسے پتہ بھی نہ چلا کب اس کی آنکھیں بہنا شروع کر چکی تھیں وہ تو نا جانے کب چشمان وہاں آیا اس نے روتے دیکھا اور فوراً گاڑی میں سے ٹشو لیے اس سے نہ رونے کی التجا کر رہا تھا میجر نے سختی سے تھوک نگلا، شرمندگی چہرے سے پھوٹ رہی تھی "آئم، آئم ریلی سوری سیم، مجھے نہیں تھا پتا آپ ہیں لیکن اگر کوئی بھی ہوتا تو میں یہی کرتا کیونکہ آپ غلطی پر تھیں سیم، "میجر احکم مراد کی آواز میں نرمی تھی ثمن نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لیں "آپ جتنی بھی بہادر ہیں لیکن مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی آپکو اندازہ نہیں وہ کیا کچھ کر سکتے تھے لیکن آپ "پلیز سٹاپ سر" ثمن نے میجر کو سختی سے مزید بولنے سے روکا اور بھاگ کے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی" بات سنیں پلیز۔ایک دفعہ پھر سے سوری لیکن "اس سے پہلے کے میجر اپنی بات مکمل کرتا ثمن زن سے گاڑی بھگا کر لے گئی، چشمان خاموشی سے دیکھ رہا تھا میجر جتنا بھی غصیلہ تھا لیکن چشمان سے بہت کم سختی سے پیش آتا کیونکہ چشمان غلطی کرتا بھی بہت کم تھا لیکن وہ میجر کے غصے سے اچھی طرح واقف تھا، میجر احکم مراد نے گاڑی کے بونٹ پر زور سے مکا مارا چشمان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بہت ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا، چشمان سے اتنی خاموشی برداشت نہیں تھی ہو رہی اور اس

نے گاڑی میں چھائے سناٹے کو توڑا۔۔۔"ویسے بھیا باربی کی آئیز میں ٹئیرز بہت برے لگ رہے تھے، شی از ایگزیکٹلی لائیک آ باربی اور آسنو وائیٹ، آر یو نو ہر برو۔۔؟؟"

چشمان اس کی طرف پورا گھوم چکا تھا، میجر نے سپیڈ قدرے کم کی لیکن پھر بھی خاموش رہا، احساس ندامت سے اس کی آنکھیں جھلس رہی تھیں میجر نے نم ہوتی آنکھوں کو رگڑا"بھیا میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں"چشمان نے غصیلی نگاہ دیکھتے کہا تو میجر چونکا "کیا، کیا کہا ہے۔۔؟"چشمان نے تاسف سے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اپنے ماتھے پر دے ماری"ویری بیڈ برو اوکے دوبارہ پوچھ رہا ہوں، آپ باربی کو جانتے ہیں"چشمان سوالیہ نظریں اس پہ جمائے بے صبری سے جواب کا منتظر تھا جبکہ میجر کی آنکھوں میں کبھی گھورتی، کبھی مسکراتی تو کبھی آنسو بہاتی کرسٹل بلش گرین آئیز لہرائی تھیں، میجر نے سڑک کے ایک طرف گاڑی روک دی سر نیچے جھکا لیا چند ثانیے کے لیے آنکھیں موندی اور پھر اسٹئیرنگ پر ہاتھ رکھے چشمان کی طرف گردن موڑی"نہیں میں نہیں جانتا، وہ کون تھی"میجر کو اپنی آواز کسی گہرے پاتال میں سے سنائی دی، چشمان کا موڈ خراب ہو گیا تھا چند لمحے پہلے والی چمک اسکے معصوم چہرے پر نہیں رہی تھی، شاید اسے دکھ ہوا تھا وہ سمجھ رہا تھا بھیا جانتے ہوں گے لیکن اسکی سوچ سہی نہیں تھی"چشمان تم گھر میں اس واقعے کا ذکر کسی سے نہیں کرو گے، رائیٹ"میجر کی آواز،

لہجے میں ذرا سختی تھی، چشمان نے اوپر نیچے ہاں میں سر ہلا دیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگ گیا جہاں باہر آسمان پر چھائے سیاہ بادل تھوڑی دیر تک برسنے کو تیار تھے

لاکر کو بند کرتے اس نے مڑ کر دیکھا شمون خان سر جھکائے آن کھڑا ہوا تھا، چابی گھمائی لاک لگایا اور چابی کو قمیض کی جیب میں ڈالتے پاس پڑے صوفے پر بیٹھ گیا "کیا خبر ہے شمون" سگار کو سلگاتے اس نے شمون کو پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا، کسی روبوٹ کی طرح اشارہ ملتے ہی وہ سامنے بیٹھ گیا "آغا جاناں اڈہ آج بھی بند تھا وہ ام" شمون کی بات بیچ میں ہی رہ گئی تھی اغا خان نے میز پر پڑا گلاس غصے سے دیوار میں دے مارا "زمین کھا گیا یا آسمان نگل گئی اس بہادر خان کو، آخر دو ہفتوں میں وہ کہاں غائب ہو سکتا ہے، ام سے دھوکا کر کے اچھا نہیں کیا اس نے شمون خان، بھاری جرمانہ کرے گا ادوہ، تم جاؤ محرما جان سے کہو کھانا بھیجوائے بہت رات ہو گیا ام کو بھوک لگ رہا ہے" حکم سنتے شمون خان سرعت سے کمرے سے باہر نکل گیا، آغا خان کا غصہ کسی صورت کم نہیں تھا ہو رہا میز پر پڑا خشک میوے کا تھال ہاتھ مار کر الٹا دیا، کمرے کی کھڑکی سے جھانکتی بزگل ڈر کے اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی، اسے لگ رہا تھا کسی دن یوں گلاس اور تھال کی طرح آغا جان نے اسے بھی مار دینا-----------------------------

ثمن جب سے آئی تھی کمرے میں بند تھی،اے سی کی کولنگ اور بارش کی وجہ سے کمرے کے ماحول کی ٹھنڈک ناقابل برداشت تھی،بیڈ پہ آڑی ترچھی لیٹی وہ روتی روتی ناجانے کب سو گئی تھی،ٹھنڈ نے اسے جگایا،سب سے پہلے اس نے ریموٹ سے اے سی بند کیا دومنٹ چھت کو گھورتی رہی،لیمپ کی مدھم سی روشنی میں چھت بھی صاف نہیں دکھائی دی تھی،اسے کھڑکی کے شیشوں سے آہستہ آہستہ کچھ ٹکرانے کی آواز مسلسل آرہی تھی،ایک اور لیمپ آن کیا،پردے ہٹائے تو پتا چلا ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی ثمن نے کھڑکی کے دراوازے کھول دیے اور باہر بالکنی پر چلی گئی لان میں تمام روشنیاں جل رہی تھیں،ایک گاڑی گھر کے مین گیٹ سے داخل ہوتی نظر آئی وہ دور سے ہی گاڑی کو پہچان گئی،اس کا موڈ اور بگڑ گیا زور سے کھڑکی کے دروازے بند کرتی وہ گرنے کی سی بیڈ پر جمپ لگا کر لیٹ گئی،گھڑی پر وقت دیکھا تو وہ رات کے 10 بجا رہی تھی،اسے عجیب سی الجھن ہورہی تھی،جلدی سی اٹھی اور ہاتھ بڑھا کر میوزک پلئیر آن کیا،ڈریسنگ ٹیبل سے موبائل اٹھایا اور دوبارہ اوندے منہ پیٹ کے بل لیٹ گئی

نگاہوں میں دیکھو میری جو ہے بس گیا

وہ ہے ملتا تم سے ہو بہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جانے تیری آنکھیں تھیں یا باتیں تھیں وجہ

ہوئے تم جو دل کی آرزو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تم پاس ہو کے بھی، تم آس ہو کے بھی

احساس ہو کے بھی اپنے نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایسے ہیں ہم کو گلے تم سے نا جانے کیوں

، میوزک پلائیر پر چلتے گانے نے اسکی آنکھیں پھر لبالب پانی سے بھر دیں، دو پہر کا سانخ آنکھوں میں چمک اٹھا تھا ثمن نے سختی سے آنکھیں میچ لیں تھیں ثمن رونا نہیں چاہتی تھی لیکن پھر بھی وہ رو دی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

گاڑی بڑی تیز رفتار سے آ رہی تھی، اچانک ایک دم بریک لگنے سے گاڑی کے انجن نے بہت زیادہ دھواں خارج کیا۔ شمون خان نے اسٹئیرنگ پہ ہاتھ رکھے گردن موڑ کے آغا داور خان کی طرف دیکھا جو اسے ہی تعجب سے دیکھ رہا تھا، شمون خان سرعت سے دروازہ کھول کے گاڑی سے اترا آغا خان کی طرف کا دروازہ کھولا وہ بھی بڑے اشتعال میں گاڑی سے اترا اور تیز تیز قدم عمارت کے اندر بڑھا دیے ہانپتا کانپتا شمون بھی تائید میں پیچھے لپکا تھا، وہی مزدور تھے، ویسے ہی اپنے روز کے معمول کے مطابق کام کرتے

New Era Magazine

گھوم پھر رہے تھے، آغا خان کا غصہ مزید بڑھ گیا جب اسے کوئی خوش آمدید کہنے نہیں آیا تھا ورنہ دروازے پر اس کا پر تپاک استقبال ہوتا تھا، آغا خان نے مالک کے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیے شمون خان بھی اسکی پیروی کرتا چل پڑا۔ آغا خان نے قدم کمرے میں رکھا تو کمرے میں بلکل سامنے بیٹھے شخص یعنی اڈے کے مالک کا حلیہ و حالت دیکھ کر دنگ رہ گیا وہ سرعت سے آگے بڑھا اسے گریبان سے پکڑ لیا "کہاں تھا تم 19 دن بہادر خان، 19 دن تم نے آغا داور خان کو دھوکے میں رکھا، بتاؤ ام کو کیا کھیل رچا رہے ہو امارے ساتھ" بہادر خان کا سانس بند ہو رہا تھا لیکن آغا خان کی گرفت سخت سے سخت ہو رہی تھی، شمون چپ سادھے تماشائی بنا دیکھ رہا تھا، وہ کچھ بھی پیش کش کرنے سے قاصر تھا۔ آغا خان نے دوسرے ہاتھ سے اس کے جبڑوں کو سختی سے دبوچ لیا "تم کیا سمجھا تھا ام تم کو یوں چھوڑ دے گا، نہ نہ آغا خان نہ چین سے بیٹھتا ہے نہ ہی بیٹھنے دیتا ہے، بتاؤ ام کو یہ جو تم لال نیلا کالا منہ کیے اڈہ کھولے بیٹھے ہو کونسا کھیل ہے بتاؤ" آغا خان نے اسکا گریبان اک جھٹکے سے چھوڑا اور وہ بیچارا کرسی پر ڈھے سا گیا، آغا خان نے کرسی کے بازوؤں پر ہاتھ ٹکائے اور اس پر جھک گیا، اسکی آنکھیں انگارے برسا رہی تھیں، آغا خان نے ایک زوردار مکا اسکے جبڑے پر دے مارا جس سے اسکے منہ سے خون کا فوارہ چھوٹ گیا تھا، اسکا سانس اکھڑ رہا تھا۔ لیکن خود کے

New Era Magazine

دفاع کے لیے اسکا کچھ بھی بولنا اور صفائی دینا ضروری تھا، جسم پر ثبت پہلے ذخموں میں شدید ٹھیسیں اٹھنے لگیں، بہادر خان نے تھوک نگلا، لبوں پر زبان پھیری "ام تم کو بتاتا ہے آغا خان، خدا کے لیے یہ ہاتھ دوبارہ مت چلانا" مردہ ہاتھوں سے منہ سے رسنے والا خون صاف کرتے بہادر خان نے ایک کڑی نگاہ سے دروازے کی اوٹ میں کھڑے چھپے شخص کو دیکھا اور دانت پیستے کھڑا ہو گیا "ام کو ہمارے لالا نے ڈھونڈ لیا تھا اسکے بندے ام کو لے گئے تھے آغا خان، اس لیے ہی تو تم کو بتانا سکے کہ ام جا رہا ہے، یہ دیکھو ہمارا کیا حالت کر دیا" بہادر خان نے قدم اٹھانا چاہا لیکن اسکی ٹانگوں میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی کہ وہ کراہ کر رہ گیا اور دوبارہ کرسی پر ڈھے گیا "ام کو نہیں فرق پڑتا تم جیو یا مرے بس ام کو امارا رقم ادا کرو، خدا جانے تم کل پھر چلا جائے، تمھارے مال سے ام نقصان کیوں برداشت کرے بہادر خانا، ام کو امارا رقم دو قصہ ختم کرو ام دوبارہ یہاں کا رخ ہی نہیں کرے گا بہت خوار ہو لیا" شمون خان نے گلاس میں پانی انڈیلا اور آغا خان کی طرف بڑھایا جو اپنی پیشانی مسل رہا تھا "ام کا سارا پیسا لالا کے پاس ہے کچھ رقم جو لوگوں سے لینا تھا وہ ام نے 2 دنوں میں اکٹھا کیا ہے تم وہ لے جاؤ باقی دو مزید دنوں میں ہم واپس کر دے گا" آغا خان سے اسکا تحمل سے بات کرنا برداشت نہ ہوا اور گلاس فرش پر پھینکتے اس پر جھپٹنے ہی لگا تھا کہ شمون خان نے پکڑ لیا "آغا جاناں اس کا

حالت پہلے ٹھیک نہیں، مر جائے گا، جب یہ مر جائے گا تو کس کام، کہہ رہا ہے نا کرے گا واپس تو کرے گا اگر نا کیا تو ام خود اس کے ٹکڑے کر کے پشاور کے جانوروں کو دے گا" شمون خان نے کڑی اور تیکھی نظروں سے بہادر خان کو دیکھا جو سرعت سے میز کے دراز میں چابی گھمانے لگا، رقم نکال کر میز پر رکھ دی، شمون خان نے رقم اٹھائی اور "بھول مت جانا صرف دو دن کا اور مہلت دے رہا ہے ام تم کو بہادر خانا، صرف دو دن پھر اگر تم کہیں بھی بھاگ جاؤ تم کو ڈھونڈ نکالے گا ام یاد رکھنا" شمون خان نے رقم آغا خان کی طرف بڑھائی، آغا خان نے رقم جھپٹی اور باہر کو قدم بڑھا دیے، پیچھے بے بس لاچار اور مجبور بیٹھے بہادر خان نے اپنے سر کے بالوں کو ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبوچ لیا تب ہی چھپے لوگ کمرے میں داخل ہوئے اور اپنا کام کرنے میں جت گئے

سیم یہ تم بات بات پہ کیوں چڑ رہی ہو آج یار، یہ تمھاری عادت نہیں ہے ثمن، تم اتنا روکھا تو نہیں بولتی" کیپٹن سیال کی شکایت پر ثمن نے آنکھیں بڑی آہستہ سے موند لیں ایک گہرا سانس لیا لیکن بولی کچھ بھی نہیں "تم ٹھیک نہیں ہو سیم، تمھیں کلینک جانا چاہیے ماما بھی کہہ رہ ہیں تم تین چار دن سے ایسی ہی ہو، یار تمھیں پتا تو ہے کتنا فکر مند

رہتا ہوں میں تمھارے لیے اور تم ہو کہ سیم "یار میں ٹھیک ہوں بلکل ٹھیک، بس تم نے بات جو نہیں کی اتنے دن اس لیے تمھیں بھی تو پتا ہے میں تمھارے بن کچھ بھی نہیں، نیند نہیں آتی تمھاری آواز سنے بغیر لیکن تم سیال، خیر چھوڑو فکر میں بلکل ٹھیک ہوں" ثمن کی آنکھ سے ایک آوارہ گمنام آنسو رخسار پر بہہ گیا تھا، وہ لان میں بیٹھی تھی مغرب ہونے ہی والی تھی اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو پرندوں کا ایک غول آسمان پر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھا" دلاسہ دے رہی ہو، مجھ سے ناٹک کر رہی ہو سیم۔۔؟" کیپٹن سیال کا انداز سوالیہ تھا" آخر مسئلہ کیا ہے سب کو مجھ سے، سب کے پاس مجھ سے اعتراضات کی فہرست ہے، میں اب کیا کر سکتی ہوں اگر میں ایسی ہی ہوں" وہ بہت چڑ چڑی سی ہوئی تھی اسکا بات کرنے کا یہ انداز سن کر کیپٹن کا منہ کھل گیا تھا، وہ کچھ مزید بولنے سے اس لیے رک گیا کیونکہ ثمن کا مزاج بگڑ رہا تھا" ٹھیک, نہیں کچھ بھی پوچھتا، مجھ سے بھی اب کوئی امید نہ رکھنا، اور بتاؤ یونی جاتی ہو۔۔؟" بات کو ختم کرتے نارمل رویے کی طرف لوٹتے کیپٹن سیال حیدر نے شائستگی سے بات بدلی" ہاں جاتی ہوں، تم بتاؤ کیا بنا مشن کا کتنا پروسس ہو گیا، اور کہاں غائب تھے ویسے اتنے دن۔۔؟ "وہ لوٹ چکی تھی اپنے گزشتہ رویے میں کیپٹن نے شکر کا سانس خارج کیا" کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے، تھوڑی پیچیدگیاں ہیں وہ کور کرنے کی کوشش میں ہیں بس اسی

کام میں مصروف رہے، میجر نے موبائل آف کروادیے تھے پرمانینٹلی، آج یونٹ سے گئے ہیں تو سکون کا سانس لیا ہم لوگوں نے بھی "میجر کا نام سنتے سکون سے بیٹھی چائے پیتی ثمن کے ہاتھ سے چائے چھلک کر میز پر گری تھی شکر اس بات کا کہ چائے ٹھنڈی تھی "میجر یونٹ سے کیوں چلے گئے تم لوگ بھی تو وہیں ہی ہو" کرنل سلیمان انکے ماموں ہیں اور انکی وائف پھپھو یہ بات تمھیں کئی بار بتا چکا ہوں سیم، کرنل سلیمان یہیں آرمی آفیسرز کالونی میں رہتے ہیں تو اکثر میجر احکم سر بھی چلے جاتے ہیں،" ثمن نے چائے کا آخری گھونٹ گلے میں انڈیلا، کپ میز پر رکھا اور ننگے پاؤں گھاس پر چلنے لگی ہلکی ہلکی ہوا پودوں اور درختوں سے آتی بہت راحت دے رہی تھی ثمن نے اوپر کو چہرہ کیے آسمان کو دیکھتے لمبے لمبے سانس لیے وہ خود کی اس کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہی تھی اگر سب کو شکایت تھی تو اسے خود اپنے اس رویے اس کیفیت سے کراہت ہو رہی تھی "اپنی صحت کا خیال رکھا کرو اور پلیز یہ لاریب نامی بلا سے تھوڑا دوری اختیار کرنے کی کوشش کرو جیسی وہ خود فضول ڈائیٹ کھاتی تمھیں بھی اس پہ لگا لیا" کیپٹن کی بات پر ثمن پھیکا سا مسکرائی تھی" ممم جو حکم میرے آقا" حکم یہ ہے کہ خدا حافظ میرا حکم نامہ آگیا کمرے میں ہوں ہال میں طلب کیا جا رہا مجھے اللہ حافظ "کیپٹن سیال حیدر نے جلدی سے فون بند کیا تکیے کے نیچے رکھا اور ہال کی طرف دوڑ لگا دی جبکہ ثمن

بے مقصد لان میں ٹہلتی رہی اس پہ نظر رکھتی ملازمہ نے جلدی سے اسکی نارمل حالت کی خبر ڈنیز کو دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کمرے میں مدھم سی روشنی تھی لیکن کمرے کا مکین وہاں موجود نہیں تھا، کھڑکی کے دروازے کھلے تھے اور وہاں بالکنی میں نصب ڈسکو لائیٹ روشن تھی مطلب وہ وہیں تھا ،کرنل سلیمان بالکنی میں گئے تو وہ ریلنگ پہ ہاتھ رکھے اور ایک ہاتھ میں کافی کا مگ تھامے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے آسمان پر روشنیاں بکھیرتے چمکتے چاند کو بڑے غور سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، کرنل سلیمان نے جان بوجھ کہ کھانسی لی تاکہ اس کے یوں ارتکاز کو توڑ سکیں لیکن بے سود وہ متوجہ نہیں ہوا تھا، کرنل سلیمان قدم اٹھاتے اسکے قریب آئے اور پیچھے کھڑے ہو کر کاندھے پر ہاتھ رکھا، ارتکاز ٹوٹ گیا تھا اس نے گڑبڑاتے ہوئے دیکھا "کیا بات ہے احکم۔۔؟ اتنے غور سے کیوں دیکھ رہے چاند کو "میجر احکم دوبارہ دیکھنے لگ گیا لیکن زبان سے اک لفظ ادا نہ کیا، کرنل سلیمان اسکے چہرے پر نظریں گاڑھ چکے تھے "کیا بات ہے احکم۔ کس بات نے اتنا پریشان کر رکھا ہے، تم کچھ دنوں سے بہت الجھے دکھائی دے رہے ہو اور یہ سب نے نوٹ کیا ہے" میجر احکم کا چہرہ اپنی طرف موڑتے وہ پیار سے دریافت کر رہے تھے، وہ کرنل سلیمان کی طرف دیکھنے سے کترا رہا تھا تبھی نگاہیں جھکا لیں اور کپ کے کناروں پر انگلی پھیرنے

لگ گیا" کچھ بھی نہیں ماموں بس ایسے ہی" نہیں تمھاری پھوپھو بھی شکایت کر رہی تھیں کہ میں نے زیادہ بوجھ ڈالا ہوا ہے تم پر، تھکاوٹ کی وجہ سے تم بہت خاموش اور کھوئے کھوئے رہتے ہو" کرنل سلیمان بھی ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے "ایک بات تو بتائیں ماموں۔۔؟" اس نے نظریں کرنل سلیمان کی طرف پھیریں تو انکو بہت عجیب لگا اسکی آنکھوں میں سرخ ڈوروں کو دیکھ کر جورت جگوں کی علامت تھے چہرے پر بڑھی شیو الجھے بال مکمل رف حلیہ بہت زیادہ عجیب تھا" پوچھو احکم۔۔" کیا آپ کو بھی لگتا میں برا ہوں بہت سخت ہوں اکھڑ مزاج ہوں بلکہ جلاد ہوں، میں مانتا ہوں میری طبعیت مزاج ریزروڈ سے ہیں، میں کسی کے ساتھ جلد گھل مل نہیں جاتا، غصہ جلدی آجاتا لیکن ماموں میں دل کا برا تو نہیں ہوں، ایسا ہر گز نہیں مجھ میں احساس یا جذبات نہیں ہیں پھر بھی میں کیوں اتنا روڈ ہوں ماموں" میجر کی آواز بہت رندھی ہوئی تھی، آنکھیں نم تھیں، کرنل سلیمان نے بڑھ کے اسے دونوں شانوں سے تھام لیا اور ایڑیاں اٹھا کر اس لمبے خوبصرت نوجوان کی پیشانی پر بوسہ دیا" تم میرے جرنیل ہو احکم میرے شہزادے ہو دنیا کی عزیز ترین ہستی ہو تم احکم، کیوں ایسا کہہ رہے ہو، کس نے کہا ہے یہ تم سے بتاؤ" میجر نے آہستہ سے انکے ہاتھ اپنے کاندھوں پر سے ہٹا دیے اور رخ موڑے نیچے سنسان سڑک پر دیکھنے لگ گیا" کسی نے بھی نہیں کہا، میں ایسا ہی

ہوں، میں کسی کا بھی دل دکھانا نہیں چاہتا لیکن مجھ سے یہ ہو جاتا ہے، میں ستم کرنے سے کتراتا ہوں لیکن انجانے میں یہ میں کر بیٹھتا ہوں، میں بھلا کسی کی آنکھ میں نمی لانے کو کیوں چاہوں گا لیکن میں سبب بن جاتا ہوں بہت سی آنکھوں کے بہنے کا"

کرنل سلیمان چپ سادھے اسے سن رہے تھے وہ زندگی میں پہلی بار یوں پھٹ پڑا تھا ورنہ اسکے دل اور زبان پر خاموشی کا قفل تھا جو آج ٹوٹ گیا ایک بوجھ جو وہ لیے پھر رہا تھا دل سے اتار رہا تھا کرنل سلیمان نے اسے ٹوکا نہیں اور نہ ہی چپ کروایا" جن آنکھوں نے میرے دل کی لے تبدیل کی میں کیوں ان میں کرچیاں پھینکوں گا ماموں، لیکن میں نے وہ آنکھیں بھی بنجر کر دیں، دیکھیں میری ستم ظرفی ماموں میں نے وہ بھی رولا دیں" کرنل سلیمان کو اسکی بات سمجھ نہیں تھی آ رہی وہ کیا بولے جا رہا ہے وہ خاموش اس وجہ سے تھے کہ وہ بے خود ہوئے بولے جا رہا تھا اگر درمیان میں بولتے تو اس نے خاموش ہو جانا تھا" چاند کو دیکھیں، دیکھیں کتنا خوبصورت ہے نا یہ دیکھیں کیسے روشنیوں کی لہریں بہہ رہی ہیں، وہ بھی ایسے ہی صاف شفاف اور پاک ہے ماموں بلکل چاند کی مانند لیکن آپ دیکھیں چاند میں لگا دھبا اس کے وقار کو کم کر رہا، یہ داغ چاند کے حسن کو رسوا کر رہا، میں نے بھی دھبا لگا دیا اسکے چاند جیسے رخساروں پر ماموں، مجھ سے داغ لگ گیا، میرے ان لوہے کی سلاخ سے بھی سخت ہاتھوں سے روئی کی سی

گالوں پر داغ لگ گیا ماموں میں تو انکو نرمی سے چھونے کا خواہیش مند تھا لیکن مجھ سے بہت برا ہو گیا" میجر احکم، کرنل سلیمان کے سامنے ہاتھ پھیلائے روتا ہوا قرب سے کہہ رہا تھا کرنل سلیمان منہ کھولے اسے سن رہے تھے داغ دھبے کی بات نے انکا دماغ ماؤف کر دیا وہ بے خود بلکتے احکم کو دیکھ رہے تھے "کیا کیا ہے تم نے احکم کس کے ساتھ کیا ہے بتاؤ مجھے احکم سہی سے بتاؤ" کرنل سلیمان نے اس پہاڑ جیسے نوجوان کو جھنجھوڑتے کہا" میں نے مارا ہے اسے ماموں ان ہاتھوں سے مارا میری ہاتھ کی انگلیاں اسکے رخسار پہ چھپ گئیں تھیں" کرنل سلیمان کو طیش آ چکا تھا اس سے پہلے کہ وہ اسے تھپڑ مارتے میجر احکم نے کپ دیوار میں دے مارا اور اس پر سے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کانچ کے ٹکڑے ہاتھ میں پیوست ہو چکے تھے اور خون کی لکیریں کھینچنے لگیں کرنل سلیمان نے سرعت سے بڑھ کر ہاتھ کو تھام لیا اور ساتھ کرسی پہ چڑھا کور اتار کر ہاتھ پہ رکھا اس بات سے بے خبر کے کانچ کے ٹکڑے تو اندر ہتھیلی میں ہی دھنسے ہیں اور خون بالکنی کے فرش کو رنگ رہا" کیا ہو گیا ہے تمھیں احکم ہوش میں آؤ، اتنی تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی" اسے بھی تو تکلیف ہوئی ہو گی ماموں، وہ بھی تو سسکی تھی، مجھے درد نہیں ہو رہا" میجر کی آنکھوں میں آنسو کی ندیاں بہہ رہیں تھیں درد کی شدت سے آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں لیکن اسے پرواہ نہیں تھی، خون زیادہ تیز رفتار سے بہنے لگا

کرنل سلیمان نے اسے بازو سے دبوچ کر کرسی پر بیٹھایا اور جلدی سے فرسٹ ایڈ باکس لے آئے "چپ احکم بلکل خاموش ہو جاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا اب ایک لفظ بھی بولا تو بہت برا پیش آؤں گا میں میجر احکم مراد "غصے سے دانت پیستے وہ خون صاف کر رہے تھے، سپرٹ لگایا اور پھر آہستہ سے کانچ نکالے، میجر نے ضبط کرتے بہت زور سے آنکھیں میچ لیں، کرنل سلیمان نے پائیوڈین لگائی زخم کافی گہرے لگ چکے تھے، " کسی سے محبت کرتے ہو احکم۔۔؟؟ بہت چاہنے لگے ہو اسے۔۔؟؟" پٹی لپیٹتے کرنل سلیمان نے اسکی طرف دیکھے بغیر کہا، میجر کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا مگر اس نے کچھ بھی جواب نہیں دیا، کرنل سلیمان اسے پکڑے کمرے میں لے آئے کھڑکی بند کی، باکس الماری میں رکھا، میجر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موند چکا تھا، "تم نے جواب نہیں دیا احکم "ہاتھ باندھے وہ اسکی طرف ہی کھڑے دیکھ رہے تھے، اس بار بھی وہ خاموش رہا، کرنل سلیمان کمرے سے باہر نکل گئے، میجر نے آنکھیں کھولیں اپنے ہاتھ کو دیکھا اور مسکرا دیا، تب ہی کرنل دوبارہ اندر آئے انکے ہاتھ میں ہلدی ملا دودھ تھا، وہ میجر کو مسکراتا دیکھ چکے تھے "ایک دائیرے میں سفر کرنے اور رہنے والوں کو جب محبت ہوتی ہے نا احکم تو اتنی ہی شدید ہوتی ہے جو کچھ ہی دنوں میں عشق و جنون کا سفر طے کر لیتی ہے، لہذا یاد کرواتا ہوں تمھارے دل میں وطن سے محبت کے

علاوہ کسی صنفِ نازک کی محبت کی کوئی گنجائش نہیں تمھارا سب کچھ پاک وطن کا ہے تم اس دھرتی کے نام اپنے وجود کو کر چکے ہو، یہ محبت کا ہو جانا ایک قدرتی عمل ہے یہ ہمارے بس کی بات نہیں، لیکن یہ ہمارے دسترس میں ہے کہ ہم خود کو قابو میں رکھیں اس کے شکنجے میں مت آئیں، تم آ چکے ہو میجر اس کی قید میں اب کیسے باہر نکلنا جلد ہی حل نکالو کیونکہ اس کو دینے کا تمھارے پاس ایک لمحہ بھی نہیں، آرام کرو فجر میں ہی نکل جانا یونٹ کی طرف تمھاری پھوپھو جان گئیں تو بہت تکلیف ہو گی انہیں، شب بخیر "کرنل سلیمان نے اس پر کمبل اوڑھا دیا اور خالی گلاس تھامے کمرے کا دروازہ بند کرتے چلے گئے، میجر کے کانوں میں ابھی بھی انکی نصیحت گونج رہی تھی

ماما، ماما دروازہ کھولیں ماما پلیز "وہ کبھی پیچھے مڑ کے دیکھتی کبھی دروازے کو پیٹتی اچانک دروازہ کھل گیا تو وہ انکے گلے لگ گئی اور بہت رونے لگ گئی وہ پسینے سے شرابور تھی، اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا "کیا ہوا ہے ثمن، کیوں رو رہی ہو سیم، ثمن میری جان کچھ تو بولو "اسکے ہونٹ کانپ رہے تھے زبان خشک تھی کچھ بھی نہیں تھا بولا جا رہا ڈنیز نے اسکی طرف دیکھا وہ ننگے پاؤں تھی بالوں کی پن بھی غائب تھی، انہوں نے خود سے الگ کرتے اسے بیڈ پر بیٹھایا اور پانی کا گلاس لبوں سے لگایا، اب وہ کچھ بہتر تھی لیکن

کانپ ویسے ہی رہی تھی اسکا چہرہ لٹھے کی طرح سفید تھا" کوئی برا خواب دیکھا تھا سیم" اسکا پسینہ صاف کرتے ڈنیز نے پوچھا تو ثمن نے ہاں میں سر ہلا دیا" کتنی بار کہا ہے میوزک سوتے وقت ناسنا کرو لیکن تم نہیں مانتی سیم، 3 بار آیت الکرسی پڑھ کے سویا کرو، آیت الکرسی پڑھنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے" انہوں نے ہاتھوں سے اسکے بال درست کیے، بیڈ پر لیٹایا، دروازہ بند کیا اور خود بھی ساتھ لیٹ گئیں" کیا دیکھا خواب میں، برا خواب بتا دینا چاہیے مصیبت ٹل جاتی ہے" ڈنیز نے اسکے ہاتھ تھام لیے اور ان پر بوسہ دیا اور پھر اسکے چہرے سے آنسو صاف کیے اور آنکھوں کو چوم لیا" ماما، خون تھا ماما، میری بالکنی کی ریلنگ سے خون رس کے نیچے بہہ رہا تھا" ثمن نے انکے کاندھے پر سر رکھ دیا اور انکے گرد بازو پھیلا دیا" اللہ رحم کرے، یہ جو تم انگلش فلمیں دیکھتی ہو نا فضول سی انکا ہی اثر ہے چلو اب دیکھو رات کا ڈیڑھ بج رہا ہے سو جاؤ، شاباش 3 دفعہ آیت الکرسی پڑھو خود پر پھونک مارو نیند آ جائے گی" ثمن نے ڈرتے جھجھکتے آنکھیں بند کیں اور آہستہ آواز مین آیت الکرسی پڑھنے لگ گئی۔۔۔۔۔۔

کمرے سے باہر قدموں کی چاپ سن کر محرما جان نے فوراً بزگل کا سر گود سے نکال کر تکیے پہ رکھا آہستہ سے اس پر کمبل اوڑھایا اور کمرے سے باہر لپکیں" آغا لالا، آغا لالا ام کی بات سنو" آغا داور جو اپنے کمرے میں داخل ہونے لگا تھا محرما جان کی آواز پر رک گیا

اور مڑ کر انکی جانب دیکھا جو کافی گھبرائی ہوئیں تھیں "کیا بات ہے محرماجاناں، کہیے ام سن رہا ہے" پاس پڑی کرسی پہ بیٹھتے جیب سے موبائل نکالتے انہوں نے اک نظر اندر آتے شمون خان کو دیکھا تھا "لالا بزگل کو بہت تیز بخار ہے بہت دنوں سے ہے ام نے دوائی دیا تھا تھوڑا آرام آیا پھر ویسا ہے، گل بچا تڑپ رہا ہے لالا، وہ مر جائے گا اسکا فکر کرو لالا" بولتے بولتے محرماجان کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے تھے "بخار سے کوئی بھی نہیں مرتا، جاؤ شمون خان کسی ڈاکٹرنی صاحبہ کو لے آؤ" حکم سناتے آغا داور خان کمرے کی جانب لپکے تھے جب محرماجان انکے سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑی ہو گئیں "خدا کے لیے لالا اسے شہر کے کسی اسپتال میں لے جاؤ، ام سے نہیں دیکھا جا رہا اس کا یہ حالت لالا، وہ جان ہے اماری ام آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہے کہیں بھی نہیں لے کے جائے گا اسے بس اسپتال جانے دیں پہلی دفعہ ام آپ سے ضد کر رہا ہے لالا، خدا کے لیے ام کی گل کو زندگی دے دو" داور خان نے سختی سے تھوک نگلا اور مڑ کے شمون خان کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑا تھا "ٹھیک ہے، تم شمون خان کے ساتھ لے جاؤ اور ہاں کوئی گڑبڑ ہوا تم دونوں جان سے جائے گا سمجھے" آغا خان نے زور سے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا محرماجان آنسو صاف کرتیں بزگل کو لینے چلیں گئیں جبکہ شمون خان ایک آہ بھرتا گاڑی کی طرف لپکا-----------------------------------

New Era Magazine

مسلسل 14 گھنٹے کام کرنے کی وجہ سے وہ تھک چکے تھے، کیپٹن سیال نے میجر احکم کو پانی کی بوتل تھمائی، پانی بھی کافی گرم تھا جس سے پیاس نہیں اتری تھی، میجر کی رنگت زرد پڑ رہی تھی۔ وہ آپریشن پروسس پہ نکلے ہوئے تھے آبادی اور یونٹ سے بہت دور تھے، انکے ساتھ رابطے میں جو لوگ تھے کیپٹن سیال حیدر نے میجر کی طبیعت خراب ہونے کی اطلاع کر دی تھی "سر آپ ٹھیک تو ہیں، مجھے لگتا ہے ہمیں چلنا چاہیے کیپٹن داؤد قریب ہی ہے وہ سنبھال لے گا آپ چلیے میں آپکو یونٹ واپس لے چلوں" کیپٹن سیال نے انہیں بازوؤں سے تھامے درخت کی چھاؤں کے نیچے بیٹھایا "میں بلکل ٹھیک ہوں کیپٹن بس یہ ہاتھ درد کر رہا" میجر احکم درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا اور ہاتھ کو اپنے سامنے کیا جس پر پٹی لپٹی تھی، اب ہلکا ہلکا سا خون رس رہا تھا، کام کرنے کی وجہ سے زخموں میں چبھن ہوئی تھی "میں تو آپکو منع کر رہا تھا آپ نے کب میری مانی سر، چلیں شہر تھوڑا دور ہے دوبارہ پٹی کرواتے ہیں چلیے سر" سیال نے زبرستی انہیں لے جانا چاہا لیکن انکا موڈ ذرا بھی نہیں تھا "کوئی زبردستی ہے کیا کیپٹن" میجر احکم نے مسکراتے کہا اور سر بھی درخت کے ساتھ ٹکا لیا "زبردستی بھی ہے اور حکم بھی ایک منٹ سے بھی پہلے اٹھیں اور گاڑی تک آئیں میں ڈرائیور کے ساتھ انتظار کر رہا ہوں" کیپٹن سیال ہلکا سا غصہ کرتے انہیں منا رہا تھا میجر اس کی بات پر ہنس دیا۔۔۔ اب دونوں

میں کافی دوستی ہو چکی تھی پہلی باتیں بھلائے خوش دلی سے مل کر اس موجودہ مشن پر دن رات کام کر رہے تھے،،، کیپٹن سیال گاڑی میں بیٹھ چکا تھا مجبوراً میجر کو بھی اٹھنا پڑا

یا خدا، میں سارا ڈیپارٹمنٹ ڈھونڈ آئی اور محترما یہاں 1 فٹ کا اپنا شہر بنا کے بیٹھی ہے" لاریب نے زور سے بیگ اسکے کاندھے پہ مارا اور پھر پاس بیٹھ گئی جو نا جانے کن سوچوں میں تھی اور ان سوچوں میں لاریب نے خلل ڈالا "او ہیلو میڈم سیم یہ تم کب سے غائب رہنے لگ گئی" لاریب نے ہاتھ کی چٹکی اس کی آنکھوں کے سامنے بجائی" کہیں بھی نہیں غائب یہیں ہوں" ثمن نے پاس پڑی کتابیں بیگ میں ڈالیں" مجھے غلط مت کہو سیم، تمھاری حرکتیں مشکوک ہیں، کلاس میں بھی تم چپ چپ ہوتی ہو اب گراؤنڈ میں بھی فرینڈز کی بجائے اپنے الگ 4 انچ کے گھر میں ہوتی ہو بات کرو تو متوجہ نہیں ۔۔۔کوئی گڑبڑ تو ضرور ہے مس ثمن حیدر" لاریب اسکی آنکھوں میں جھانکتی اسے تپا رہی تھی، ثمن نے سر جھٹکا اور پاس پڑا رجسٹر دے مارا" سچ کہتا ہے سیال، لاریب نامی بلا سے دور رہا کرو تمھارے لیے بہتر ہے" ثمن نے بھی جلتی پر اور تیل پھینکا لاریب کا تو منہ ہی کھل گیا" ہیں سیم سچ میں سیال ایسا کہتا ہے واقعی وہ میرے بارے بات کرتا ہے، اوئے لڑکی تمھارا ہارٹ کلر بھائی اور کیا کیا کہتا ہے میرے بارے" لاریب تو خوشی سے

لال ٹماٹر ہو گئی تھی اور زرا سیم کے مزید نزدیک سرکی "اوہیلو۔۔منہ دھو کے رکھو میرے کیپٹن کے پاس اتنا وقت ضائع کرنے کو نہیں ہے کہ ہر ایرے غیرے کو ڈسکس کرے وہ تو ایک دن ایسے ہی میرا موڈ آف تھا تو اس نے کہا شاید تم مجھے پریشان کرتی ہو کیونکہ 24 گھنٹے میرے سر پہ سوار ہوتی ہو" ثمن نے اپنی مسکراہٹ پہ قابو رکھتے کچھ زیادہ ہی تپاڈالا تھا بیچاری کو "ہونہہ جیسی تم ویسا تمھارا بھائی سڑیل کدو کریلا، میں تو بس ایسے ہی بات کر رہی تھی تم اور مطلب نہ لینا" لاریب کا موڈ خراب ہو چکا تھا اس نے بیگ سے بسکٹ نکالے اور کھانے لگ گئی، ثمن کے آگے بڑھائے تو اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور بے وجہ رجسٹر پر لکیریں کھینچنے لگ گئی کچھ پل کی خاموشی کو لاریب نے پھر توڑا "ویسے سیم تمھاری یہ حرکت بھی مشکوک ہے" لاریب نے ہاتھ سے رجسٹر کی طرف اشارہ کیا اور دائیں آنکھ دبائی ثمن چپ رہی اب کیا سر کھپاتی اس سے " چلو مجھے نہ بتاؤ اپنی ماما کو ہی بتا دو بیچاری آنٹی کب سے داماد ڈھونڈ رہی ہیں اگر تمھیں اب کوئی پسند آ ہی گیا ہے تو انکو بتا دو مجھے بڑی ہمدردی ہے ان سے وہ تمھاری اس حالت سے کافی اپ سیٹ ہیں سیم" لاریب نے نارمل انداز میں بات کہہ دی اور پھر بسکٹ کا ریپر جہاز بنا کے اڑا ڈالا جو تھوڑا دور بیٹھے ایک گروپ کے درمیان جا گرا، یہ لاریب کی پسندیدہ حرکت تھی اور ثمن کو سخت ناپسند تھی، اپنی کامیابی پر لاریب نے تالی بجا ڈالی

جس پر اس گروپ سمیت ثمن نے اسے گھوری سے نوازا لاریب نے مسکراتے فخریہ کالر جھاڑے تو ثمن سے مزید رہا نہ گیا ایک زوردار مکا اسے دے مارا" کتنی تم جنگلی ہو سیم، اللہ جی میرا کاندھا توڑ ڈالا ظالم لڑکی نے، یا اللہ اسے کوئی ایسے مار پیٹائی کرنے والا شوہر دینا اور جینا حرام کر دینے والے بچے جو خالہ کا بدلہ لیا کریں گے بہت ہی اکڑ" لاریب ہاتھ اٹھائے اسے بددعائیں دے رہی تھی جب سیم نے سرعت سے بڑھ کر اسکے منہ پر ہاتھ رکھا" جاہل اپنی دوست کو ہی بددعائیں دیے جا رہی ہو، خدا نہ کرے کہ وہ مجھے کبھی یوں پیٹے" ثمن کو ذرا خیال نہ رہا وہ غصہ میں کیا کہہ گئی لیکن لاریب اسکی بات اچک چکی تھی" واہ واہ لاریب زندہ آباد، مطلب میرا شک سہی نکلا محترما کسی کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب چکی ہیں ہائے کیا زمانہ آ گیا بہن اپنی بہن سے باتیں چھپانے لگ گئی" لاریب جان بوجھ کے تنگ کیے اس سے بات اگلوانا چاہ رہی تھی لیکن وہ بھی ثمن حیدر تھی بقول سیال اپنی طرز کی انوکھی اور واحد بلا" جو دل اچ آندا بولدی جا میرے سر توں، ہونہہ عقل توں فارغ لوکاں نال سر کھپانا فضول ہے سو تو بولدی رہ میں چلی گھر (جو دل میں آتا ہے بولتی جاؤ مجھے پرواہ نہیں۔ کم عقل لوگوں سے سر کھپانا فضول ہے سو تم بولتی رہو میں تو گھر چل رہی" پنجابی میں کہتی ثمن بیگ اٹھائے چل پڑی جبکہ منہ بسورتی لاریب بھی پیچھے لپکی۔۔۔۔ ثمن نے پینجابی اپنی دادی اماں سے

سیکھی تھی جو اسکے والد کی وفات کے 3 سال بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئیں تھیں، سیال اور ثمن کا پنجابی بولنا ڈ نیز کو پسند نہیں تھا کیونکہ وہ شہر کی پلی بڑھی تھیں اماں کے ساتھ رہتے بھی انکو کچھ ہی پنجابی کے لفظ یاد ہوئے تھے ہاں سمجھ وہ جاتی تھیں لیکن سیال اور ثمن سہی پنجابی بولتے تھے، انکے والد کے اباؤاجداد گاؤں کے رہنے والے تھے پڑھ لکھ جانے کی وجہ سے حیدر صاحب شہر میں ہجرت کر آئے تھے اور اپنا طرزِ زندگی شہر کے مطابق ڈھال لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میجر کا بلڈ پریشر کافی لو ہو چکا تھا کلینک میں آتے ہی میجر احکم مراد کی ٹریٹمنٹ شروع ہو چکی تھی کیونکہ کیپٹن سیال حیدر نے اپنا آرمی کارڈ دیکھایا تھا اور ہیڈ آفس سے بھی سفارش پہنچ چکی تھی سو کلینک کی ڈاکٹرنی صاحبہ کو سب سے پہلے میجر کو دیکھنا پڑا، میجر کو گلوکوز کی ڈریپ لگ چکی تھی کیپٹن سیال حیدر ٹریٹمنٹ روم سے باہر کامن روم میں آگیا اور ایک کونے میں کھڑا ہو گیا اچانک اس کی نظر سامنے بیٹھی دو خاتون پہ پڑی ایک خاتون دوسری کم عمر کا کبھی گال تھپتپاتی تو کبھی ماتھے پر ہاتھ رکھتی، وہ بلکل ساکت فرش پہ نگاہیں ٹکائے بت بنی بیٹھی تھی وہ دیکھتے ہی پہچان گیا تھا ارد گرد نگاہ دوڑائی کوئی بھی مشکوک نظر نہیں آیا تھا وہ پلک جھپکتے ان کے پاس موجود تھا "خاتون کیا آپ نے اپنے مریض کے چیک اپ کی پرچی بنوالی ہے" کیپٹن سیال نے بڑے مؤدبانہ انداز سے

کہا محرما جان نے زرا شال کو اور سر کا لیا اور بزگل کے سر پہ بھی شال درست کی "امارا آدمی گیا ہے بنوانے" محرما جان نے بزگل کے ہاتھوں کو مضبوطی سی تھام لیا، بزگل کو لگا جیسے اس کا سانس بند ہوتے ہوتے دوبارہ چل پڑا اور وہ بھی بہت تیز رفتار سے "آپکے مریض کی حالت بہت خراب ہے جلدی سے ڈاکٹر صاحبہ کے پاس پہنچنا چاہیے" کیپٹن سیال کی نگاہیں ہڈیوں کا ڈھانچہ بنی لاغر سی بزگل پر تھیں اس کا دل کٹ رہا تھا بزگل کی حالت پر، بزگل نے سر اٹھا کر دائیں جانب محرما جان سے پرے کھڑے سیال کی طرف دیکھا تو واقعی اسے لگا اب تو سانس ضرور بند ہو گا لیکن نہیں سانس چلتا رہا پھر بھی، اس کی آنکھیں ڈبا ڈبائیں تھیں سیال نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا، بزگل اس پر سے نگاہ ہٹا ہی نہیں رہی تھی، محرما جان نے اسکی سرکتی شال کو درست کیا اور اس کا رخ موڑنا چاہا لیکن بزگل نے انکے ہاتھ جھٹک دیے سیال جلدی سے انکے لیے پرچی بنوانے چلا گیا بزگل اسے دور جاتا دیکھتی رہی اس کے دل میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی کہ وہ سسک پڑی محرما جان نے اسکا سر اپنے کاندھے پر رکھا اور ادھر ادھر دیکھا لیکن شمون خان کہیں بھی نہیں تھا، شمون خان کو کسی کا فون آگیا تھا تو وہ بات کرتا کرتا کلینک سے باہر نکل گیا تھا اسے بھول گیا تھا وہ کس کام سے یہاں آیا تھا، کیپٹن سیال حیدر ٹھیک 5 منٹ بعد انکے پاس دوبارہ تھا "آپکی ڈاکٹر صاحبہ کے پاس باری آچکی ہے آیئے ڈاکٹر بلا رہیں

ہیں آپکو" سیال ہاتھ کے اشارے سے انہیں ڈاکٹر صاحبہ کے کمرے کی جانب لے جانے لگا، محرما جان نے بزگل کو تھام کر کھڑا کیا اور چل دیں، بزگل سیال کو دیکھے جا رہی تھی اور سیال ان شکوے بھری نگاہوں کو پہچان چکا تھا، وہ جانتا تھا اسکی یہ حالت کیسے اور کیوں ہوئی ہے اسے دکھ ہو رہا تھا شدید دکھ، انہیں ڈاکٹر صاحبہ کے کمرے میں چھوڑ کے سیال ایک نظر میجر احکم کے پاس انہیں دیکھنے آیا تو وہ سو رہے تھے وہ دوبارہ ڈاکٹر صاحبہ کے کمرے میں آگیا جہاں بزگل کا چیک اپ ہو چکا تھا" زیادہ تو کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے بس بخار کی زیادتی کی وجہ سے کمزوری ہے، ان کو کھلائیں پلائیں اور بہت زیادہ خیال رکھیں" ڈاکٹر صاحبہ اپنے پیشہ وارانہ انداز میں بات کر رہی تھیں اور پرچی پہ کچھ دوائیں لکھنے لگ گئیں سیال انکی دائیں جانب خالی کرسی پہ بیٹھ گیا بزگل کا چہرہ اسے صاف دیکھائی دے رہا تھا، آہٹ پر ڈاکٹر صاحبہ نے ایک نظر سیال کو دیکھا اور ابرو اٹھایا یعنی پوچھ رہی ہو تم یہاں کیوں، سیال نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں دوائیں لکھنے کو کہا ، بزگل پھر سے دیکھنے لگی، محرما جان سے آنکھ بچا کے سیال نے کانوں کو پکڑ کر سوری کیا مگر یہ حرکت ڈاکٹر صاحبہ سے چھپی نہیں تھی، بزگل کی آنکھیں پھر سے برسنا شروع ہو چکی تھیں" آپ سہی سے گل جاناں کو چیک کریں نا ڈاکٹرنی صاحبہ، یہ پہلے بہت بولتا تھی اب بلکل چپ ہو گیا ہے، نا ہنستا ہے ہے نا کچھ سہی سے کھاتا ہے بس کمرے میں بند

روتا رہتا ہے ام کو کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا ام کی گل جاناں کو کیا ہو گیا ہے" محرما جان بولتے خود رو پڑیں تھیں، اس سے پہلے کے ڈاکٹر صاحبہ کچھ بولتیں سیال بول پڑا" یہ بیماری لاعلاج ہے کیونکہ یہ بیماری بے وجہ لوگ پال لیتے ہیں، انہوں نے بھی فضول میں اس مرض کو گلے لگا رکھا ہے" وہ بول رہا تھا نگاہ بزگل پر تھی جو کبھی محرما جان کو دیکھتی جو سیال کو دیکھ رہیں تھیں تو کبھی سیال کو ڈکٹر سمجھ چکی تھیں وہ ہولے سے مسکرا دیں" آپ بخار کی دوائی بے دھیانی برتے بغیر کھلائیں دیکھیے گا ٹھیک ہو جائیں گی، آیئے محترما آپکو دوائی لے دوں" سیال نے اٹھ کے پرچی ڈاکٹر سے لی اور بزگل کے پاس آیا، محرما جان نے اسے تھام لیا" ارے انکو بخار ہے تو انجیکشن یعنی ٹیکا بھی تو انکو ہی لگے گا نا آپکو تو نہیں اماں جی، بھلا مانس ہوں نہیں یقین تو ڈاکٹر صاحبہ سے پوچھ لیں"، بجائے کے محرما جان جانے کی اجازت دیتیں بزگل کھڑی ہو گئی سیال مسکرا دیا کچھ اشارہ ڈاکٹر صاحبہ کو کیا تو انہوں نے ایک گھوری سے نوازا، بزگل اس کی تقلید میں چل پڑی، بزگل نے آنکھیں بند کر کے انجیکشن لگوایا تب تک سیال دوائی لے چکا تھا، سیال اس کے پاس بینچ پر آکر بیٹھ گیا بزگل اٹھنے لگی تو سیال نے کلائی سے پکڑ کر اسے واپس بیٹھایا بزگل نے رخ موڑ لیا، اس نے فوراً بزگل کی کلائی چھوڑ دی تھی" یہ کیا حرکت ہے گل، ایسے بھی کوئی کرتا ہے تم" اور جو تم کرتا ہے ایسے بھی کوئی کرتا ہے کیپٹن بتاؤ ام کو" سیال کی بات

کاٹتے بزگل ناراضگی سے بولی آنسوؤں کا ریلا پھر سے ٹوٹ گرا تھا، سیال نے گہرا سانس لیا" گل میں نے کبھی تمھیں اپنا پابند نہیں کیا، کبھی نہیں کہا میرا انتظار کیا کرو کبھی نہیں کہا بزگل میں تم سے آخری سانس تک ملنے آیا کروں گا، تم جانتی ہو میرا روز روز یونٹ سے نکلنا مشکل ہے، ساتھیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کے میں اتنا لمبا سفر طے کر کے تم سے ملنے آتا ہوں وہ بھی تب جب میں فارغ ہوتا ہوں، اب میں بہت زیادہ مصروف تھا، مشن شروع ہو چکا ہے اب بھی مشن پر کام کر رہا تھا یہاں اور تم پر نظر پڑ گئی، خدا کے لیے نا کرو یہ ظلم خود کے ساتھ، میں تو ایک اجنبی ہوں محرما جان تو تمھاری جان ہیں انکے ساتھ یہ زیادتی نا کرو یار پلیز تم "بس کر دو کیپٹن خدا کے لیے چپ کر جاؤ، کتنا آسانی سے تم نے ام کو اجنبی کہہ دیا، کتنا پاگل تھا ام کیا کیا سمجھے تھے خود کو تمھارا، بہت خوب کیپٹن ام کو یہ امید نہیں تھا، تم نے کہہ دیا اب تم بھی سنو ٹھیک ہے آج سے تم ام کے لیے مر گیا ام تمھارے لیے کبھی بھی نا ملنا ام سے ام جیے مرے بیمار رہے تمھاری بلا سے" بزگل شال سے آنکھیں رگڑتی اٹھ کھڑی ہوئی تو سیال اسکے سامنے راستہ روکے کھڑا ہو گیا تھا" دو سزا جو دینا چاہتی ہو مجھے، چلو مار ہی ڈالو قصہ ہی ختم کر دو" سیال نے پینٹ کی جیب سے ریوالور نکال کر ہتھیلی پہ رکھے اس کے سامنے کیا، بزگل آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی، بزگل نے آؤ دیکھا نا تاؤ نا ہی ارد گرد لوگوں

کی پرواہ کی ایک زوردار تھپڑ کیپٹن سیال حیدر کے بائیں گال پہ دے مارا"تم کو مارنے سے پہلے خدا کرے ام خود مر جائے کیپٹن،ام مر جائے"وہ روتی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی تھی سیال اسے جاتا دیکھتا رہا ایک شریر سی مسکراہٹ دوڑ آئی تھی،اس نے ریوالور جیب میں رکھا لوگوں کو نظر انداز کرتے دوائی کا شاپر تھامے اس کے پیچھے ہی چل پڑا تھا

شمون خان کلینک کے کبھی دائیں جانب جاتا تو کبھی بائیں جانب لیکن وہ دونوں اسے کہیں نظر نہیں آرہی تھیں وہ آغا خان کو کال ملانے ہی لگا تھا ڈاکٹر صاحبہ کے کمرے سے باہر نکلتی وہ اسے دکھائی دیں تھی وہ سرعت سے بڑھ کر انکے پاس جا پہنچا"کدھر تھا آپ محرما جان ام کب سے ڈھونڈ رہا تھا"محرم جان نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے بزگل کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گئیں،شمون کو مزید غصہ آگیا"اب کدھر چلتا ہو آپ دوائی نہیں لیا"شمون خان نے پرچی انکے سامنے لہرائی تو محرما جان نے دوائی کا شاپر اسکے سامنے کر دیا"ام دوائی لے چکا ہے شمون خان،اب گھر جا کر آغا خان لالا سے تم کو دوائی لے کر دے گا"شمون خان کا چہرہ زرد ہو گیا تھا"تم ام کو بے آسرا چھوڑ کر خدا جانے کہاں سیر سپاٹے کو چلا گیا وہ تو خدا اپنا کرم فرمائے اس خوبرو نوجوان پر جس نے بزگل جاناں کا بگڑتا طبعیت دیکھ کر پرچہ بنوا دیا دوائی لے دیا"محرما جان نے غصے سے

گاڑی کا دروازہ بند کیا بزگل کی شال سمیٹ کر اسکی گود میں رکھی اور چپ کر کے بیٹھ گئیں، شمون خان نے باہر کھڑے ہی پوچھا تھا "کون تھا وہ ام کو بتاؤ ابھی اندر ہے یا چلا گیا" محرما جان نے سخت نظروں سے دیکھتے کہا تھا جب کہ انکی بات پر بزگل نے اپنی امڈتی ہنسی کو بامشکل روکا "چلا گیا ہے وہ اپنے باپ کے ساتھ تھا" سیال کلینک کے دروازے کی اوٹ میں کھڑا تھا بزگل اسے دیکھ چکی تھی لیکن محرما جان نہیں دیکھ پائی تھیں شمون خان گاڑی میں بیٹھا اور سیاہ شیشے چڑھانے لگا تھا جب سیال نے ہاتھ کے اشارے سے بائے کیا تھا بزگل مسکرادی وہ بھی کوئی اشارہ کرتی لیکن شیشے بند ہو چکے تھے، اس کی مسکراہٹ شمون خان نے فرنٹ پہ لگے شیشے سے دیکھ لی تھی، اسے خود بھی پتا نا چلا کہ بزگل کے مسکرانے پر اسکے ہونٹ بھی وا ہوئے تھے، شمون خان زیادہ عمر کا ہر گز نہیں تھا لگ بھگ 30 کا تھا اور اسے پشاور کی وادیوں کی 19 سالہ ملکہ بزگل بہت پسند تھی وہ مجبور تھا اسے آغا اور خان کا بزگل کے ساتھ سلوک ہمیشہ تکلیف دیتا تھا لیکن وہ ایک غلام تھا پیدا ہوتے ہی خریدا ہوا بے بس غلام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بیڈ پر جابجا کاغذات کا ڈھیر لگا ہوا تھا، ایک طرف خالی فائلز پڑیں تھیں۔ میجر احکم مراد نے ایک بھرپور نظر ان کاغذات پہ ڈالی اور پھر سمیٹ کر فائلز میں لگا دیا، لیپ ٹاپ اٹھایا ایک ای میل تحریر کی اور بھیج دی، لیپ ٹاپ کو بند کیا وقت دیکھا تو جلدی سے

New Era Magazine

شوز پہنے اور جھک کر تسمے بند کیے ٹھیک 13 منٹ بعد وہ میٹنگ ہال میں موجود تھا 2 منٹ پہلے پہنچنے پر وہ مسکرا دیا، ہال میں مشن کے لیے منتخب کیے جانے والے سبھی لوگ موجود تھے، میجر نے سلیوٹ پیش کیا اور آئی۔ٹی کیپٹن عبداللہ کے ساتھ خالی نشست پر بیٹھ گیا، ہال میں کرنل زعیم شاہ کا انتظار کیا جا رہا تھا، کچھ سیکنڈ بعد وہ بھی داخل ہوئے سب نے بیک زبان سلام کیا اور سلیوٹ پیش کیا، ہال میں بلکل خاموشی چھا گئی تھی سب کی نظر سامنے دیوار پے لگے پروجیکٹر پر تھی، کرنل زعیم شاہ انہیں مشن کے تمام پہلوؤں سے آگاہ کر رہے تھے سب کو انکے ٹاسک سپرد کیے کافی جانباز گھبرا رہے تھے لیکن ہال میں لگنے والے نعرہ تکبیر نے سب کے حوصلے بلند کر دیے، اچانک کرنل سلیمان نے کرنل زعیم شاہ کو کچھ فائلز دکھائیں تو کرنل زعیم شاہ دوبارہ کھڑے ہو گئے "ہمارا پلان الحمدللہ بلکل مکمل تھا اور اب بھی ہے تھوڑی سی اور معلومات اکٹھی کرنے کی لگن میں ہمیں واقعی کچھ معلومات ملی ہے وہ یہ کہ اتنے قریبی خریدار ہوتے ہوئے بھی کوئی بھی نہیں جان پایا بیس سٹیشن کو، پاک کے جانباز نوجوانوں نے یہ سراغ بھی نکال لیا ہے اب ضرورت ہے مقام کے تہہ تک جانے کی، معلومات کے مطابق گھر میں نہ کوئی آتا ہے نا جاتا ہاں البتہ وہاں ایک خاتون کو دیکھا گیا ہے، اگر اس خاتون کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے تو ڈیفینیٹلی وہ خاتون سب کچھ جانتی ہوں گی، اب مشن کے

اس موڑ پر ہمیں بہادر لیڈی کیپٹن کی ضرورت ہے، یہاں بیٹھیں تمام لیڈیز میں کس کو یہ زمہ داری سونپی جائے، پلان سے ابھی آگاہ کر دیا جائے گا" کرنل زعیم شاہ کی نظر کیپٹن نتاشہ پر پڑی لیکن کیپٹن نتاشہ نے نامیں سر ہلا دیا کیونکہ کچھ عرصہ پہلے دو گولیاں انکے بازو میں دھنس گئیں تھیں جس سے بازو کا آپریٹ ہوا تھا دائیاں بازو نا ہوتا تو وہ ضرور حامی بھرتیں لیکن وہ کسی بھی قسم کا رسک لینا نہیں چاہتی تھیں، اس مشن کو میجر احکم مراد ہی لیڈ کر رہے تھے، میجر اپنی جگہ سے اٹھا اور کچھ فائلز کرنل زعیم شاہ اور کرنل سلیمان کو تھما دیں، کرنل سلیمان سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے جبکہ کرنل زعیم شاہ فائلز میں موجود مواد کو الٹ پلٹ کر سرسری نگاہ سے دیکھ رہے تھے "آپ نے مجھے چوائس دی ہے سر کہ میں یہاں لیڈی کیپٹن کا انتخاب کروں بے حد شکریہ، اس فائل میں ایک لیڈی کی معلومات ہے میری نظر میں ملک کے ساتھ بے تحاشا محبت کرنے والوں کو ملک کی خدمت کا موقع ملنا چاہیے، بچپن سے آرمی کی دیوانی بہت سے ٹریننگ سنٹرز سے ٹریننگ لے چکی ہیں اپنے کالج کی گرلز کراٹے چیمپئین، رائفل سے ریوالور کی پرفیکٹ نشانے باز مس ثمن حیدر کو اگر منتخب کر لیا جائے تو میرا نہیں خیال برا ہو گا" اور ہال میں موجود جو لوگ ثمن حیدر سے واقف تھے سب بے یقینی سے میجر کی طرف دیکھ رہے تھے کیپٹن سیال حیدر کی نگاہیں میجر پر منجمند ہو چکی تھیں جو ثمن

حیدر کی تمام معلومات لیے کھڑا تھا" فائل میں مس ثمن حیدر کا اکیڈمک ریکارڈ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کافی ٹیلنٹیڈ ہیں، 2 سال پہلے دو دفعہ آرمی جوائن کرنے کی ایپلیکیشنز بھی ہیں اور میڈیکل ٹیسٹ جس میں دونوں بار ریجیکٹ کیا گیا، ایک قابل اور ملک سے دلی لگاؤ رکھنے والے محب الوطن جس کی صرف نظر 75-0٪ فیصد کم ہونے کی وجہ سے ملک کی خدمت کا موقع نہیں دیا گیا، سب کچھ آپکے ہاتھ میں ہے مزید آپ خود بھی اس پر تحقیق کر سکتے ہیں، اگر آپکو پھر بھی تصدیق چاہیے تو مس ثمن حیدر جو کہ کیپٹن سیال حیدر کی ہمشیرہ ہیں کے بارے کیپٹن سیال حیدر سے پوچھ گچھ کر لیں بہت شکریہ "میجر نے سلیوٹ پیش کیا اور بیٹھ گیا، کیپٹن نتاشہ ہولے سے مسکرا دیں، کیپٹن سیال ابھی تک نا سمجھی کے عالم میں گھیرا میجر کو دیکھی جا رہا تھا میجر نے ایک مسکراہٹ اسے دی تو اس نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا، میٹنگ ختم ہو چکی تھی تمام لوگ ہال سے جا چکے تھے سوائے کرنل سلمان، کرنل زعیم میجر احکم اور کیپٹن سیال حیدر کے ،ہال سے باہر اپنے یونٹ کی طرف جاتے کیپٹن نتاشہ، کیپٹن داؤد، آئی-ٹی لیڈی کیپٹن اکاش اور کیپٹن عبداللہ سرگوشیاں کر رہے تھے "آپ کی مسکراہٹ کیوں تھم نہیں رہی تھی کیپٹن نتاشہ، میجر سر کوئی لطیفہ تو ہرگز نہیں سنا رہے تھے" کیپٹن اکاش نے بڑی تیکھی نظروں سے دیکھا تھا، کیپٹن نتاشہ پھر مسکرا دیں "ارے ے ے ے میم

آپ بیک سٹوری نہیں جانتی ہیں، خیر جانیے بھی مت بس انجوائے کریے میجر احکم مراد کا نیا روپ "تینوں چلتے چلتے رک گئے تھے ناچار کیپٹن نتاشہ کو بھی رکنا پڑا" کیپٹن سیال کی سسٹر ثمن کی ہمارے میجر سر سے لڑائی ہوئی پر وہ یہاں سوری کرنے کے لیے بلوائی گئیں، یقین جانیے بلکل سچی کیپٹن اکاش وہ اس دنیا کی نہیں لگتیں بلکل سنڈریلا، باربی یا سنو وائٹ، خیالی اور افسانوی دنیا کی شہزادی ہے وہ اتنی کیوٹ اور بہت انٹیلیجنٹ یہ آپ کیپٹن داؤد سے بھی پوچھ سکتے ہیں، خیر بات یہ کہ ہمارے سپر ہیرو میجر کو بھی چپ لگوادی تھی اس نے اور اہم بات یہ کہ میجر اس سے یہ سب بدلہ لینے کے لیے کر رہے ہیں اپنی انسلٹ کا" کیپٹن نتاشہ نے آخر میں ہاتھ جھاڑے ور بات ختم کر دی وہ تینوں خاموش ہو چکے تھے مکمل خاموش لیکن کیپٹن داؤد کسی سوچ میں تھا" نہیں مجھے نہیں لگتا یہ بدلہ لینے کے لیے ہے، چھوڑیے آپ جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا" کیپٹن نتاشہ نے بڑی مزے کی گھوری کیپٹن داؤد کو دی، انکا یہی حال تھا اٹ کٹ لگی ہی رہتی تھی کیپٹن داؤد کو ہمیشہ کیپٹن نتاشہ کی بات سے اختلاف ہوتا۔۔۔

کمرے میں مکمل خاموشی تھی، کرنل سلیمان منہ موڑے غصے سے بیٹھے تھے کرنل زعیم شاہ ایک فائل کو پڑھ رہے تھے میجر احکم مراد اور کیپٹن سیال حیدر گردن جھکائے کھڑے تھے، کرنل زعیم شاہ چلتے میجر احکم مراد کے بلکل سامنے آن کھڑے ہوئے"

برخوردار آپ میں سب جانتے ہیں کہ ہمارا ٹارگٹ ابھی زرا کچے گُن رکھتا ہے اسے ابھی صرف 5 ماہ ہوئے ہیں اس کام کو کرتے لیکن بات یہ ہے کہ وہ جتنا بھی ناقص ہے پلاننگ میں مگر اس نے پھر بھی کافی حد تک سیکیورٹی کی احتیاط برت رکھی ہے وہ زرا آنکھ ترچھی کر بھی لے لیکن اس کی سیکیورٹی نہیں، ہمیں ہر پہلو کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنا ہے، اور یہ میں 100 فیصد سچ سمجھ رہا ہوں میجر کہ آپ مس ثمن حیدر سے صرف روینج کی چاہ میں کسی بھی قسم کے برے اچھے نتائج فکر کیے بغیر یہ آپشن پیش کر رہے ہیں" میجر احکم مراد نے جھکا سر زرا اوپر کیا کیپٹن سیال بھی اسکی طرف ہی دیکھ رہا تھا، کرنل زعیم شاہ بڑی تیکھی نظروں سے میجر کو گھور رہے تھے "میں سب کچھ جانتا ہوں سر لیکن یہ بات بھی سچ ہے کہ میں نے کسی روینج یا پنیش منٹ کے لیے نہیں کہا میں صرف انکو ایک موقع فراہم کروانا چاہ رہا ہوں، مس ثمن بہت ڈیٹرمائنڈ ہیں اس فیلڈ کی طرف یہ آپ بھی جان چکے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ اس فیلڈ میں ایک بار داخل ہو کر دیکھ لیں کہ یہ کتنا آسان مرحلہ ہے" آپ گیم کھیل رہے ہیں، میجر گڈ کاپ بیڈ کاپ" کرنل سلیمان نے گرج دار آواز سے کہا، کرنل زعیم شاہ نے اشارہ کر کے انہیں تحمل سے رہنے کو کہا" ہر گز نہیں سر آپ مجھے غلط لے رہے ہیں، خیر میں فورس نہیں کر رہا کہ انہیں سلیکٹ کیا جائے میں نے صرف ایک آپشن پیش کیا ہے

آپ بات کو غلط موڑ سے لے کر بڑھا رہے ہیں۔آئم ریلی سوری فار دیٹ سر بٹ"
ٹھیک ہے میجر مان لی آپ کی بات، کیپٹن سیال حیدر آپکی والدہ سے جلد رابطہ کیا جائے
گا اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو اپنی رائے دیں" کرنل زعیم شاہ کرسی پر بیٹھ چکے تھے
اور ثمن حیدر کی فائلز کو اٹھا لیا، میجر نے ثمن کی فائل سر کو اٹھاتے دیکھا تو ہلکی سی
مسکراہٹ نے انکے چہرے کا طواف کیا تھا" سر ماما تو نہیں چاہتیں ثمن اس فیلڈ میں
آئے، یہ بات درست ہے کے سیم کے پاس ہر صلاحیت ہے لیکن ابھی اس میں وہ
میچورٹی نہیں جو پاک آرمی کو ریکوائرڈ ہے سر، پھر بھی اگر آپ اسے اس قابل سمجھ
رہے ہیں تو میں ہر گز نہیں منع کروں گا،اب آپ پہ ڈیپنڈ ہے آپ ماما کو کیسے کنوینس
کریں گے" سیال پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا کرنل زعیم شاہ نے اسکے چہرے کی طرف
دیکھا اور پھر مسکرا دیے" تمھارا بات کرنے کا یہ طریقہ بہت پسند ہے مجھے کیپٹن سیال
ذرا یہ طریقہ اپنے میجر کو بھی سیکھا دو یہ جو ڈائریکٹ تیر پھینکتا ہے نا ذرا کم کر دے"
کرنل سلمان سمیت سب کے لب کھلکھلائے تھے کیپٹن سیال جھینپ سا گیا تھا میجر
احکم نے ہلکا سا مکا اسکی کمر پر رسید کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ارے ارے بزگل جاناں تم کیوں کچن میں کھڑا ام کو کہہ دیتا جو چاہیے تھا" محرما جان
کے یوں اچانک کچن میں داخل ہونے اور ایک دم بولنے سے بزگل ڈر گئی تھی ہاتھ میں

پکڑا اچار کا ڈبہ زمین بوس ہو چکا تھا اور اب بزگل صاحبہ شرمندہ سی منہ لٹکائے کھڑی تھی کیونکہ وہ چوری کرتی پکڑی گئی تھی، محرما جان نے سختی سے اسے اچار کھانے سے منع کرر کھا تھا اور اب جب سے اس کی طبعیت زرا بہتر ہوئی چٹ پٹی چیزیں کھانے سے باز نہیں آرہی تھی، محرما جان نے پہلے اچار والے ڈبے کو دیکھا جو خالی تھا سارا اچار فرش پہ گرا پڑا تھا پھر ایک نظر شرمندہ سی کھڑی بزگل پر انہوں نے ڈالی تو بزگل جھٹ سے کان پہ ہاتھ رکھے انکے سامنے آن کھڑی ہوئی "قسم سے ام تھوڑا سا کھانے کے لیے آیا تھا جاناں آپ کی آواز سن کے ام ڈر گیا اور" بزگل نے ایک ہاتھ کان سے ہٹا کر فرش پہ گرے اچار کی طرف اشارہ کیا اور چپ ہو گئی، وہ شرمندگی سے اس قدر معصوم لگ رہی تھی کہ محرما جان کے لب مسکرا اٹھے انہوں نے ہلکا سا تھپڑ اس کے نازک رخسار پہ مارا "تم بہت بگڑتا جا رہا ہے بزگل اب ام کو لگتا ہے تم پہ سختی کرنا پڑے گا کل اگر تمھارا شادی ہو گا تمھارا شوہر ام کو گالیاں دے گا کیسا پھوہڑ لڑکی ام کے سر پہ تھوپ دیا "اپنی بات پہ وہ خود ہی مسکرا دیں جبکہ بزگل اس بات پہ ناراض ہو گئی "جاؤ جاناں ام اب بات نہیں کرے گا، ام شادی ہی نہیں کرے گا کسی سے بھی نہیں کرے گا" وہ پیر پٹختی چلی گئی تھی جبکہ محرما جان پیچھے کھلکھلا کے ہنس دیں تھیں اور پھر فرش صاف کرنے کی غرض سے باہر آئیں تو سامنے کا منظر دیکھ کر ٹھٹھک گئیں، جی تو باہر کچھ یوں

ہوا تھا جب بزگل صاحبہ منہ پھلائے باہر نکلی تھیں تو بد قسمتی سے اس کی باتیں سنتے باہر کچن کے دروازے سے تھوڑا پیچھے کھڑے شمون خان سے بہت زور سے ٹکرائیں تھیں بس پھر کیا اسے تو کچھ نہیں ہوا البتہ اس کے ماتھے پہ چپکی بالوں کی پٹیوں پر لگی پنز کے لوہے میں جڑے موتی بیچارے کی گردن پہ دائیں جانب تھوڑی سی کھال اتار چکی تھیں جہاں سے خون رس رہا تھا بزگل تیز دھڑکتے دل کے ساتھ ساکن اسے تک رہی تھی محرما جان آگے بڑھیں اور شمون خان کی شال کا ہی ایک کونا اس کی گردن پہ رکھ دیا شمون خان کبھی بزگل کو دیکھتا کبھی ہاتھ پہ لگے خون کو "خدا جانے ایسا کیا دوائی دیا ڈاکٹرنی نے کے یہ ٹھیک کیا ہوا ساتھ پاگل بھی ہو گیا ہے شمون خان ہر وقت اودھم مچائے رکھتا پتا نہیں کونسا ایسا خزانہ مل گیا جس پر باولی ہو گیا ہے یہ" محرما جان نے وہاں لگی الماری میں سے روئی نکالی خون صاف کیا محرما جان کی بات پر بزگل کھلکھلا کر مسکرائی تھی جس پر شمون خان نے آنکھیں موند لیں تھیں، اسے لگ رہا تھا وہ جلد ہی پاگل ہو جائے گا یہ مسکراہٹ اسکے دل کی رفتار کو بے قابو کر دیتی تھی وہ شال لہراتی وہاں سے اپنے کمرے میں آگئی تھی سنگھار میز کے سب سے نچلے خانے میں سے ایک کپڑا نکالا جس میں ایک تصویر لپٹی تھی بزگل نے تصویر کو دیکھا اور قہقہے لگا کر ہنسنے لگ گئی دروازے کی چٹخنی وہ چڑھا چکی تھی تاکہ کوئی اندر آئے اور وہ پکڑی نہ جائے، وہ ہنستے

ہنستے بیڈ پر گری اور لیٹ کر تصویر کو دیکھنے لگ گئی "جاناں سہی کہتا ہے ام پاگل ہو گیا ہے تم نے پاگل کر دیا ہے ام کو کیپٹن پورا کا پورا اپنے رنگ میں رنگ لیا" وہ پھر مسکرا دی تھی شمون خان اور محرما جان اسکی اس بے وجہ بار بار کھلکھلانے پر حیران بیٹھے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دروازے پر دستک ہوئی، وہ جو ابھی چند منٹ پہلے بیڈ پر لیٹی تھی دستک سے چڑ گئی کیونکہ اس کا ارادہ صبح تک خوب سونے کا تھا، گھڑی کی طرف دیکھا تو رات کے 9 بج چکے تھے، دستک پھر سے ہوئی ناچار اسے اٹھنا ہی پڑا "سو گئی تھی کیا سیم" ڈنیز نے دروازہ کھلتے ہی کہا اور اندر کمرے میں آ گئیں "نہیں لیکن سونے لگی تھی" وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی اور پھر ویسے ہی آڑی ترچھی اوندھے منہ لیٹ گئی "مجھے سمجھ نہیں آتی تم اور لاریب کرتی کیا رہتی ہو جو یونیورسٹی سے بعد بھی تم لوگوں کا گھر پلٹنے کا دل نہیں کرتا" ثمن اے سی کی کولنگ بڑھا کر کمبل اوڑھنے لگی تھی کہ ڈنیز نے کھینچ لیا "ماما لاریب کی بھابھی کی کال آ گئی تھی ڈیزائنر کے ہاں گئی تھی، پھر باتیں کرتے وقت کا پتہ نہیں چلا" ثمن نے بچوں کی طرح منہ پھلائے جواب دیا کیونکہ ڈنیز کا کمبل لے لینا اسے ناگوار گزرا، اس کے چہرے سے تھکاوٹ عیاں ہو رہی تھی، سفید منی فراک نیلی جینز پہ پہنے رف سے حلیے میں بہت معصوم لگ رہی تھی "خدا جانے کونسے ایسے قصے جو یونی کے

بعد بھی ختم نہیں ہوتے، خیر اٹھو منہ ہاتھ دھو کے زرا فریش ہو جاؤ" ڈنیز نے اس کے بالوں سے لٹکتی پن کو اتار کر دوبارہ ویسے ہی بالوں کی ایک چٹکی کا رول بنایا اور پن لگا دی "ماما مجھے سونا ہے پلیز نو فریشنیس، کل ساری رات جاگ کر اسائنمنٹ بنائی ہے اور آپ کے لاڈلے کی کال کا انتظار کیا جو کہ نہی آئی تھی آئم ریئلی مچ ٹائیر ڈ یار" ثمن نے موبائل پاور آف کیا چارجنگ پہ لگایا اور کمرے کی بڑی لائیٹ کا سوئچ بند کیا بس لیمپ جلا رہنے دیا، تب ہی ملازمہ کمرے میں داخل ہوئی، ڈنیز نے دوبارہ بڑی لائیٹ جلا دی "اٹھو سیم اور اپنی وارڈروب بیڈ پہ نکال کہ رکھو، شاباش" اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ سے نیچے اتار کر وہ بیڈ پر بیٹھ گئیں تھیں، سیم منہ کھولے انہیں دیکھے جا رہی تھی "اور تم باجی کا ٹریولنگ بیگ نکال کر اسے صاف کرو، اندر رہی ہے باجی تمھیں نکال دیتی ہے" ڈنیز نے ملازمہ کو حکم دیا اور تکیہ بیڈ کراؤن کے ساتھ کھڑا کیا اور ٹیک لگا لی "یہ سب کیا ہو رہا ماما مجھے سمجھ نہیں آ رہا اس وقت میری وارڈروب سے کیا کام، کہیں آپ چینج تو نہیں کرنے لگیں۔۔؟ میں بتا رہی ہوں ماما یہ نہیں ہو گا" وہ کمر پہ ہاتھ رکھے لڑاکا موڈ میں آ چکی تھی ملازمہ اشارہ ملتے ہی اس کی وارڈروب میں گھس گئی تھی "چلو آؤ سیم بحث بلکل بھی نہیں پسند مجھے" ڈنیز اسے بازو سے کھینچ کر وارڈروب میں لے آئیں تھیں ،اور خود چند جوڑے ہاتھ میں پکڑے بیڈ پہ رکھے منہ بسورتے انتہائی دکھی ہوتے ثمن

نے بھی انکی پیروی کی، ملازمہ بیگ صاف کر چکی تھی اور کمرے کے وسط میں رکھ کر چلی گئی، جب کافی جوڑے ثمن نکال چکی تو ڈنیز نے مزید نکالنے سے منع کر دیا" ماما کیوں ورلڈ سسپینس کوئین کا ایوارڈ لینا چاہتی ہیں آپ حالنکہ سب جانتے ہیں کہ یہ ایوارڈ نمرہ احمد جی کا ہی ہے، اب بتا بھی دیں کیا کرنے والی ہیں آپ" ثمن ٹانگیں پھیلا کر نیچے کارپٹ بچھے فرش پر بیٹھ گئی اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تو آنکھیں موند کر اس نے ایک ہاتھ سے اپنی کنپٹی مسلی" سر میں درد ہے تو چائے کیوں نہیں لی، تم اپنے اچھے شوز اور باقی ضرورت کی اشیا نکالو میں تمھارے لیے چائے لاتی ہوں" ڈنیز کہتے ساتھ ہی اٹھ کر چلی گئیں وہ آوازیں دیتی رہ گئی لیکن وہ سنی ان سنی کرتے نکل گئیں پیچھے ثمن بچوں کی سی ہاتھ پاؤں فرش پہ مار کے رو دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سب بلکل تیار ہے سر انشااللہ صبح سے ہی مشن سٹارٹ ہو جائے گا" سب اپنی اپنی مکمل معلومات فراہم کرنے کا ٹارگٹ پورا کر چکے تھے، سب کچھ مکمل تھا لیکن میجر کو پھر بھی کچھ ادھورا لگ رہا تھا، وہ نہیں چاہ رہا تھا کہ صبح مشن کا باقاعدہ آغاز ہو لیکن وہ مجبور تھا کچھ بھی مشن میں تاخیر کرنے کو جواز پیش کرنے سے قاصر، میجر احکم مراد نے ایک گہرا سانس لیا" نعرہ تکبیر" کیپٹن داؤد نے پر جوش بلند نعرہ لگایا" اللہ اکبر" اور پورے دستے نے جزبے سے سرشار ہو کر گرجدار جواب دیا، میجر خوش نہیں تھا مشن میں جو

کرداروہ ادا کرنے جارہا تھا صبح سب سے پہلے اسے ہی یہ کام کرنا تھا لیکن وہ جانا نہیں چاہ رہا تھا،اسے انتظار تھا دل بار بار یونٹ میں 2 دن مزید ٹھہر جانے کی ضد کر رہا تھا لیکن وہ دل کی بات مان کر خسارہ برداشت نہیں کر سکتا تھا سو انتظار کی اس ان کہی آگ کو وہیں راکھ کر دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ڈنیز چائے لے کر آئیں تو وہ تقریباً سب سامان نکال چکی تھی،انکے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ آئی "گڈ گرل،اب جلدی سے یہ چائے پیو اور پھر ہم مل کر پیکنگ کرتے ہیں بہت وقت ہو چکا ہے تمھیں ریسٹ کی بہت ضرورت ہے ورنہ طبعیت بگڑ جائے گی" ثمن نے کپ تھاما اور صوفے پر جا بیٹھی،وہ کچھ بولنے لگی کہ ڈنیز نے چپ رہنے کا اشارہ کیا وہ دکھی سا چہرہ بنائے چائے پینے لگ گئی ڈنیز نے اس کے چہرے سے ایک سیکنڈ کو بھی نگاہ نہیں ہٹائی تھی،انکی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے انکی آنکھیں چھلک پڑیں تھیں، ثمن فوراً اٹھ کر انکے پاس آئی اور انکے ہاتھ تھام لیے "کیا بات ہے ماما آپ کیا کر رہی ہیں مجھے بہت ٹینشن ہو رہی ہے پلیز کچھ بتا دیں" ثمن نے انکے آنسو صاف کیے اور ہاتھ پر بوسہ دیا،ڈنیز نے اسے تھام کر گلے لگایا اور پھوٹ کے رو دیں "ارے ارے ماما یہ کیا رو کیوں رہی ہیں آپ کیا ہو گیا یار" ثمن نے انکے چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں تھام لیا،ڈنیز نے آنسو صاف کیے اور ثمن کے ماتھے پر بوسہ دیا پھر اسکی

New Era Magazine

آنکھوں پر اپنے لب رکھ دیے "ماما کیا کوئی خواب دیکھا ہے آپ نے" ثمن کافی زیادہ پریشان ہو چکی تھی ڈنیز نے بیڈ کے ساتھ پڑی سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ایک لفافہ نکال کر ثمن کی گود میں رکھ دیا "یہ کیا ہے ماما" ثمن نے لفافے کو پکڑ کر الٹ پلٹ کر دیکھا" اسے بعد میں کھولنا سیم کیونکہ وقت بہت کم ہے پہلے پیکنگ ضروری ہے پیکنگ کرتے ساتھ سب بتاتی ہوں چلو اٹھو۔ تم بہت سستی دکھا رہی ہو جبکہ اب تمھیں اس کی ہر گز اجازت نہیں "ڈنیز نے بیگ کی زیپ کھولی اور ایک ایک سوٹ کو مکمل چیک کر کے تہہ کرنے لگیں، سیم بھی اٹھ کر ان کے ساتھ لگ گئی" باقی بات تم خود سمجھ جانا بقول مس سیم تمھارے تم بہت عقلمند ہو بات یہ ہے کہ آرمی کی طرف سے تمھارا جوائننگ لیٹر آیا ہے اور تم صبح فجر کے بعد جاؤ گی پشاور، آرمڈ آفیسرز آئے تھے مجھے آمادہ کیا کہ تمھیں آرمی جوائن کرنے دوں سو میں مان گئی آج صبح یہ لیٹر آیا اور تب تمھیں بھیج رہی ہوں پوری کہانی سیال سے پوچھنا کیونکہ یہ سب اسکا ہی کیا ہے 100٪ یقین رکھو اور ہاں اہم بات یہ کہ تم سیال کے یونٹ میں جا رہی ہو اور سب سے اہم یہ کہ اسی کے مشن کی حصہ بنو گی آفٹر ٹیسٹ کے اب چپ چاپ پیکنگ کرو شاباش نوا ینی کو ایسچین" ڈنیز بات ختم کرتے اٹھ کر الماری میں سے کچھ مزید چیزیں نکالنے لگ گئیں جبکہ سیم آنکھیں پوری کھولے حیران سا چہرہ لیے وہیں ساکت بیٹھی تھی، ڈنیز نے اسکا چہرہ

تھپتھپایا تو وہ زرا ہوش میں آئی اور پھر انکے گلے لگ گئی "اتنی بڑی بات آپ مجھے یوں بتا رہی ہیں ماما میرا لائف ایمبیشن پورا ہو گیا اور اور آپ اوماما آئم سو ہیپی یو کانٹ ایمیجن موم" وہ انکے گلے لگی خوشی سے سرشار چہک چہک کے بول رہی تھی ڈنیز نے اسکا ہاتھ پکڑ کر انہیں لبوں سے لگایا" مجھے اندازہ تھا کہ میری گڑیا اتنی ہیپی ہو گی تب ہی تو انکار نہیں کیا جب آرمی خود چل کر میرے گھر مجھ سے میرے ہیرے کو مانگنے آئی میں بھلا کیسے انکار کر سکتی تھی میری جان تو دنیا کی بیسٹ جان ہے "ڈنیز کی آنکھیں لبالب پانی سے بھر گئیں تھیں جن کو سیم نے صاف کیا" تو پھر رو کیوں رہی ہیں" تمھارے اور میرے درمیان ہمیشہ ایک فاصلہ رہا ہے سیم لیکن پھر بھی تم آنکھوں کے سامنے تھی ایک سکون سا تھا اب پاس نہیں ہو گی بس تمھاری جدائی پہ رونا آرہا اور کچھ نہیں بس یہی سوچ کے آنسو آرہے کہ میں اکیلی ہو گئی" ثمن نے انکے گال پر بوسہ دیا" ایسے کیسے اکیلی ہو گئیں آپ اتنا بڑا گھر ہے سب ملازم ہیں ہماری یادیں ہیں اور یہ موبائل کی ایجاد کس کام کی چلیں اداس نہ ہوں اور نہ مجھے کریں ورنہ میں ناراض ہو جانا" سیم نے کھڑے ہو کر ہاتھ جھاڑے اور ان کا موڈ زرا ٹھیک کیا پھر سنگھار میز سے ضروری سامان اٹھانے لگ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سر پوری ٹیم اپنا کام کر چکی ہے اب وقت ہو گیا ہے کہ میں جاؤں میری ضرورت ہو گی وہاں بے شک کیپٹن سیال وہاں سب کچھ سنبھالے ہوئے ہے اوکے کی رپورٹ ہے فجر سے لے کر ابھی تک، لیکن اب مجھے چلنا چاہیے آپکی دعاؤں کی ضرورت ہے انشااللہ مراد پا کر ہی لوٹیں گے "میجر نے کرنل زعیم شاہ اور دیگر آفیسرز کو سلیوٹ پیش کیا" خدا آپ سب کا حامی و ناصر ہو گا بہادر "کرنل زعیم شاہ نے میجر کی پیٹھ پر تھپکی دی جبکہ کرنل سلیمان نے بڑھ کر اسے گلے لگایا، میجر احکم مراد الوداع کہتا آفیسرز میٹنگ روم سے باہر نکلا تھا کہ خود سے چند فٹ دور تشریف لاتی ہستی کو دیکھ کر اس کے قدم وہیں دروازے سے 2 فٹ دور ہی تھم گئے تھے، وہ گارڈز کی میت میں یونٹ کو دائیں بائیں دیکھتی اپنی ہی خو میں اچھلتی کودتی آ رہی تھی بڑی سی مسکراہٹ اسکے گلابی چہرے کا طواف کر رہی تھی سیاہ منی فراک سیاہ جینز سیاہ سٹالر یہاں تک سیاہ باربی شوز پہنے وہ سیاہ رات کا نظارہ دے رہی تھی اچانک اس کی نظر بھی خود کو دیکھتے یونیفارم کے بغیر گھریلو لباس میں ملبوس میجر احکم مراد پر اٹک گئی وہ عام حلیے میں بھی اسے پہچان گئی تھی، ثمن کے پاؤں بھی وہیں رک گئے، چند لمحوں کے لیے نظریں ملی تھیں، ثمن کو لگا اس کی آنکھوں میں کرچیاں چبھی تھیں شاید، اس کی آنکھیں چھلک پڑیں تھیں ایک کڑی نگاہ میجر پہ ڈالتے وہ اس کے پاس سے گزر کر روم میں داخل ہو گئی تھی کیونکہ گارڈز نے

اسے اس کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تھا، میجر وہیں کھڑا تھا، اس کی آس پوری ہو گئی تھی انتظار ختم ہو گیا تھا، ہاں اسے ثمن حیدر کا انتظار تھا، وہ اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا اور جاتے جاتے مراد پوری ہو چکی تھی لیکن اس کی آنکھوں کی نمی پھر پریشان کر گئی تھی ، میجر نے ایک لمبا سانس کھینچا اور سر جھٹک کے اپنے نئے سفر پر چل پڑا تھا،،،۔۔۔۔۔

گاڑی بڑی تیز رفتار سے عمارت میں داخل ہوئی تھی کام کرتے عملے نے اک نظر مڑ کر دھواں اڑاتی گاڑی کو دیکھا اور پھر اپنے کام میں لگ گئے، آغا داور خان اور شمون دونوں ہی بہت اشتعال میں گاڑی سے اترے تھے، داور خان نے اترتے ہی سامنے دیوار پر فائر کر دیا، شمون خان نے بڑھ کر انکے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا تھا سب لوگ سہم گئے تھے، انکے کام کرتے ہاتھ وہیں تھم چکے تھے، آغا داور خان اور شمون خان چاروں طرف خونخوار نگاہیں پھینک رہے تھے، انکا اشتعال مزید بڑھ گیا تھا کیونکہ سارے کے سارے مزدور اجنبی تھے سارے چہرے غیر شناسا تھے "کدھر ہے بہادر خان، اوئے بہادر خانا نکلو باہر کیا تماشا کھیل رکھا تم نے" داور خان بلند آواز میں چلا رہا تھا کہ مالک کے کمرے سے ایک شخص نکلا، سفید کاٹن کے سوٹ پر سیاہ واسکٹ پہنے پشاوری کھیڑی کی فرش پر آواز پیدا کرتا وہ رعب دار چال چلتا انکے پاس آن رکا، شمون خان اسے سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا سیاہ چمکتے بال سفید رنگت کا مالک وہ کسی ریاست کا شہنشاہ معلوم

ہو رہا تھا، آغا داور خان ٹک ٹکی باندھے اسکی نگاہوں میں اپنی نظریں گاڑھے کھڑا تھا"
آتے ہی اتنا شور، کوئی طریقہ بھی ہوتا ہے کسی کے ہاں داخل ہونے کا، بات سمیٹتا ہوں
چچا کے کہنے کے مطابق شور مچائے جو وہ ایک ہی شخص ہو سکتا ہے کیا تم آغا داور خان ہو
"وہ صاف اردو بول رہا تھا حالنکہ لباس اور شکل وصورت سے وہ بھی پٹھان ہی لگ رہا تھا
"تم کون ہو۔۔؟؟ بہادر خان کدھر ہے" شمون خان نے اسے گریبان سے پکڑ لیا تھا
ایسا کرنے سے اسکا گارڈ رائیفل چڑھانے لگا جسے اس نے اشارہ کر کے منع کر دیا تھا" کیا
بہتر نہیں ہو گا اگر ہم بیٹھ کے آرام سے بات کر لیں" شمون خان کی خونخوار نگاہوں او
گھٹیا حرکت کو بالائے تاک رکھے وہ بڑے شائستہ انداز میں کہہ رہا تھا کہ داور خان نے
بھی اپنا حصہ ڈالا اور ایک مکا اس کے جبڑے پہ دے مارا، پاس کھڑا اس شخص کا گارڈ بے
بسی سے دیکھ رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا گولیوں سے بھون دے وہ اس کو جو اس کے مالک
پہ ہاتھ اٹھا رہا، شمون خان نے گریبان چھوڑا تو وہ اپنا گریبان درست کرتا الٹے پاؤں
چل دیا اس کی پیروی کرتے داور خان اور شمون خان بھی کمرے میں آ گئے تھے،
بجائے کے وہ انکو چائے پانی دیتا خود ایک گلاس پانی پیا اور بہادر خان کی کرسی پر آ کر بیٹھ
گیا شمون خان نے ٹیبل پر مکا دے مارا" 1 منٹ سے پہلے بتاد وام کو بہادر خان کدھر
ہے تم کون ہے یہ سارا مزدور کون ہے سچ سچ بتاؤ ورنہ جان کھینچ لے گا ام تمھاری"

شمون خان کی آنکھیں انگارے برسا رہی تھیں "میں بہادر خان کا بھتیجا ہوں انکے بڑے لالا کا بڑا بیٹا جلال خان "بکواس بند کرو تم اپنا، وہ پٹھان تھا تمھارا آواز اور لہجہ ام کی طرح نہیں ہے کھیل نہ کھیلو امارے ساتھ سچ بتاؤ صرف سچ "داور خان نے میز پر پڑا گلاس فرش پہ پھینکا اور خود جلال خان کے سر پہ آن کھڑا ہوا، اتنی سخت سنگین گھڑی میں بھی وہ کمال تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا اسکے لبوں پر مسکراہٹ تھی جو مزید اشتعال دلا رہی تھی "سہی کہا میرا لہجہ تمھارے جیسا نہیں کیونکہ میری والدہ پٹھان نہیں تھیں بلکہ پنجابی تھیں اور الحمد اللہ میں اپنی ماں سے یہ طرز لیے ہوا ہوں اور رہی بات سچ کی تو میں سچ ہی کہہ رہا ہوں، چچا کو بابا جان واپس لے گئے ہیں چونکہ چچا کا کوئی بیٹا نہیں تو انکا تمام کاروبار میرے نام کر دیا گیا، اور مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ کون ہو چچا نے سب بتا دیا تھا اور "بات کرتے کرتے وہ میز کے نیچے تھوڑا جھکا تھا "یہ رہی تمھاری رقم جو چچا نے ادا کرنی تھی، پکڑو اسے اور کل مجھے مال چاہیے یہ اس کی رقم ایڈوانس میں پہلے سے دگنی رقم ہے دگنا مال چاہیے حیرت ہو رہی چچا پہ اتنا کم مال کا کاروبار کر کیسے رہا تھا یہ کاروبار تو جتنا خریدو اتنی جلدی زیادہ کاروبار پھیلتا "وہ پیسوں کے تین الگ الگ پیکٹس انکے آگے پھینک کر انکی غلط کاروبار کی ترغیب پر چوٹ کر گیا تھا، شمون خان نے داور خان کی طرف دیکھا تھا جو اسی کی طرح بے یقینی سے جلال خان کی طرف دیکھ رہا تھا "بہادر

خان کب واپس آئے گا ام کو اور بھی بہت کام ہے اس دھوکے باز شیخ" خبردار میرے چچا کے بارے ایک لفظ بھی غلط کہا" داور خان کی بات کاٹتے وہ تمام وقت میں پہلی بار اتنا گرج کے بولا تھا" اب کبھی نہیں آئے گا وہ بابا جان نہیں آنے دے گا پہلے وہ یہاں بھاگ کے آیا تھا 8 سال بعد بابا جان کو ملا اب بھلا کیسے انکو چھوڑے گا اب یہ اڈہ میں چلاؤں گا میں خریدوں گا تم سے مال میں آگے بھیجوں گا کیونکہ میں سب سے ملاقات کر چکا ہوں جن سے چچا کا تعلق تھا، میرا خیال ہے تم لوگوں کو اب چلے جانا چاہیے کیونکہ جس کام کو آئے تھے وہ ہو گیا بلکہ مزید اضافہ ہو گیا مجھے صبح مال چاہیے بہت کم مال پڑا ہے یہاں بتاؤ کہاں کب آنا ہے مجھے مال لینے" جلال خان اپنی رعب دار اور مرغوب کر دینے والی چال چلتا شمون خان کے سامنے آن رکا تھا" کل تمھارے اڈے پہ پہنچ جائے گا اس سے پہلے تمھیں اشٹام پر دستخط کرنا ہو گا کہ تم ام کے ساتھ دھوکہ نہیں کرو گے" شمون خان نے اپنی شال کاندھے پہ درست کی" ٹھیک ہے میں تیار ہوں لاؤ اشٹام پیپر" جلال خان نے اسکے آگے ہاتھ پھیلایا تو شمون خان نے ہاتھ جھٹک کر نیچے کیا" کل مل جائے گا" داور خان نے جواب دیا اور باہر کو قدم بڑھا دیے شمون خان بھی رقم سنبھالتا پیچھے ہو لیا۔ جلال خان نے آنکھیں بند کر کے سانس لیا تب ہی گارڈ نے اسکے لیے کھانا لگایا" آجایئے سر کھانا لگا دیا بلا ٹل گئی لڈیاں ڈالیں" اسکی بات پر

جلال خان ہنس دیا" کتنا کھاتے ہو تم یار مجھے بھی سانڈ بنا دینا کھلا کھلا کے تم نے "اسکے سر پہ چپت لگاتے جلال خان واش روم میں ہاتھ دھونے کے لیے چلا گیا تھا جبکہ وہ پیچھے قہقہے لگا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لیفٹ تیسری منزل پر پہنچی تو اسنے جلدی سے دروازہ کھولا تقریباً بھاگتے ہوئے سامنے کمرے کے دروازے پر دستک دی جواب ملنے پر وہ آندھی طوفان کی طرح داخل ہوئی "ارےےے لاریب بیٹا آرام سے "ڈنیز نے اسکی برق رفتار کو دیکھ کر اپنے کمپیوٹر کے کی بورڈ پہ انگلیاں چلاتے ہاتھ کو روک دیا" ثمن کہاں ہے "بغیر کسی بھی علیک سلیک کہ اس نے سیدھا سوال کر دیا، بیگ زور سے میز پر پٹخا "بیٹا بیٹھو تو سہی کیا ہو گیا اتنا شدید ردِ عمل کیوں "کیونکہ آپکی محترمہ بیٹی، میری بہن میری واحد دوست پورے ایک ہفتے سے مجھ سے کسی قسم کے رابطے میں نہیں ہے، نہ یونی آتی فون کرو تو نمبر بند ہے جناب کا گھر جاؤ تو پتا چلے وہ گھر پر نہیں آپکا پوچھیں تو آپ حیدر آباد پلانٹ پر گئیں، گھر اور آفس کے چکر لگانے پر، اتنا سب برداشت کرنے پر اتنا شدید ہی غصہ آتا ہے آنٹی "لاریب نے ایک ہی سانس میں ایک ہفتے کی جمع شدہ بھڑاس نکال دی سر کو جھٹکا دے کر بات کرنے کی وجہ سے اسکا جوڑا کھل گیا تھا ڈل براؤن رنگ کے ریشمی کمر تک آتے بال کیچر کی جکڑ سے نکل آئے تھے اسنے سختی سے انہیں رول کیا اور پھر جوڑا بنا کر کیچر

میں جکڑ دیا"ہو گیا،اب بیٹھو"ڈنیز نے آرام سے بات سنی اور پھر ریسیور اٹھایا"دو لیمن جوس کے گلاس بھیجیں"لاریب بیٹھ چکی تھی"یہ کی ہے اس نے بہنوں والی حرکت آنٹی ریسرچ پہ نکل گئی ریسرچ کا پلان بنایا اور مجھے بتانا تک گوارہ نہیں کیا واہ مجھے سر سے پتا چل رہا کہ میری دوست ریسرچ پہ گئی اور کیا طریقہ ڈھونڈا میرا ریکارڈ لگانے کا لوگ مجھ سے اسکے بارے دریافت کر رہے اور میں سب کو بتاتی پھر رہی سوری میرا خود کوئی کنٹیکٹ نہیں واٹ آر بش آنٹی مطلب مجھے بتانا اس نے نامناسب سمجھا مجھے آنٹی"وہ غصے سے لال ہو گئی تھی ڈنیز کو ہنسی آ رہی تھی لیکن وہ ضبط کر کے بیٹھیں تھیں،پی اے جوس رکھ کے جا چکا تھا"لاریب یہ جوس پیو اچھا رہے گا پھر بات کرتے ہیں"آنٹی کے اتنا پر سکون ہونے پر وہ مزید چڑھ گئی تھی کچھ بولنے لگی کہ انہوں منع کر دیا۔اس نے گلاس ایک سانس میں ہی غٹا غٹ پی دیا"کھانے کے معاملے میں تم دونوں ایک جیسی ہو نہیں کھایا تو نہیں جب کھایا تو جانوروں کی طرح،کوئی ڈھنگ سلیقہ بھی سیکھ لو دوسرے گھر جا کر کیوں ہم ماؤں کی ناک کٹوانی ہے تم دونوں نے" بات کو مت نیا رخ دیں سیم کدھر یہ بتائیں اسکا نمبر کیوں بند ہے"لاریب نے دونوں ہاتھ باندھ لیے اور سوالیہ نظریں ان پر ٹکا دیں"یوں تو نا گھورو ربی تمھاری یہ گائے جتنی موٹی سیاہ آنکھیں ڈرا رہی ہیں یار"ڈنیز نے اسکا موڈ تھوڑا فریش کرنا چاہا نتیجا تگوہ

مسکرادی تھی "مجھے بھی نہیں پتا کب ارادہ بنا بس بتایا جب جانا تھا ہاں رہی بات نمبر کی تو وہ سیم نے تبدیل کر لیا ہے اور وہ چند لوگوں کے پاس ہے جس گروپ کے ساتھ گئی ہے ان سے پرمیشن لے کے نمبر کسی کو بھی دینا ہے، میں کہہ دوں گی تمھیں میسج کرے اگر اجازت ملتی ہے تو" لاریب منہ کھولے انکی بات سن رہی تھی "سیریسلی آنٹی یہ سسٹم ہے۔۔؟؟ مطلب مجھے نمبر دینے کو اجازت لینی پڑے گی واؤ کیا سلوک کیا جارہا" لاریب نے تالی بجائی اور جھوٹا قہقہہ لگایا ڈنیز گڑبڑا گئیں تھیں "فائن، دے دیجیے گا میرا میسج خوب دوستی نبھائی، یہاں میری جان پہ بنی تھی کہ یوں اچانک کہاں غائب ہو گئی ٹھیک تو ہو گی اور وہاں اسے میں یاد بھی نہیں، کبھی نہیں بھولے گی یہ بے اعتنائی اسکی آنٹی،" لاریب کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں وہ ایک سیکنڈ مزید نہیں رکی تھی اور چلی گئی ڈنیز نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "اتنی جان بستی ہے تم دونوں کی ایک دوسرے میں کہ وہ فون کرے تو دوسرا سوال لاریب سے بات ہوئی ہوتا ہے اور یہاں یہ رو رہی، اتنا پیار ،،،" ڈنیز مسکرادیں تھیں اور ریکارڈ پہ لگا موبائل اٹھایا ساری ریکارڈنگ جھٹ سے سیم کو واٹس اپ کر دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماما کل اس سے کوئی رابطہ نہیں کرنا آپ پرسوں کو کہہ دیجیے گا اجازت نہیں ملی" ثمن نے اپنی ہنسی کو کنٹرول کرتے وائس میسج کیا تھا، پاس بیٹھے سبھی لوگ ہنس رہے تھے،

رات کا کھانا کھا کر وہ تھرڈ فلور کے ہال میں بیٹھے تھے کیپٹن داؤد، کیپٹن نتاشہ، کیپٹن اکاش اور کیپٹن عبداللہ کو بھی سیم نے لاریب کی ریکارڈنگ سنائی وہ بھی ہنس رہے تھے تب ہی میجر احکم مراد وہاں داخل ہوا، سوائے ثمن کے سب نے سلیوٹ پیش کیا اور بیٹھ گئے اس کی حرکت نوٹ تو ہو چکی تھی لیکن کوئی بھی بولا نہیں "کیا ہو رہا تھا یہاں بڑے ہنس رہے ہو سب "گود بھرائی کی رسم، آپ نے کروانی،،؟/"میجر کے اتنے پیار سے پوچھنے پر آہستہ آواز میں ثمن نے جواب دیا جو کیپٹن نتاشہ سن چکی تھیں، کیپٹن نتاشہ کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا سب کی گردنیں اس کی طرف مڑیں تھیں۔ وہ ہاتھوں سے سوری کرتی ثمن کی گھورتی نظروں کو دیکھ رہی تھی، "سر آپ بیٹھیے تو سہی پلیز" کیپٹن نتاشہ کے رد عمل کو نظر انداز کرتے کیپٹن داؤد نے چیئر گھسیٹ کے انکو دی، ثمن نے اتنی خاطر داری دیکھ کر منہ چڑھا کے منہ کو پھیر لیا، جیسے ہی میجر احکم مراد بیٹھے تھے ثمن نے موبائل اٹھایا اور وہاں سے جانے کو اٹھی تھی ابھی دو قدم چلی ہی تھی کہ " آپ کی ٹریننگ کیسی چل رہی مس ثمن۔۔؟"آپکو میری ٹریننگ سے مطلب۔۔" ثمن نے کوئی بھی لحاظ رکھے بغیر جو منہ میں آیا فٹ سے بول دیا تھا، کیپٹن اکاش اور عبداللہ کے تو منہ ہی کھل گئے تھے بھلا میجر احکم مراد سے کس کی اتنی مجال کے ایسے بات کرے اور وہ برداشت کر جائیں، ثمن بازو لپیٹ کے کھڑی ہو گئی تھی سکن منی

فراک جامنی جینز پہنے جامنی سٹالر گردن کے گرد مفلر کی طرح لپیٹے اور جامن ہئیر پنز لگائے وہ ہمیشہ کی طرح اسی باربی حلیے میں تھی البتہ کیپٹن اکاش اور کیپٹن نتاشہ نے سٹالر کا حجاب بنایا تھا، میجر بھی یونیفارم میں نہیں تھا" یس سر بہت اچھی چل رہی ہے ان کی ٹریننگ انفیکٹ زیادہ محنت کرنا پڑی ہی نہیں کیونکہ شی از آلریڈی فلی پریپئیر ڈ اینڈ ایوری تھنگ" کیپٹن نتاشہ نے جلدی سے ماحول کو نارمل کیا" دیٹس گریٹ، اسکا مطلب بہت جلد اب یہ مشن میں ورک کریں گی" آپکا میرے مشن سے کیا لینا دینا وائے یو آسکنگ آباؤٹ می وائے" ثمن کی آواز بہت غصیلی تھی، میجر نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں تھیں باقی سب بھی خاموش ہو گئے تھے" میرا خیال ہے آپکے نالج میں نہیں کچھ پوائنٹس، تو سنیے مس ثمن حیدر جس مشن میں آپ ورک کریں گی وہ میں لیڈ کر رہا ہوں اور مجھے میرے مشن میں کوئی بھی زرا سی جھول اور کوتاہی پسند نہیں، اس لیے آپکا مکمل پریپئیر ڈ ہونا میرے لیے فائدے مند ہے سمجھیں آپ" اب باری تھی ثمن حیدر کی چپ ہونے کی وہ کبھی میجر کو دیکھتی تو کبھی دوسرے لوگوں کو، وہ شرمندہ تھی لیکن خود کو جلد ہی اس فیز سے نکال چکی تھی" یہ بات بھی مجھے پتا تھی" ثمن نے بالوں کو جھٹکا دے کر اور دائیاں ہاتھ لہرا کر کہا تھا جس پر کیپٹن نتاشہ پھر ہنس دیں تھیں، بدمزگی پیدا ہو رہی تھی کیپٹن اکاش نے بات کا رخ تبدیل کیا" آسر مس ثمن

ابھی آئی-ٹی سیکشن اور نیٹورکنگ میں تھوڑی گڑبڑ کر رہی ہیں بٹ آئی ہوپ موران 2 اور 3 ڈیزشی ول بھی ایبل ٹو جوائن یور مشن انشااللہ "کیپٹن نتاشہ نے بازو سے پکڑ کر سیم کو کرسی پر بیٹھایا جو منہ بسورتی بیٹھ گئی تھی "ڈیوائسز کو استعمال کرنا سیکھ رہی ہیں رات 9 بجے کے بعد ان کی آئی-ٹی سیکشن میں ٹریننگ ہوتی ہے یعنی اب سے کچھ دیر بعد تک، آج انشااللہ سپائے کیمرہ کی ایڈجسٹ منٹ اینڈ کنیکٹنگ وڈ ڈیوائسز مکمل سیکھ جائیں گی" یہ تو بہت اچھی بات ہے "میجر نے قمیض کی جیب سے موبائل نکال کر سکرین دیکھی جہاں چشمان کی 6 مسڈ کالز تھیں "ہاں تو کیا خیال ہے مس ثمن آپکی نشانہ بازی ناچیک کرلی جائے "میجر احکم مراد نے ہاتھ تھوڑی تلے رکھا اور بازو کی کہنی گھٹنے پر ٹکادی مسکراتی نظروں سے منہ پھلائے بیٹھی ثمن کو دیکھا "ہاں میرا بھی دل کر رہا گولیاں چلاؤں وہ بھی آپکے سینے پہ تاک تاک کہ نشانہ ماروں گی" ثمن نے دانت پیستے بڑی ہی آہستہ کہا لیکن اس بار کیپٹن نتاشہ کے ساتھ کیپٹن اکاش بھی سن چکی تھیں اور دونوں منہ پہ ہاتھ رکھے قہقہے کو دبا رہی تھیں "میں نے تو کوئی لطیفہ نہیں سنایا جو یوں ہنس رہی ہیں آپ کیپٹنز "میجر نے اچنبھے سے دیکھا، ان دونوں کی حرکت سب کو مشکوک لگ رہی تھی "آپ خود کسی لطیفے سے کم ہیں کدو کریلے کھڑوس کہیں کے ہونہہ" ثمن نے سر نیچے کیا پھر ہنستے کہا جس پر کیپٹن نتاشہ نے کہنی اسے ماری اور ہنسی

کو بامشکل روکا" یس آپ چیک کر سکتے ہیں چلیے مس ثمن دیکھائیں سر کو کتنا ز بردست نشانہ ہے آپکا" کیپٹن نتاشہ کھڑی ہوئیں اور بازو سے پکڑ کر ثمن کو بھی کھڑا کیا اور جانے کو کہا" ثمن کیپٹن نتاشہ کو وارننگ دیتی پیر پٹختی میجر کے پیچھے چلتی جارہی تھی جبکہ کیپٹن اکاش کیپٹن داؤد اور عبداللہ کو ہنسنے کی وجہ بتارہی تھیں

مئی کا درمیانی ہفتہ چل رہا تھا لیکن پشاور میں رات کو پھر بھی کافی ٹھنڈ تھی، بزگل نے شال کو بڑی اچھے سے لپیٹا ہوا تھا، آغا جان کی طبعیت ٹھیک نہیں تھی وہ سو رہے تھے محرما جان عشاء کی نماز پڑھ رہیں تھی، کمرے میں اس کا دل گھبرا رہا تھا وہ گھر کے گرد بنے لکڑی کی ریلنگ کا پاس آن کھڑی ہوئی، کچھ دیر وہاں کھڑا ہونے کے بعد وہ صحن میں جانے کے لیے بنی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی یونہی بیٹھے بیٹھے وہ مسکرانے لگی، ہوا نے اسکے سر سے شال کو اتار دیا تب ہی اسے کانوں میں مدھم سی وہی آواز سنائی دی جسکی وہ دیوانی تھی وہ ایک آواز جو اسکے چہرے پر مسکراہٹیں بکھیرتی "ایک بات سچ ہے گل تمھارا سر شال سے ڈھانپا ہی اچھا لگتا ہے ایک کام کیا کرنا اسے پنز کی مدد سے سر پہ اٹکا لیا کرو تاکہ اترے ہی نا مجھے نہیں پسند میں تمھیں یوں دیکھوں گناہ سا لگتا ہے یار حالنکہ میری بہن تو دوپٹہ بھی نہیں اوڑھتی مگر تم شال میں جچتی ہو ڈھکے سر کے ساتھ" بزگل

کھلکھلا کے ہنس دی گھر میں داخل ہوتے شمون خان کے کانوں میں اس کی آواز پڑی تو وہ وہیں رک گیا اور پھر آہستہ چلتا چلتا اس کے سامنے نیچے سیڑھیوں کے پاس کھڑا ہو گیا بزگل کے چہرے پر ابھی بھی ویسی ہی مسکراہٹ تھی "کیا ہوا بزگل تم یہاں کیوں بیٹھا ہے۔۔؟ تمھارا طبعیت تو ٹھیک ہے نا تم یوں رات کو یہاں" بزگل کھڑی ہو گئی اور ریلنگ کے پاس جا کھڑی ہوئی شمون خان بھی چلتا اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا "اندر دل گھبرا رہا تھا یہاں ہوا کھانے آیا تھا اب جا رہا ہے ام" بزگل مڑ کے جانے لگی جب شمون خان بولا "ام نے یہ تو نہیں کہا بزگل تم جاؤ یہاں سے ام کو اچھا لگا تم کمرے سے باہر آیا ہے اور "اس سے پہلے کے بزگل جواب دیتی محرما جان نے بزگل کو آواز دی وہ بھاگ کر چلی گئی اور پیچھے شمون خان مسکرا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میجر احکم مراد نے گلاسز اتار کر میز پر رکھے اور کرسی پر بیٹھ گیا سر کرسی کی پشت پر ٹکا دیا اور آنکھیں موند لیں "مجھے لگتا ہے سر آپ بہت زیادہ تھک گئے ہیں آپ کو آرام کی بہت زیادہ ضرورت ہے میں نے منع بھی کیا تھا میں اکیلا یہ راؤنڈ لگا آؤں گا لیکن آپ نے ضد کی اور اب "کیپٹن سیال حیدر بھی اسکے سامنے میز کی دوسری طرف پڑی کرسی پر بیٹھ گیا اور ہاتھ میں پکڑی اے کے 47 بندوق کو بھی میز پر رکھ دی "تم بھی تو میرے ساتھ ساتھ ہی ہو تم بھی تو تھکے ہو میں نے تو نہیں کہا آرام کرو، تم جانتے ہو سیال ہم

آرام کرنے لگ گئے تو کر لیا پھر ہماری قوم نے آرام لے لیا انہوں نے آزادانہ پھر سانس "میجر نے ویسے ہی کرسی کی پشت پر سر کو رکھا البتہ آنکھیں کھول کے چھت کو دیکھنے لگ گیا" یہ بات بھی ہے، آپ رات کو یونٹ گئے تھے، سیم سے بات ہوئی وہ بتا رہی آپ نے اس سے چھوٹا سا ٹیسٹ لیا۔۔؟؟" کیپٹن سیال نے دونوں بازو میز پر رکھ دیے اور میجر احکم کی طرف دیکھنے لگ گیا" ہوں گیا تھا اور ٹیسٹ بھی لیا" میجر نے سرسری سا جواب دیا اور پھر آنکھیں موند لیں تھیں "کیا آپکو لگتا ہے سر وہ یہ کر پائے گی۔۔؟؟ بہت بڑا رسک لیا ہے آپ نے سر اسے ابھی اونچ نیچ کا صحیح سے اندازہ نہیں ہے چاہے میں نے مکمل گائیڈ کیا ہوا تھا اسے ہر بات بتاتا تھا لیکن یہ فرسٹ ایکسپیئرینس جو اسے مہیا کیا یہ نہیں تھا کرنا چاہیے سر کم از کم مشن میں تو ہرگز شامل نہیں کرنا چاہیے مجھے نہیں لگتا وہ کر پائے گی اسے خون سے بہت ڈر لگتا ہے سر" کیپٹن سیال انکو کافی ثمن کی طرف سے ڈرا رہا تھا لیکن "اب وہ مزید بہادر ہو گئیں ہیں کیپٹن کوئی ڈر یا خوف اب نہیں رہا بے فکر رہو اور دعا کرو۔۔اور مہربانی ہو گی اگر چائے پلا دو گے مغرب ہونے میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے" میجر نے بڑے پیار سے کیپٹن سیال کو کہا جو مسکراتا ہوا چلا گیا جبکہ میجر نے دوبارہ آنکھیں موند لیں لیکن انکھوں کے پردے میں رات کا واقع کسی فلم کی طرح چلنے لگا(ثمن نے تمام گنز کی نشانہ بازی میجر کو دکھا دی میجر احکم مراد اتنی

پرفیکشن پہ دل کھول کے اسے داد دے رہا تھا اچانک میجر سامنے الماری میں رکھی ایک گن اٹھا لائے "مجھے یہ نہیں چلانی آتی اسے رہنے دیں" اس گن کو اٹھاتا دیکھ کر ثمن جھٹ سے بولی تھی "ارے کیوں نہیں چلانی آتی، جب سیکھا ہے تو مکمل رسائی حاصل کریں کچھ ادھورا کیوں" میجر اس کی بات کی زرا بھی فکر کیے بغیر اسکے پاس لے آئے تھے "انشااللہ سر اسکی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، کیا ہو گا اگر ایک نا سیکھی تو۔۔۔؟؟" معصومیت کے تمام ریکارڈ توڑتے وہ لاڈ سے منہ لٹکائے بولی تھی کہ اسکے انداز پر میجر کے لب دلکشی سے مسکرائے تھے "ہو سکتا ہے کہ نا استعمال ہو لیکن ہم یہ بات یقین سے تو نہیں کہہ سکتے چلیں گھبرائیں نہیں یہ بھی اتنی مشکل نہیں ہے چلانی بس اچھے طریقے سے ہینڈل ہی تو کرنا ہے، چلیے میں آپکو سیکھا دیتا ہوں" میجر نے گن کو چیک کیا وہ بلکل ٹھیک تھی پھر بورڈ درست کیا جہاں نشانہ لگانا تھا اور پھر ثمن کے سامنے آن کھڑے ہوئے "یہ بہت بھاری ہے مجھ سے اٹھائی نہیں جاتی سر" ثمن نے آہستہ آواز میں سر جھکا کر کہا تو میجر کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی ثمن نے رحم طلب نظروں سے میجر کی طرف دیکھا وہ 12 کلو کی بھاری بندوق اٹھانے کے موڈ میں بلکل بھی نہیں تھی میجر گھوم کے اسکی پشت پر کھڑا ہو گیا تھا ثمن کا دل 120 سے بھی تیز رفتار پکڑ چکا تھا میجر نے فاصلہ کم کیا اور بندوق پکڑے ہاتھ والا بازو اس کی بائیں طرف اور جس سے

ٹریگر دبانا دائیں طرف پھیلا دیا آہستہ سے اسکے ہاتھ تھام لیے اور ان کی گرفت بندوق پر قائم کر دی "نشانہ بناؤ ثمن" میجر نے بندوق کو اسکے چہرے کے قریب کیا، میجر کو اپنے چہرے پر نظروں کا حصار محسوس ہوا تو اس نے چہرا گھما کر ثمن کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی میجر کا دھڑکتا دل ایک سیکنڈ کے لیے دھڑکنا بند ہو گیا تھا اور پھر جب شروع ہوا تو لگا جیسے آرمی ٹیسٹ کی دوڑ لگا رہا ہو، میجر اس پر سے نظر ہٹانا بھول چکا تھا وہ بھول گیا تھا وہ کیا کرنے لگا تھا اگر یاد تھا تو ثمن حیدر اگر وہ یاد رکھنا چاہ رہا تھا تو فقط ثمن حیدر کو، ثمن کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں، اس نے آرام سے خود کو میجر کے حصار سے نکالا اور وہاں سے جانے کی غرض سے باہر کو قدم بڑھا دیے شاید دو قدم ہی چلی ہو جب میجر نے اسکی کلائی تھام لی تھی، ثمن رک گئی تھی، میجر ایک بار پھر گھوم کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا تھا، کلائی ابھی بھی گرفت میں تھی، ثمن میجر سے نظر ملا نہیں پا رہی تھی اور وہ بھی ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کر رہا تھا مجال جو پلک بھی جھپک رہا تھا یک ٹک نگاہیں بیچاری کے شرم اور میجر کی اتنی نزدیک قربت سے ہوتے لال چہرے پر گاڑھی ہوئیں تھیں "میں نے تو اب کوئی جرم نہیں کیا سیم جو یوں اپنی آنکھوں کو سزا دے رہی ہو" میجر اس کی بہتی آنکھوں کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا "کسی اور کی نہیں کم از کم چشمان کی بات پر یقین کر لیں کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بلکل بھی اچھے نہیں لگتے سیم" میجر

مس ثمن سے ثمن اور اب سیم پہ آ چکا تھا اپنے دل کی بات چشمان کا حوالہ دے کر وہ کہہ چکا تھا ثمن نے ہاتھ کی پشت سے رخسار پر بہتے آنسوؤں کو صاف کیا، "کچھ نہیں ہوا آپ پلیز میری کلائی چھوڑیں" ثمن نے ایک لمحے کے لیے میجر کی طرف دیکھا پھر نگاہ جھکالی، میجر نے آرام سے اسکی کلائی چھوڑ دی "کیوں روئیں اب آپ ثمن" میجر نے بازو سینے پر باندھ لیے تھے وہ ثمن کا رستہ روک کے کھڑا تھا، سیم نے اپنی لرزتی پلکیں اٹھائیں اور نگاہ میجر کی نظر سے ملائی، ایک آنسو پھر ٹوٹ کے گرا تھا منہ پہ ہاتھ رکھتی اپنی سسکی کا گلا دباتی وہ میجر کی ایک طرف سے راستہ بناتی بھاگ کر وہاں سے اوجھل ہو گئی تھی میجر تو اسکی آنکھوں میں کھو گیا تھا اسکے یوں اچانک بھاگ جانے کو وہ سمجھ بھی نہ سکا تھا اور وہیں کھڑا رہ گیا) میجر نے آنکھیں کھولیں تو کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا "تم کیوں روئی تھی ثمن میں نہیں جانتا لیکن تمھارے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں۔۔ آخر کیوں مجھے یہ آنسو تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں، میں کچھ بھی تو نہیں ہوں تمھارا تو پھر کیوں۔۔۔"، بے ساختہ میجر کا ہاتھ اسکے دل پر پہنچ گیا، وہاں درد ہو رہا تھا میجر نے پاس پڑا گلاس اٹھایا جگ سے پانی انڈیلا اور گھونٹ گھونٹ پیا لیکن پھر بھی آرام نہیں آیا تھا ،اذان شروع ہو چکی تھی میجر نماز پڑھنے کی غرض سے اٹھ گیا تھا اور تب ہی دل میں ہلکا ہلکا سکون اترنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

چوکیدار نے دروازہ کھولا تو گاڑی جھٹ سے اندر داخل ہوئی اور ایک جھٹکے سے رکی،
جلال خان کے کمرے کا باہر بیٹھا اسکا محافظ اٹھ کر کھڑا ہو گیا
تھا، شمون خان اور داور خان اسکے پاس آن رکے "یوں منہ اٹھائے تم لوگ کدھر جا
رہے ہو مجھے سے بات کرو پہلے" محافظ نے انہیں اندر کمرے میں جانے سے منع کیا
جہاں جلال خان موجود تھا، اتنی صاف اردو بولتے اسکو دیکھ کر شمون خان نے اسکا بھر
پور جائیزہ لیا تھا "ام کو جلال خان سے ملنا ہے بتاؤ اسے داور خان آیا ہے" شمون خان
کے بولنے سے پہلے ہی داور خان بول پڑا جسے شمون خان حیران کن نگاہ سے دیکھ رہا تھا"
تم ہمارے اڈے پر صرف منگل کے دن آتا ہے یا جمعہ کو لیکن آج تم اتوار کو آن پہنچے ہو
بتاؤ اب کیسے ملے تم سے جلال لالا" وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور اپنی بندوق کو ہاتھ
میں پکڑ کر اسکی نالی میں جھانک کر نا جانے کیا چیک کرنے لگا شمون خان نے شدید غصے
میں اپنے دانت پیسے جبکہ داور خان نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں تھیں اور وہ پر سکون انکے
تاثرات سے لطف اندوز ہو رہا تھا، اتنے میں جلال خان خود وہاں آ گیا تھا انہیں کمرے
کے باہر کھڑا دیکھ کر وہ وہیں رک گیا، "ارے داور خان تم آج یہاں" جلال خان نے
اپنی شال درست کی اور انہیں اندر آنے کا اشارہ کیا شمون خان نے ایک سخت گھوری

سے محافظ کو نوازا جسکو اس نے ایک جاندار مسکراہٹ کے ساتھ وصول کیا تھا پاس سے گزرتے دو مزدور انکی اس حرکت پر مسکرا دیے تھے۔۔۔۔۔۔

"تمھارا یہ چوکیدار اچھا نہیں لگا ام کو جلال خان، اس نے ام کا توہین کی ہے ام نے کہا جلال خان سے ملنا ہے آگے سے پتا نہیں کیا کیا بولتا تھا، ام صرف تمھاری وجہ سے برداشت کر گیا تھا کیونکہ تم کو یہ بہت پیارا ہے ورنہ داور خان کی ایک گولی کی مار ہوتا ایسا لوگ" داور خان نے اس محافظ کے ہاتھ میں پکڑی ٹرے سے جوس کا گلاس اٹھایا تو اس نے مسکرا کر ایک انکھ کا کونا دبایا اور شمون خان کی طرف بڑھ گیا جلال خان اسے دیکھ چکا تھا بے ساختہ وہ مسکرا دیا "کیا کروں داور خان یہ ایسا ہی ذرا مزاحیہ سا ہے سب کو تنگ کرتا رہتا تم اس کی بات پہ غور مت کیا کرو، اور تم ہاشم جہان آئیندہ ذرا خیال رکھنا یہ ہمارے خاص مہمان ہیں ان سے کوئی مزاق نہیں سمجھے" ہاشم جہان ہاتھ بندھے مؤدب طریقے سے سر جھکائے کھڑا تھا، جلال خان کی تنبیہہ سنتے ہاں میں سر ہلاتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔۔ "ہاں تو بتاؤ شمون خان کیوں آنے کی زحمت کی آج کے دن" جلال خان نے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی، شمون خان جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا، اسکی شان و شوکت۔ اسکا سلیقہ بات کرنے کا طریقہ سب انداز اسکی شخصیت سمیت دل موہ رہے تھے شمون خان بس سوچ کے رہ

گیا کے جلال خان جیسے ہوتے ہیں ریاستوں کے شہزادے، وہ اسکی شخصیت سے مرعوب ہو رہا تھا "تم نے ام کو مشورہ دیا تھا جلال خان ام نے بہت سوچھا شمون خان سے بھی مشورہ کیا بہت سوچ بچار کے بعد ام نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھارے مشورے پر عمل کیا جائے لیکن ایک شرط پر" جلال خان کے لب مسکرا اٹھے بلآخر اسکی ترغیب پسند کی گئی اسکے مشورے کو رد نہیں کیا گیا اس سے بڑی اور خوشی کی بات کیا ہو گی "تم ام کو دھوکا نہیں دے گا، اپنا یقین دلانے کے لیے کچھ ایسا کرو جس سے ام یقین کر جائے" کمرے میں ایک دم سناٹا چھا گیا تھا شمون خان کو اختلاف تھا مشورے پر لیکن داور خان کی مرضی کو وہ ہر گز رد نہیں کر سکتا تھا شمون خان کو لگا تھا اب جلال خان گڑبڑائے گا لیکن "یہ لو پورے پچیس لاکھ صرف یقین دہانی کے اور باقی یہ رقم مال کی" جلال خان نے پیسوں کی دو گٹھیاں میز پر داور خان کے سامنے پھینکیں، شمون خان اور داور خان ایک دوسرے کا منہ تکنے لگ گئے "میں جو کہتا ہوں وہیں کرتا ہوں سرداروں کا خون ہوں زبان سے نہیں مکرتا، اچھا لگا تم نے میری بات مانی اور مجھے کاروبار میں حصہ دار بنایا، مجھے ایک کام ہے وہاں جانا، اب تم لوگ جا سکتے ہو، اوئے ہاشم جہان اور اگر کچھ مانگیں تو دے دینا میں جا رہا ہوں" انکو وہیں ساکت چھوڑ کر اپنی رعب دار چال چلتا جلال خان وہاں سے چلا گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ثمن پلیز جلدی کر لیں سر بہت غصہ ہوں گے اگر ذرا بھی مزید دیر کی" ثمن پٹھانی سیاہ فراک پہنے اور بلکل پٹھانی لڑکیوں کی طرح تیار آئینے کے سامنے سر پہ شال کو پنز کی مدد سے سر پہ ٹکا رہی تھی، دو بار کمرے میں پیغام آ چکا تھا کہ میجر کہہ رہے ہیں چلیے بھی لیکن ثمن کی تیاری تھی کہ پوری ہی نہیں ہو رہی تھی کیپٹن نتاشہ میجر کے غصے سے اچھی طرح واقف تھیں، وہ جانتی تھیں ایک منٹ بھی دیر کرنے کا مطلب میجر احکم مراد سے بلاوجہ لمبا سا لیکچر لے لینا تھا وہ بھی ایک ہی سانس میں" یار ہو تو گئی ہوں تیار میں 2 منٹ انتظار کر لیں گے تو انکا چھوٹا ناک ذرا کم نہیں ہو جائے گا" ثمن نے ناک منہ چڑھا کے بات کی جس پر کیپٹن نتاشہ کا جاندار قہقہہ کمرے میں گونجا تھا، ثمن نے آئینے میں سے ہی کیپٹن کو گھورا" میجر سر اتنے اچھے ہیں تم فضول میں انکا امیج برا بنا کے بیٹھی ہو بس وہ اپنے اصولوں کے غلام ہیں اور کچھ نہیں اتنے ڈیشنگ اور ہارٹ سنیپر مین کو کون ظالم برا بھلا کہنا چاہے مگر تم ہو کے کچھ بھی الٹا سیدھا بول دیتی ہو انکو" ثمن نے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا اور کیپٹن نتاشہ کے سامنے آن کھڑی ہوئی اور ایک پن ان کے سامنے کی" یہ میجر کا توصیفی نامہ سننے کا میرا ذرا موڈ نہیں ہے مہربانی کریں کمر پر فراک کے ساتھ پن لگا دیں" ثمن کمر کر کے کھڑی ہو گئی کیپٹن نتاشہ نے ہنستے فراک کے ساتھ شال کو پن سے جوڑ دیا تب ہی دروازہ کھلا" ارے سیال

تم، پارٹنر دیکھو اچھی لگ رہی ہوں نا میں "سیال کے اندر قدم رکھتے ہی ثمن اسکے سامنے فراک کو پکڑ کر گول گول گھومنے لگ گئی تھی "ماشااللہ میری گڑیا تو بلکل پٹھان لگ رہی "سیال نے اسکی پیشانی پر اپنے پیار سے بھرا بوسہ دیا "اچھا اب آجاؤ احکم سر بہت غصہ ہو رہے ہے یار فجر کی اذان سے پہلے ہمیں وہاں پہنچنا ہے وقت بہت کم ہے سیم " نہیں مجھے نا تم یہاں ایک پرچے پر انکے جب وہ غصہ نہیں ہوتے اوقات تحریر کر دو کیپٹن، کیونکہ میں نے انکو ہمیشہ بس غصہ کرتے ہی دیکھا ہے اس لیے تم نے جو بات کی وہ بلکل عام ہے، میری طرف سے باہر کی ہر چیز توڑ دیں "دروازہ کھلا تھا اور ثمن کی آواز اتنی بلند تھی کہ باہر لاونج میں بیٹھے میجر احکم مراد تک باآسانی پہنچ گئی تھی، میجر نے سختی سے تھوک نگلا اور کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی "اگر آپکی چار گھنٹوں پر مشتمل تیاری مکمل ہو گئی ہو تو برائے مہربانی چلنے کا ارادہ بنا لیں ہم بہت دیر کر چکے ہیں " کیپٹن نتاشہ نے ثمن کے کان میں کچھ کہا اور سامان سمیٹنے لگ گئیں میجر مبہوت سا ثمن کو دیکھ رہا تھا جسے سیال تنگ کر رہا تھا اور وہ کبھی اسے گھورتی تو کبی کھلکھلا کے ہنس دیتی "کیپٹن سیال ڈرائیور اور باقی سب کو کہو گاڑی میں بیٹھیں ہم آرہے ہیں بھاگو جلدی " میجر کے حکم ملتے ہی سیال کمرے سے نکل گیا تھا میجر چلتا ہوا ثمن سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا کیپٹن نتاشہ بھی چلی گئیں تھیں، یوں میجر کے سامنے اکیلے ثمن کو ڈر لگنے

لگا تھا میجر نے تھوڑا فاصلہ اور کم کر دیا، ثمن کا حلق خشک ہونے لگا تھا ہاتھوں سے پسینہ پھوٹنے لگا اور ٹانگیں بھی لرزنے لگ گئیں تھیں میجر بھی یونیفارم میں نہیں تھا، میجر کی سیاہ ذہانت سے بھرپور نگاہیں صرف ثمن پر مرکوز تھیں "لائیں پیپر مس ثمن میں آپکو لکھ کر دوں کب میں غصہ نہیں ہوتا" ایک دم میجر کی گھنبیر آواز کمرے میں گونجی تھی ثمن نے سر اٹھا کر دیکھا تو اسے اپنا عکس میجر کی آنکھوں میں نظر آیا تھا جھٹ سے پھر سر نیچا کر دیا "اب خاموش کیوں ہیں آپ ثمن، میرا خیال ایک کام کریں شکایات اور میرے سارے تمام دلی قائم کردہ رائے کا ایک چارٹ بنا دیں، اسے پُر کر کے دے دوں گا، بی فرینکلی میں ہر گز برا نہیں مناؤں گا بلکہ مجھے اچھا لگے گا" میجر نے بازو پیچھے کو باندھ لیے تھے، ثمن نے تھوک نگلا اور لبوں پر زبان پھیری "نہیں سر میرا مطلب وہ، میں کہہ رہی تھی، وہ یہ کہ میں" ثمن سے کچھ بھی نہیں تھا بولا جا رہا، ٹرٹر کرنے والی ثمن آج میجر کے سامنے کچھ بھی بولنے سے قاصر تھی۔ میجر نے اپنے ہونٹوں پر اڈتی مسکراہٹ کو روکا تھا "چلیں جب بھی وقت ملے اس بارے سوچ لیجیے گا، اب چلیں آپ نے تیار ہونے میں بہت زیادہ وقت لگایا،" میجر کمرے سے نکلنے لگا تھا کے ثمن جو شکر کا کلمہ پڑھنے لگی تھی اسکے میجر کے پیچھے مڑنے پر شکر کرتے ہاتھ وہیں تھم گئے " آپ سے کچھ بات بھی کرنی تھی، ابھی بھی آپ کے پاس وقت ہے آپکو لگتا ہے کہ

مشن کی مشکلات برداشت نہیں کر سکتیں تو بتادیں" ثمن نے بے یقینی سے میجر کی طرف دیکھا تھا" کیا آپکو لگتا ہے میں کچھ ایسا سوچ رہی ہوں یا مجھے کوئی خوف ہے ۔۔؟؟" ثمن نے الٹا سوال داغ دیا تھا میجر ایک لمحے کے لیے بے بس ہو گیا تھا" یہ بھی ہے لیکن ابھی جب آپکے پاؤں پر کٹ لگائے جائینگے پھر 2 کلو میٹر آپکو ان زخموں کے ساتھ دوڑنا پڑے گا، کر لیں گی سب برداشت "میجر اسے تھوڑا باریکیوں سے آشنا کروانا چاہ رہا تھا" پیر کیا گر ہاتھ، بازو ٹانگیں بھی زخمی ہو جائیں میں خوش ہوں جب کلمہ پڑھ کر کہا اس ملک، اس دھرتی کے لیے تن من دھن سب قربان تو پھر ڈر کیوں ہو گا، معذرت سے اگر آپکو میرا مشن میں شامل ہونا پسند نہیں تو آپ یہ بات ہیڈ آفس میں کہہ دیں مجھے یوں مت دھمکائیں ڈرائیں ۔۔۔" ثمن نے میجر کے چہرے کو ایک نظر دیکھا تھا، ثمن کی نگاہوں میں سختی تھی اور کچھ بھی نہیں، میجر کے دل میں درد کی ایک چنگاری بھڑکی تھی" آپکو نفرت ہے مجھ سے تو صاف کہہ دیں بلکہ مجھے نہیں ہیڈ آفس میں بتادیں، کہہ دیں ان سے آپکو میرا آپکے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کیونکہ آپکو نفرت ہے مجھ سے لیکن یوں" ثمن کو مزید بولنے سے میجر احکم کے ہاتھ نے روکا تھا، وہ جو بول رہی تھی اسکے لفظ میجر کے دل پہ ضربیں لگا رہے تھے، میجر نے سرعت سے بڑھ کر اسکے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا، ثمن کی آنکھیں بولتے بولتے نم ہو چکی تھیں" نہیں

کہہ سکتا میں ایسا، نہیں کہوں گا میں ایسا مر کر بھی میرے منہ سے یہ الفاظ نہیں ادا ہو سکتے کہ مجھے تم سے نفرت ہے ثمن کبھی بھی نہیں" میجر کی کرخت آواز نے ثمن کو دہلا کر رکھ دیا تھا، آنسو آنکھوں کی باڑ پھلانگ آئے تھے میجر کی نگاہیں اس کہ آنسوؤں سے تر چہرے پر اٹک گئیں تھیں، اسکا سانس بند ہو رہا تھا، میجر نے ہاتھ ہٹایا اور اگوٹھے کی مدد سے چہرے سے آنسو صاف کیے تھے، ثمن نے آنکھیں زور سے میچ لیں تھیں اسکا دل بے لگام برق رفتار بھاگ رہا تھا، میجر نے ایک نظر ڈری سہمی ثمن پر ڈالی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا تھا پیچھے ثمن خود کو نارمل کرنے کی کوششیں کر رہی تھی مگر وہ نارمل حالت میں آ نہیں رہی تھی میجر کا لمس اپنے چہرے پر وہ بار بار اپنا ہاتھ رکھ رکھ محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دروازہ کھولو۔ دروازہ کھول دو، تم کو خدا کا واسطہ دروازہ کھولو" اسکی آواز وہاں پہاڑں میں گونج رہی تھی، وہ حلق کے بل چلا چلا کے زور سے دروازہ پیٹتے التجا کر رہی تھی، تب ہی کسی نے دروازہ کھولا" کون ہو تم لڑکی،،؟؟ اتنی صبح تمھارا کیا کام یہاں" سیاہ کاٹن کا سوٹ پہنے اور پٹھانی جیکٹ اور شال اوڑھے وہ دروازے پر رکاوٹ بنے کھڑا تھا "تم کو خدا کا واسطہ ام کو اندر جانے دو، وہ وہ ام کو بھی مار ڈالے گا، وہ ام کے پیچھے ہی آ رہا ہے، ام کو اندر جانے دو اماری جان بچاؤ، وہ ام کو مار ڈالے گا" لڑکی ہاتھ جوڑے رو رو

اسے اندر جان کی اجازت مانگ رہی تھی لیکن مقابل پر ذرا بھی اثر نہیں پڑا تھا"ام نہیں جانے دے سکتا آغا لالا ام کو جان سے مار دے گا"اس نے اپنی بندوق کاندھے پر درست کی اور دروازہ بند کرنے لگا تھا کہ وہ بیچ میں کھڑی ہو گئی"کون ہے زاہد خانا،،؟؟ کس کے ساتھ صبح ہی صبح جھگڑ رہا ہے تم۔۔؟؟"محرما جان سیڑھیا اتر کر صحن میں آگئی تھیں انکے ہاتھ میں تسبیح تھی شاید وہ فجر کی نماز پڑھ کر آئیں تھیں"خدا کے لیا مورے (ماں)ام کو اندر آنے دو،وہ ام کو بھی مار ڈالے گا ام کی جان بھی لے لے گا ام کو بچا لو ام نہیں مرنا چاہتا ہے"محرما جان اسکے پاس آن ٹھہری تھیں،اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پاؤں سے کوئی آدھا فٹ اوپر سیاہ شیشوں والی فراک پہنے سیاہ کڑھائی والی شال اوڑھے معصوم سی روتی فریاد کرتی لڑکی پر انہیں بے تحاشا ترس آیا،انکی نظر پاؤں کی تلیوں سے رستے خون پر پڑی تھی"آنے دو اسے اندر زاہد خانا،آجاؤ بچے تمھارا پیر زخمی ہے آجاؤ یوں رو مت ام کو تکلیف ہو رہا ہے"محرما جان اسے پکڑ کر ساتھ گھر میں لے آئیں تھیں،بیچارا چوکیدار اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا کیونکہ اسے اب داور خان کے ہاتھوں اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

چپ کر جاؤ جاناں کوئی تم کو کچھ نہیں کہے گا تم امارے پاس محفوظ ہے،اب بس کر دو رونا،اتنا خوبصورت آنکھیں ہے تمھارا کیوں انہیں خراب کر رہا ہے"محرما جان نے

اسکے سر پہ تھپکی دی تھی پاس کھڑی بزگل کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک پڑے تھے، محرما جان نے اسکے پاؤں صاف کیا تھے جو خون سے لت پت تھے پھر مرحم لگا کر پٹی لپیٹ دی، بزگل اسکے لیے دودھ گرم کیے ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی "ام کو بہت ڈر لگ رہا ہے مورے، انہوں نے لالا کو مار دیا ام کا گھر جلا دیا وہ ام کو بھی نہیں چھوڑے گا، "بند کرو اپنا ڈرامہ بتاؤ تم کون ہو" کمرے میں دھڑ سے دروازہ کھولتے داور خان اور شمون خان داخل ہوئے تھے چوکیدار انہیں بتا چکا تھا، شمون خان اپنی بندوق تانے اسکے سر پر کھڑا تھا، وہ خوف سے اٹھنے لگی تھی لیکن پیروں تلے زخموں نے اسے واپس گرا دیا اسکے منہ سے چیخ بلند ہوئی تھی، محرما جان اور بزگل نے سرعت سے بڑھ کر اسے تھاما "لالا ام تم کو بتاتا ہے اسکا پاؤں بہت زخمی ہے، بہت ڈرا ہوا ہے یہ پہلے ام تم سے بات کرتا ہے اس کو کچھ نہ کہو" محرما جان داور خان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئیں تھیں "تم اماری اجازت کے بغیر کیسے اسکو اندر لے آیا محرما جان۔ تم کو معلوم بھی ہے یہ کون ہے" داور خان کی آواز اتنی گرج دار تھی کہ وہ لڑکی بزگل کے ساتھ چمٹ گئی اور آنکھیں بند کر لیں "ام بتاتا ہے لا" تم چپ کرو محرما جان، اور تم لڑکی ادھر آؤ، چھوڑو اسکو بزگل ام کو بات کرنے دو" داور خان نے بہت سختی سے کہا، بزگل نے اسے آرام سے بیڈ پر بیٹھا دیا تھا، شمون خان ابھی بھی اسکے سر پر بندوق تان کر کھڑا تھا لیکن

نگاہیں اسکی بار بار بزگل کی طرف بھٹک رہی تھیں، بزگل کو محسوس ہوا وہ کسی کی نظر کے حصار میں ہے اس نے دائیں بائیں دیکھا تو اسے شمون خان کو خود پر بار بار نگاہیں ڈالتے دیکھ لیا، اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں تھی اور ایک بہت مزے کی گھوری سے شمون کو نوازا" بندوق ہٹادو شمون خان، اور تم سب سچ سچ بتاؤ تم کون ہے یہاں کیوں آیا ہے ذرا بھی جھوٹ ہوا تو ام خود جان سے مار ڈالے گا تمھیں" داور خان کی نظریں اسکا برپور جائیزہ لے رہی تھیں اسے وہ کہیں سے بھی مشکوک نہیں لگی تھی لیکن پھر بھی پوچھنا اور جاننا ضروری تھا" ام ام۔۔۔۔ام یہاں سے بہت دور رہتا تھا، رات کو امارے گھر پر کوئی آیا اس نے لالا کو مارنا شروع کر دیا ام بھاگ کر گھر سے باہر نکل آیا اور ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا تھا، پھر ام کو گولیاں چلنے کا آواز آیا، جب خاموشی ہوئی تو ام نے اوٹ سے دیکھا وہ لالا کو کھینچ رہا تھا لالا کا سارا جسم خون سے بھرا تھا، پھر ابھی ام لالا کو دیکھ رہا تھا کہ ٹوٹنے کا آواز آیا، اس نے امارے گھر کو آگ لگا دیا اور لالا کو پاؤں سے دھکے دینے لگا ام وہاں سے بھاگ آیا، ام کو نہیں پتا ام کدھر آگیا ام ساری رات بھاگتا رہا ہے، ام کو کہیں کوئی گھر نظر نہیں آیا یہ جھونپڑی دیکھا تو ادھر آگیا" وہ سسکیاں لے کر بتا رہی تھی سب خاموشی سے اسے سن رہے تھے بزگل کی اور محرما جان کی آنکھیں برس پڑیں تھیں، بزگل نے محرما جان کا ہاتھ تھام لیا تھا اس سے

برداشت نہیں ہو رہا تھا، داور خان نے شمون خان کی طرف دیکھا تو "ام کو بچالو، ام نہیں جانتا وہ کون تھا لالا کو کیوں مار دیا، وہ ام کو بھی مار دے گا، ام کو بچالو ام ابھی نہیں مرنا چاہتا" لڑکی داور خان کے پاؤں پکڑ کر بلک رہی تھی داور خان نے منہ پر ہاتھ پھیرا اور اسے شانوں سے پکڑ کر اپنے پاؤں سے دور کیا "اس کے بارے میں معلوم کرو شمون خان، جو یہ بتا رہی ہے کیا یہ سچ ہے" داور خان نے ادب سے کھڑے شمون خان کو حکم دیا اور باہر کو قدم بڑھا دیے اچانک وہ دروازے میں رک گیا "تمھارا نام کیا ہے بچے" محرما جان اور بزگل نے ایک دوسرے کو دیکھا، وہ اس سوال پر حیران تھیں جو داور خان کی کتاب میں ہر گز شامل نہیں ہوتا "ام، ام زرمینے گل ہے" زرمینے گل نے ڈرتے ڈرتے بتایا، بزگل اسکے نام پر مسکرا دی "زرمینے گل کو کھانا کھلاؤ محرما جان، ام اس کے بارے جب تک معلومات نہیں لے لیتا یہ یہاں ہی رہے گا، چلو شمون خان" داور خان کی بات تھی یا خوشیوں کی پھوار بزگل اور محرما جان دونوں اس کے گلے لگ گئیں تھیں، زرمینے گل نے آنکھیں بند کر لیں، ایک لمبا سانس کھینچا، اور سکرین پر اس منظر کو آدھے ادھورے حصوں میں دیکھتے اور کانوں پہ چڑھائے ہیڈ فون میں ابھرتی آواز کو سنتے کیپٹن سیال حیدر اور میجر احکم مراد نے اپنا اٹکا سانس خارج کیا اور خوشی سے گلے ملے، کیونکہ مشن کا پہلا مرحلہ ثمن کامیاب کر چکی تھی، ثمن کی

فراک اور شال پر جو شیشے تھے ان میں چند سپائے کیمرے بھی تھے ثمن کی فراک پر بے تحاشا سپائے کنیکٹنگ چپس جڑی تھیں جن کا رابطہ میجر احکم مراد اور ہیڈ آفس میں موجود ڈیوائسز کے ساتھ تھا، وائس سنیپر چپس اس کے بازوؤں پر جلد میں چسپاں تھیں ،بلیوٹتھ چپ کان کے اندر نسب تھی، ثمن صرف زرمینے گل بن کے مدد لینے ہی نہیں گئی تھی ساتھ ساز و سامان لے کر قوم کی مدد کا بھی بندوبست کر کے پہنچی تھی،" سیم کی ایک خوبی میں مزید اضافہ ہو گیا واؤ" کیپٹن سیال حیدر نے ہاتھ میں پکڑے سیب کو ہوا میں اچھالا، میجر اچنبھے سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا" میرا کہنے کا مطلب یہ کہ میری بہن ایک بہت اچھی اداکارہ بھی ہے اور مجھے یہ پتا نہیں تھا" سیال کی بات سنتے میجر احکم اور سیال کا ایک ساتھ قہقہہ کمرے میں گھومنے لگا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جاناں تم تو بڑا کام کا بندا نکلا۔ام فضول میں تم کو غلط سمجھ رہا تھا" داور خان نے کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گیا ہاشم جہان وہاں موجود نہیں تھا شمون خان مسلسل جلال خان کو گھور رہا تھا جو بڑے ٹھاٹ سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے کرسی پر براجمان ہو چکا تھا،اس کے وجیہہ چہرہ پر احاطہ کیے ہوئے مسکراہٹ شمون خان کو زہر لگ رہی تھی "ام کو تو یہ چھوٹا سا بات کبھی دماغ میں آیا ہی نہی تھا اگر سارے اڈے کا مالک کا آپس میں رابطہ ہو تو مال زیادہ منافع سے بکتا ہے،اور کم وقت لگتا ہے ام سمجھتا رہا جب سب آپس میں مل

گیا توام کو نقصان پہنچادے گا لیکن تمھارا مشورہ مان کرام نے 10 دنوں میں نتیجہ دیکھ لیا، اتنا پیسہ بھی اکٹھا ہو گیا اور مال بھی بک گیا یہ بہت بڑا خوشی کا بات ہے جلال خانا" داور خان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، وہ مال کو جلد سے جلد بیچنا چاہتا تھا لیکن اس کے پاس کوئی ترغیب نہیں تھی مگر جلال خان کے آنے سے سارا مسئلہ حل ہو گیا، جلال خان کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی تھی "تم مسکراتا بہت خوبصورت ہے جلال خان" داور خان نے دل کھول کر اس کی تعریف کی تھی جس پر کمرے میں داخل ہوتے ہاشم جہان نے اپنا ہنسی کو بامشکل دبایا" اتنی بھی تعریفیں نا کریں، میں کچھ بھی نہیں ہوں یہ سب میرے اللہ کا کرم ہے اور رہی بات میرے اچھا یا برا ہونے کی تو داور خان ابھی بھی لوگوں کو مجھ پہ شک ہے اور اپنے خفیہ ذرائع استعمال کر کے میری جاسوسی کرواتے ہیں۔ میں کیا کرتا ہوں کہاں جاتا ہوں دھوکے باز ہوں یا سچا وغیرہ" جلال خان بات کر تو داور خان سے رہا تھا لیکن اسکی آنکھیں شمون خان کے رنگ بدلتے چہرے پر ٹکی تھیں، شمون خان جو مسلسل گھور رہا تھا اب نظریں چرا رہا تھا" استغفر اللہ کون کافر ہے جس کو تم پر شک ہے ام کو بتاؤ، احتیاط کرو یہاں اچھے انسان کا لوگ دشمن بن جاتا ہے اپنا جان نشین ساتھ رکھا کرو تم بہت اچھا انسان لگا ام کو جلال خان" اتنی تعریفوں پر ہاشم جہان کا مسکراہٹ کو ضبط کرنے پر چہرہ سرخ ہو گیا تھا، جلال خان نے اسے ایک

شدید سخت گھوری سے نوازا تو وہ کانوں پہ ہاتھ رکھے معذرت کرتا کمرے سے باہر نکل گیا"شموں خان تم بتاؤ میں ایسا ہی ہوں نا جو لالا کہہ رہے یا پھر تمھیں بھی لگتا کہ میں ۔۔۔۔۔۔"جلال خان نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑی تھی، شمون خان اب صحیح معنوں میں گڑبڑا گیا تھا"آں۔۔ہاں لالا جو کہہ رہا سچ کہہ رہا ہے تم، تم اچھا انسان ہو اور"تم ام کو چھوڑو اپنا رائے دو تم کو بھی جلال خان اچھا لگا ہے نا،ام کو پتا ہے تم ہماری بات کا اعتراف کرتے ہو لیکن"شمون خان کو کچھ سمجھ نہیں تھا آرہا وہ کیا بولے کیونکہ جلال خان کی جانچتی نگاہیں اسے الجھا رہی تھیں، جلال خان اسکی غیر ہوتی حالت پر قہقہہ لگانا چاہتا تھا لیکن ضبط کر گیا"تم نے کہہ دیا میں نے مان لیا شمون خان اتنا گڑبڑانے کی کیا ضرورت ہے بھلا"جلال خان نے کھڑے ہو کر اسکے شانے پر تھپکی دی،داور خان کا موبائل چیخا تو وہ فون پر مصروف ہو گیا"تم کیا سمجھے تھے تمھاری حرکتیں مجھے معلوم نہیں ہوں گی،ایک بات یاد رکھنا ہمیشہ، جلال خان کی دو آنکھیں سامنے دیکھتی ہیں جبکہ چار آنکھیں پیچھے کو،چپ چاپ جو تم داور خان سے خفیہ کرتے پھر رہے ہو نا اس کام کو ختم کر دو ورنہ تمھارے وہ چھوڑے ہوئے کتے تمھارے سمیت پشاور کی پہاڑیوں پر بھون کے رکھ دوں گا، کسی کو خوشبو تک بھی نہیں پہنچے گی اور نہ میرے ہضم کر جانے پر شبہ ہو گا"جلال خان نے بڑی دھیمی آواز میں شمون

خان کے کان میں سرگوشی کی تھی،اور واپس کرسی پر بیٹھ گیا، شمون خان کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں، داور خان نے جلال سے مصافحہ کیااور باہر نکل گیا شمون خان بھی اسکے پیچھے لپکا تھا،انکے نکلتے ہی ہاشم جہاں آن دھمکا" نہیں تمھاری بتیسی کچھ زیادہ ہی نہیں تھی نکل رہی ہاں" جلال خان نے اسے گردن پر سے دبوچ لیا تھا بجائے کے وہ کوئی احتجاج کرتا بلکہ مزید قہقہہ لگادیا" کچھ زیادہ ہی تعریفیں ہو رہی تھیں، مسکرانا تو بنتا تھا،اور تعریف بھی آپ اکیلے کی میں جو اتنا کچھ کرتا میری ذرا بھی نہیں" جلال خان نے اسے چھوڑ دیااور زوردار قہقہہ لگایا جو وہ خود کب سے روکے بیٹھا تھا" ویسے تمھیں کب سے یہ خوش فہمی ہو گئی کہ تم تعریف کے قابل ہو وغیرہ وغیرہ " جلال خان پاس پڑے بیڈ پر بیٹھ گیا تھااور بیڈ کراؤن سے اپنی پشت ٹکالی تھی، ہاشم جہان نے غصے سے دیکھا تو وہ اور مسکرادیا" ارے ے ے ے ے آپ کیا جانیں ہماری مسکراہٹ کے تو لوگ دیوانے ہیں، ہماری آواز سننے کو بے تاب ہوتے ہیں ایک نظر دیکھنے کو تڑپ رہے ہوتے ہیں اور آپ کہتے میں تعریف کے قابل ہوں یا نہیں" ہاشم جہان کا لہجہ گلوگیر تھا، جلال خان نے سرعت سے ٹیک چھوڑ دی تھی اور اسکی طرف دیکھا جو سر اٹھائے چھت کو گھور رہا تھا، ہاشم جہان نے آنکھیں ایک سیکنڈ کے لیے زور سے میچ لیں اور پھر کھول دیں، اسکا دل بڑی شدت سے دھڑکا تھا، ہاشم جہان

نے ایک آہ بھری تھی، جلال خان اسکے پاس چلتا ہوا آ گیا "اوئے کیا چکر ہے۔۔؟ یہ تم اتنے محبوبانہ کیوں ہو رہے ہو، سچ سچ بتاؤ کہ "پلیز سوری سر" ہاشم جہان نے جلال خان کا ہاتھ کاندھے پر سے ہٹایا اور باہر نکل گیا جبکہ وہ پیچھے منہ کھولے کمرے میں کھڑا رہ گیا

محرما جان بڑے غور سے اسکے چہرے کو تک رہیں تھیں جو بار بار سر جھٹک کر منہ کے زاویے بگاڑ رہی تھی اور ساتھ میں ٹماٹر بھی کاٹ رہی تھی، محرما جان مسکرا دیں اور اسکے ہاتھ سے چھری پکڑ لی "جس بھی بات کا غصہ ہے تم کو زرمینے جاناں وہ بے چارے ٹماٹر پر اور اپنے ہاتھوں پر مت نکالو" انکی بات پر زرمینے نے منہ اور لٹکا لیا" سیدھی بات بتاؤ یہ معصوم شکلیں بنا کر دل پہ وار مت کرو" محرما جان نے اسکے گال پر ہلکی سی چپت لگائی تھی "ام کو سمجھ نہیں آتا آخر اس کھڑکی میں کیا رکھا ہے جو بزگل جاناں سارا دن ادھر رہتا ام سے زیادہ باتیں نہیں کرتا دن سارا کھڑکی میں رہتا ہے اور رات کو پھر ام کو سونے نہیں دیتا تب باتیں یاد آتا، ام کو گھر سے بھی باہر کوئی نکلنے نہیں دیتا ام سارا دن چپ اور فارغ رہ کر تھک جاتا ہے محرما جاناں، ام سوچ رہا آغا جان کو بتا دے بزگل کا" خبردار، خبردار زرمینے جو تم نے ایسا کچھ کیا" محرما جان کی اتنی سخت آواز پر زرمینے اچھل پڑی تھی اور اسکی کمر زور سے کچن کے برتنوں کی الماری میں جا لگی، وہ

جب سے یہاں آئی تھی آج پہلی بار محرما جان اتنا سخت ہوئی تھیں "تم کو نہیں پتا زرمینے بزگل کتنا دکھی ہے، جس نے ماں کو نہ دیکھا ہو اسکا پیار نا پایا ہو اپنے زندہ باپ کی نفرت جھیلی ہو وہ ایسا ہی ہوتا ہے تم بزگل جاناں سے ایسی کوئی بات نہ کرنا بڑا مشکل سے سمبھلی ہے اسکا طبیعت" محرما جان نے ہنڈیا میں پانی انڈیلا، سلنڈر سے آگ کی آنچ ذرا سی بڑھادی اور ڈھکن بند کر دیا، "اور جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو نہ دیکھا ہو انکا پیار نہ پایا ہو جس کو یہ بھی نہیں پتا تھا جس کو وہ لالا کہتا ہے وہ اسکا سگا لالا ہے بھی یا نہیں، جس کا بولی لگی ہو جسکا بکاؤ ہوا ہو وہ تو بلکل دکھی نہیں ہوتا نا محرما جان" زرمینے کی آنکھیں برس رہی تھیں، محرما جان نے اسکی آنکھیں صاف کیں اور ماتھے پر بوسہ دیا" تم بھی دکھی ہے اور بزگل بھی، ام کو تم دونوں سے بہت محبت ہے، مت رویا کرو اپنے حال میں جیو ماضی کیسا تھا بھول جاؤ بس مسکراؤ" زرمینے نے زور سے اوپر نیچے سر ہلا دیا "جاؤ وہ کمرے میں ہے دیکھو کھڑکی خالی ہے" زرمینے انکے گال کھینچتی وہاں سے بھاگ گئی تھی، محرما جان مسکرا دیں تھیں اسکی حرکت پر،،،،،،،،

وہ دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی تھی کیونکہ بزگل آس پاس سے بے خبر سنگھار کے سامنے کچھ ہاتھ میں پکڑے بیٹھی تھی، "بھاؤؤؤ" زرمینے نے اسکے کان کے قریب جھک کر زور سے کہا تو وہ بے چاری بہت بری طرح ڈر گئی تھی اسکے ہاتھ میں پکڑی جو

بھی چیز تھی وہ نیچے گر گئی تھی زرمینے نے جھٹ سے جھک کر اٹھایا تو وہ تصویر تھی لیکن الٹی طرف تھی اس سے پہلے کے وہ سیدھی کر کے دیکھتی بزگل نے بلی کی سی جھپٹا مارا لیکن زرمینے کی گرفت کافی سخت تھی جو تصویر بزگل کے ہاتھ نا لگی، اور اب وہ دونوں کمرے میں بھاگ رہی تھیں بیڈ سے نیچے تو کبھی بیڈ پر کبھی صوفے پر زرمینے آگے تھی اور بزگل اسکے پیچھے "تم کو خدا کا واسطہ زرمینے یہ ام کو دے دو اسے مت دیکھو" دوڑنے کی وجہ سے بزگل ہانپ گئی تھی لیکن پھر بھی انکا چوہے بلی کا کھیل جاری تھا "نہ نہ ام تو دیکھے گا آخر کس کا تصویر جو تم چھپ کر دیکھ رہا تھا" وہ بھی زرمینے (ثمن) تھی اک نمبر کی اڑیل، آخر کار بزگل نے کوشش ترک کر دی اور بیڈ پر بیٹھ کر ہاتھوں میں چہرہ چھپائے ہچکیاں لے کے رونے لگ گئی، زرمینے تصویر کو دیکھے بغیر اسکے پاس آگئی اور اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹائے "او بزگل جاناں اس میں بھلا رونے والا کیا بات ہے یہ لو تم اپنا تصویر ام مزاق کر رہا تھا ام نے دیکھنی ہوتی تو بھاگتے بھاگتے دیکھ لیتا لیکن ام تو بس تم کو تنگ کر رہا تھا جاناں، اب بس چپ کرو ورنہ محرما جاناں نے ام کو قتل کر دینا کیونکہ اماری وجہ سے انکا پری، انکا شہزادی روئی" زرمینے کی آخری بات پر وہ مسکرا دی تھی، زرمینے جو اسکے سامنے فرش پر نیچے بیٹھی تھی اٹھ کر اسکے ساتھ جڑ کر بیٹھ گئی اور زور سے کاندھے کے ساتھ کاندھا ٹکرایا "ویسے ہے کس کی یہ تصویر، قسم سے کسی کو

نہیں بتاؤں گی اگر کوئی خفیہ بات ہوئی تو،اتنا بھی کیا چھپانا بہن سے ہاں "اسکا لہجہ کافی شرارتی تھا بزگل نے ہار مانتے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اسنے جو شال میں چھپالی تھی تصویر زرمینے کی گود میں پھینکی جلدی سے کمرے کی کھڑکی اور دروازے کی چٹخنی چڑھائی،جب تک وہ واپس زرمینے (ثمن) کی طرف پلٹی تو وہ ساکت آنکھیں پھاڑ پھاڑ تصویر کو تک رہی تھی "تم کو ہمارا قسم محرما جان کا قسم کسی کو بھی اسکے بارے میں نہیں بتانا،وعدہ کرو تم کسی کو نہیں بتائے گا پھر ام تم کو کیپٹن کے بارے میں بتائے گا زرمینے "بزگل روتے ہوئے اسکے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھی تھی زرمینے (ثمن) نے بزگل کو دیکھا اور پھر ایک بار تصویر کو اسے پتا نہیں اچانک کیا ہوا اس نے تصویر بزگل کو واپس کر دی اور اٹھ کھڑی ہوئی "ام کسی کو بھی نہیں بتائے گا وعدہ پکا وعدہ لیکن ام تم سے نہیں پوچھ رہا یہ کون ہے تم کیسے اس کو جانتا کہاں ملا وغیرہ "وہ بات کرنے کے بعد رکی نہیں تھی دروازے کی چٹخنی اتاری اور چلی گئی، بزگل نے شکر کا کلمہ پڑھا اور جلدی سے تصویر کو واپس اس خفیہ جگہ پر رکھ دیا اور اپنا شال درست کرنے لگ گئی،

ہو گیا،بول لیا سب کچھ یا ابھی کچھ رہتا ہے ہے محترمہ "سیال نے اس کی موبائل فون میں چیختی آواز پر موبائل کو کان سے ہٹا کر سن رہا تھا اسکے چپ ہونے پر شکر کا سانس بھرا

"سیال آپ سب میری بات کو یوں اہم کیوں نہیں سمجھ رہے نا آنٹی نا آپ اور وہ بھی جس کو میری پرواہ نہیں اور میں یہاں غم میں گھل گھل مر رہی ہوں" اس کی آواز کافی رندھ گئی تھی، سیال کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ آئی تھی "پہلے تو مجھے تم یہ بتاؤ لاریب میڈم میرا نمبر تمھارے پاس کیسے آیا کیونکہ سیم نے تو تمھیں دیا نہیں میں جانتا ہوں اور دوسری بات یہ کہ اتنی عزت سے بات کر رہی تم مجھ سے اچھا لگا خیر میں جانتا ہوں کتنی تمیز دار ہو تم دونوں ہاہاہاہا" سیال اپنی بات پر خود ہی قہقہہ لگا کر ہنس دیا، دوسری جانب لاریب نے غصے سے دانت پیسے اور ایک گہرا سانس لیا" جہاں سے بھی لیا یہ چھوڑیں پلز سیال سیم کا نمبر دے دیں، مجھے اس سے بہت باتیں کرنی ہیں، بہت کچھ بتانا ہے سیال پلیز۔۔۔ سیال" لاریب فون پر ہی رو پڑی تھی اس کے صبر کا ضبط ٹوٹ گیا تھا "اولاریب رومت، ایک کام کرو تم مجھے بتاؤ جو بھی بات ہے میں اسے بتا دوں گا" کیا بتا دو گے تم ہاں، جو بات میں ڈائیریکٹلی اس سے کہوں گی وہ تمھیں کیسے بتاؤں، حد ہوتی ہے ہر بات کی یار۔۔۔۔۔ خوار ہونے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے لیکن مجھے دیکھو اچھے سے بے عزت اور خوار ہو کر بھی اثر نہیں لے رہی کس وجہ سے کیونکہ مجھے محبت ہے سیم سے اس دنیا میں اگر کوئی میرا ہے تو وہ سیم ہے مگر کیا خوب اسے میری پرواہ ہی نہیں" سیال کافی دکھی ہو چکا تھا اسکی حالت پر لیکن وہ مجبور تھا ثمن کا نمبر نا دینے پر،

لاریب سیال کی لمبی خاموشی محسوس کی تو چپ ہو گئی "آئم رئیلی سوری لاریب میں تمھاری مدد نہیں کر سکتا جو مدد تم چاہتی ہو" سیال جانتا تھا وہ رنجیدہ ہو گی اور حد سے زیادہ ہو گی اسکے جواب پر، اور وہ بلکل صحیح جانتا تھا "جب پہلی بار بھی تم سے مدد مانگی تھی سیال تم نے تب بھی انکار کیا اس کے بعد کبھی نہیں کچھ بھی مانگا تم سے آج بڑی امیدوں سے تم سے رابطہ کیا، خیر چلو کوئی بات نہیں خوش رہو تم سب اپنی زندگیوں میں میرا وجود بے معنی دنیا میں آیا اور یوں ہی ذلیل و خوار ہو کر دفن بھی ہو جائے گا تو پھر کیا ہوا کسی کو کیا فرق پڑتا اس بات سے، اللہ تمھیں ڈھیروں کامیابیاں عطا کرے کیپٹن آمین، خدا حافظ "کال ختم ہو چکی تھی لیکن سیال غائب دماغی سے موبائل کی سیاہ سکرین کو تک رہا تھا اور اسے لاریب کا پہلی دفعہ مدد مانگنا یاد آ گیا تھا۔

وہ پہلے سے ہی ثمن کو سب کچھ بتا چکا تھا، یونیورسٹی میں فرسٹ ڈے کیا کیا ہوتا ہے، اور تو اور ثمن سیال کی مدد سے اپنا ڈیپارٹمنٹ اور کلاس روم بھی دیکھ چکی تھی، وہ سیال کے ساتھ ہی یونیورسٹی گئی تھی رف سے حلیے میں کتابیں ہاتھ میں پکڑے اور بیگ کاندھے پہ لٹکائے موبائل فون پر مصروف یوں اپنے ڈیپارٹمنٹ میں پہنچی تھی کہ کوئی بھی اس کے ساتھ ریگنگ نہیں کر سکا تھا اور یہ سب سیال کی مدد سے ہی ہوا تھا کہ وہ بچ گئی

تھی،سیال لٹریچر ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھتا تھااور اسکا آخری سمیسٹر تھا، ثمن نے سختی سے منع کیا تھاسیال تم کسی کے ساتھ ریگنگ نہیں کروگے چاہے سارے سینئیرز لگے رہیں تم نہیں تنگ کروگے، بیچاراسیال مجبور ہو گیا تھاوہ تو ہر سال سب سے زیادہ پرینک کرنے میں مشہور تھالیکن اس بار سیم کی وجہ سے خود کو روکے ہلہ گلہ دیکھ رہا تھا، سیال اور اسکا دوست اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جارہے تھے تب ایک لڑکی روندو سی شکل بنائے کبھی موبائل کو کوستی تو کبھی دائیں بائیں گردن گھما کر دیکھتی،سیال اور اسکا دوست سمجھ گئے تھے اس بیچاری کا بھی فرسٹ ڈے ہے اور سیال جس کا کتنے وقت سے دل کر رہا تھا کسی ایک کو ہی ستائے سوان کو شکار مل گیا تھا،دونوں اسکے پاس آن کھڑے ہوئے "کیا ہوا ہے بہنا۔۔؟؟آپ کافی پریشان لگ رہی ہیں، کچھ کھو گیا ہے کیا آپکا" سیال نے بڑے مؤدبانہ انداز سے کہا جس پر ساتھ کھڑے دوست نے اپنی ہنسی کو دبایا" نہیں،وہ میں، مجھے "وہ گھبرا گئی تھی اسکے ہاتھوں پر پسینہ آگیا تھا" ارے آپ گھبرائیں مت ہمیں بتائیں شاید ہم آپکی مدد کردیں" سیال کے دوست نے اسکے گھبرانے پر چوٹ کی تھی" وہ میرا آج یہاں پہلا دن ہے، مجھے میرا ڈیپارٹمنٹ اور کلاس کا نہیں معلوم، دوست سے رابطہ تھالیکن اب بیلنس ختم ہونے کی وجہ سے وہ بھی نہیں کر پارہی" اس نے گھبراہٹ کو دور کرتے سب بتادیا تھااور امید بھری نظروں

سے دونوں کو دیکھ رہی تھی "آپ اپنے ڈیپارٹمنٹ کا بتائیں ہم چھوڑ دیتے ہیں" انکے اتنے شریفانہ رویے کو دیکھ کر وہ مطمعین سی ہو گئی تھی (آہ بیچاری) "کامرس، بی بی اے کی کلاس کہاں ہو رہی" اس نے بتایا تو سیال ہنس دیا کیونکہ وہ اس وقت کامرس ڈیپارٹمنٹ مین ہی کھڑی تھی "آئیں ہم آپ کو چھوڑ دیتے ہیں" وہ انکی تقلید میں چل پڑی تھی ٹھیک سات منٹ بعد وہ ایک ڈیپارٹمنٹ میں اسے لے آئے تھے، اس نے انکا شکریہ ادا کیا تو وہ دونوں جنات کی طرح غائب ہو گئے تھے اور بیچاری کو تب شدید جھٹکا لگا جب انگلش ڈیپارٹمنٹ کی ایک کلاس میں گھسنے پر لیکچر دیتیں ایک پروفیسر نے بیچاری کی خوب عزت افزائی کی اور پھر ایک لڑکی کو ساتھ بھیجا جو اسے اسکے ڈیپارٹمنٹ میں اور کلاس میں چھوڑ گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پہلے دن انٹروڈکشن کے بعد ایک ہی لیکچر ہوا تھا، ثمن اور لاریب فارغ تھیں، تب ہی ثمن نے سیال کو کال ملائی "سیال اگر تم فارغ ہو تو میرے ڈیپارٹمنٹ آجاؤ، مل کے لنچ کرتے ہیں" لاریب کا موڈ صبح سے ہی خراب تھا اسکا ذرا سا بھی لنچ کرنے کو دل نہیں کر رہا تھا لیکن ثمن کے کہنے پر مجبوراً ہاں کرنا پڑی "ہاں میں تمھاری طرف ہی آرہا ہوں دو منٹ میں آیا تم بتاؤ کس جگہ پر ہو۔۔؟؟" ثمن نے سیال کو جگہ بتائی اور خود لاریب کو لیے ایک طرف سائے میں کھڑی ہو گئی تھی کیونکہ ہر گزرتا لڑکی لڑکا اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی

عجوبہ ہو یا دوسری مخلوق سے تعلق رکھتی ہو، لاریب اور ثمن کی دوستی انٹر میں کالج میں ہوئی تھی، لاریب کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا، وہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی، دو بھائی انگلینڈ سیٹل تھے لیکن لاریب سے اور جس بھائی کے پاس لاریب رہ رہی تھی سے مکمل لاتعلق، بھائی شادی شدہ تھے اور انکی بیوی لاریب کی بھابھی انتہائی ماڈرن تھی، اللہ نے انکے ہاں اولاد نہیں دی تھی اسکا شکر لاریب ادا کرتی تھی کیونکہ بھابھی کے بس کی بات نہیں تھی بچے پالنا، لاریب کے بھائی نے مزید پڑھائی سے منع کر دیا تھا لیکن ثمن کے بے حد اصرار پر اور لاریب کی پڑھائی میں دلچسپی پر انہیں اجازت دینا پڑی اور آج ایک بار پھر ثمن اور لاریب نے زندگی کا ایک نیا رخ ایک ساتھ شروع کیا تھا

اور جیسے ہی سیال وہاں پہنچا تو لاریب کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے "یہ یہی ہے وہ سیم جس نے مجھے غلط رہنمائی کی اس نے مجھے جان بوجھ کے زلیل کروایا یہ ہے وہ لڑکا سیم" لاریب دانت پیستے غصے سے سیم کو بتا رہی تھی جو گڑبڑاتے سیال کو گھور رہی تھی، سیم نے لاریب سے کہا تھا اگر کہیں بھی وہ لڑکا تمھیں نظر آیا مجھے بتانا اس کا حشر نشر کر دوں گی اور اب وہ اسے بتا رہی تھی "کیا یہ سچ کہہ رہی ہے سیال حیدر۔۔۔؟؟" ثمن نے انتہائی غصے سے کہا کہ سیال نے کان پہ کھجلی کی شرمندگی سے کچھ نہیں بولا گیا "میں تم

سے کچھ پوچھ رہی ہوں مسٹر سیال حیدر کیا تم نے خوار کیا ہے میری دوست کو" ثمن انگلی اٹھا کر اس سے پوچھ رہی تھی لاریب غصے سے انکی طرف دیکھ رہی تھی "سوری سیم مجھے نہیں پتا تھا یہ تمھاری دوست ہے وہ" او جسٹ شٹ اپ سیال، تم نے وعدہ کیا تھا تم پرینک نہیں کروگے لیکن پھر بھی تم نے، میری دوست تو یہ بعد میں ہے پہلے تمھارے لیے یہ ایک نیو کمرس تھی، تم باز نہیں آئے نا اپنی حرکت سے" ثمن کو اچھی خاصی تپ چڑھ چکی تھی "معافی مانگو میری دوست سے سیال،" ثمن نے ہاتھ باندھتے حکم صادر کیا تو سیال منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا "تم اسکو کیسے جانتی ہو سیم ۔۔۔؟؟" ساری صورتحال کے ٹرانس سے باہر نکل کر اچانک لاریب کو خیال آیا تھا، اسکی بات پر ثمن نے سیال کو کچا چبا جانے والی نگاہوں سے گھورا تھا "یہی میرا وہ اکلوتا بھائی ہے لاریب" اور ثمن کی بات پر لاریب کا منہ کھل گیا وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی "یہ وہ بھائی ہیں جن کی تعریفیں کرتی تم تھکتی نہیں" اور اب سیال کو واقعی بہت شرمندگی ہوئی تھی اس میں سیم کی بھی انسلٹ ہو چکی تھی کہ جس بھائی کی وہ تعریف کرتی وہ ایسا ہے "آئم سوری، رئیلی سوری مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا سب کر رہے تھے مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا سوری" سیال نے معزرت کر لی تھی، لاریب نے ایک نظر اسے دیکھا تھا چھ فٹ لمبا سفید رنگت، ثمن کی طرح ہی نقوش کا مالک ہیزل

آنکھوں والا وہ خوبرو لڑکا معزرت مانگتا اچھا نہیں لگ رہا تھا "ٹھیک ہے معاف کیا، صرف اور صرف سیم کی وجہ سے کیونکہ میری اکلوتی دوست کے آپ اکلوتے ہیرو بقول اسکے بھائی ہیں" لاریب کی بات پر وہ دونوں مسکرا دیے تھے "چلو اب کنٹین سے کچھ لے دو سیال بہت پیاس لگی ہے" ثمن نے ایک زوردار جھانپڑ بیچارے سیال کے کاندھے پر دے مارا تھا "کتنی بھوکی ہو تم سیم پہلے دن سے ہی میری جیب پر حملہ میں بتا رہا ہوں آج کے بعد حملہ اپنی اپنی جیب پر کیا جائے گا" لاریب اور ثمن ہنس دی تھیں "کنجوس نا تو ہو" یہ وہ پہلا جملہ تھا جو لاریب نے سیال کے لیے دل میں کہا تھا

آج کا دن کافی پر تپاک طلوع ہوا تھا لیکن دوپہر سے بادل آسمان پر آنکھ مچولی کھیل رہے تھے کبھی سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو کبھی اوجھل ہو کر چند کرنیں زمین پر پڑنے دیتے، ایسے میں ہی شام کے سائے لہرانے لگے تو بادل گہرے ہو گئے اور ٹھنڈی ہوا چل پڑی تھی اور پشاور کی اس وادی کے اشجار جھوم رہے تھے اور ذرا اس خوبصورت جھونپڑی میں جھانک کر دیکھو تو محرما جان عصر کی نماز کے بعد آرام کر رہیں تھیں، بزگل کھڑکی میں کھڑی بہت چہک چہک کر گپیں ہانک رہی تھی اور زرمینے گل (ثمن) اپنے کام کو بڑی پھرتی سے سرانجام دے رہی تھی بیڈ پر جابجا گیجٹس اور

ڈیوائسز بکھری پڑیں, لیپ ٹاپ کے ساتھ جوڑے ڈیوائسز کو پلان پوائنٹ آؤٹ کر رہی تھی کمرے کی کھڑکی اور دروازے کی چٹخنی وہ سب سے پہلے چڑھایا کرتی تھی،اسی اثنا میں واٹس ایپ پہ میجر کالنگ جگمگانے لگا، ثمن نے لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کیا اسکا فلیپ بند کیا اور کال رسیو کرنے ہی لگی تھی جب دروازے پہ دستک ہوئی، ثمن دہل گئی ،پہلے تو کبھی بھی اس وقت کوئی یوں نہیں آتا تھا لیکن آج۔۔۔ ثمن نے موبائل پاور آف کیا گیجٹس کو بیگ میں پھینکا لیکن اب دروازے پر زیادہ شدت سے دستک ہونے لگی، ثمن نے کمرے کے سٹور میں خفیہ جگہ جہاں وہ بیگ چھپا کے رکھتی جلدی سے چھپایا شال کو سر پہ درست کیا آنکھیں زور زور سے مسلیں شال کا ایک کونا آنکھ میں چبھا دیا جس سے آنکھ سرخ ہو گئی پانی بہنے لگا تو ثمن نے سختی سے رگڑا اور دروازہ کھول دیا، سامنے بزگل اسے گھور رہی تھی "ام کب سے دروازہ بجا رہا تھا زرمینے اتنا دیر کیوں لگا دیا کھولنے میں "کمر پہ ہاتھ رکھے وہ غصے سے تک رہی تھی، ثمن نے ڈرامائی جمائی کو روکا دو چار بار آنکھیں جھپکیں اور پھر بزگل کو گھورا "سو رہا تھا، تم نے ایسے دروازہ بجایا جیسے قیامت کا سور پھونکا جا رہا ہو ڈر گئی تھی سمبھلتے وقت تو لگتا ہے گل جاناں "چہرے پہ ہاتھ پھیرا (خود کو نارمل کیا) اور دوبارہ کمرے میں مڑنے لگی تھی جب بزگل نے اسکی کلائی تھامی "خاموشی سے اماری بات سنو "زرمنے نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگ گئی

جو بہت خوش دکھائی دے رہی تھی "کیا ہے بزگل سونے دو ام کو بہت نیند آرہا ہے"
زرمینے نے ایک بار پھر منہ پہ ہاتھ رکھے جمائی کو روکا "تم آؤ نا ام تم کو بتا رہا ہے آؤ تو سہی
"بزگل نے کلائی سے تھامے اسے کھینچا تو زرمینے نے دروازے کی اوٹ کو تھام لیا"
ام تم کو بتا رہا ہے گل جاناں اگر تم ام کو کھڑکی میں لے کر جانا چاہتا ہے تو ام نہیں جائے
گا، محرما جاناں نے بتایا ہے ام کو آغا جاناں کو نہیں معلوم تم یہاں کھڑا ہوتا ہے انکو نہیں
معلوم اگر سرائے کے دروازے سے تم داخل نہیں ہو سکتا لیکن تم یہاں کچن کے
دروازے سے سٹور میں جاتا ہے تمھارے پاس خفیہ چابی ہے جو تم کو ملا تھا ایک دن، ام
نہیں آغا جان سے دھوکا کرنا چاہتا گل جاؤ ام نہیں جائے گا" اپنی بات کہہ کر وہ پلٹی تو
بزگل نے اسکی تھامی کلائی کو زرا اسکے چہرے کے قریب کیا" تمھارا اتنے بولنے کے
بعد بھی ام تم کو لے کر جائے گا زرمینے "اور پھر لاکھ روکنے کے باوجود بزگل اسے سٹور
میں گھسیٹ لائی تھی جلدی سے دروازہ بند کیا اور اندر سے لاک لگایا تاکہ محرما جان اندر
نا آسکیں، زرمینے منہ بسورتی اور بگڑے موڈ کے ساتھ وہیں کھڑی تھی، بزگل نے
اسے دیکھا تو مسکرا دی اور تقریباً بھاگتے ہوئے اس نے چند قدموں کا فاصلہ طے کیا اور
کھڑکی کے آگے سے پردہ ہٹا دیا" کہاں رہ گئی تھی تم بزگل، اتنی دیر لگا دی، مجھے جانا ہے
واپس میجر بہت غصہ ہونگے، اچھا بتاؤ اب کیا دیکھانا تھا کدھر ہے جو تم نے دیکھانا" اور

یہ آواز سنتے زرمینے جو قدم اٹھا کر کھڑکی کے پاس آنے لگی تھی وہیں ساکت ہو گئی، اسے شدید غصہ آیا تھا جو مٹھیاں بھینچ کر ضبط کر لیا "تم بھی اب اماری طرح بے صبر ہو گیا ہے کیپٹن، اتنا مشکل سے لایا ام اسے، ارے ے ے یا خدا دیکھو وہ وہیں رک گیا اب ، آجاؤ زرمنے جاناں ام تم کو کیپٹن سے ملوانے لایا ہے" بزگل چہک کر اسے آوازیں دے رہی تھی، کیپٹن کی آمد پر وہ یونہی کھل سی جاتی تھی پورپور خوشی سے سرشار ہو جاتا ، جہاں زرمینے شاکڈ کھڑی تھی وہیں اب کیپٹن بھی حیرت سے بزگل کو دیکھ رہا تھا" یہ تم کیا کہہ رہی ہو بزگل مجھے کسی سے نہیں ملنا میں جا رہا ہوں کیوں مروانے لگی ہو یار رر تم پٹھان بہت بری طرح سے مار پیٹ کے گولیوں سے بھون دیتے ہو جانتا ہوں میں، تم مجھے کیوں شہید کروا رہی میں جا رہا تم "اس سے پہلے کے کیپٹن جانے کے لیے قدم بڑھاتا بڑی تیکھی نظروں سے دیکھتی زرمینے کھڑکی میں آگئی" سلام کیپٹن لالا" پٹھانی طرز میں ہاتھ کو ماتھے پر لے جا کر سلام کرتی زرمینے بہت پیاری لگی تھی بزگل کو تو لگی تھی کیپٹن سیال حیدر کو بھی لگتی اگر وہ نارمل حالت میں ہوتا، تیوری چڑھائے زرمینے اسے تک رہی تھی اور وہ گنگ ساکت آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا" یہ زرمینے ہے کیپٹن ام نے تم کو بتایا تھا ابھی اس کے بارے، ام کو یہ بہت پیارا لگتا ہے کیپٹن، زرمینے بہت اچھا ہے اللہ نے ام کو اتنا پیار کرنے والا اچھا بہن دیا ام بہت شکر گزار ہے" بزگل تو نان

سٹاپ شروع ہوچکی تھی زر مینے آہستہ سے پیچھے کو کھسکی اور "ام جارہا ہے بز گل آغا جاناں آ گئے تو بہت برا ہوگا" بز گل اس کو روکتی لیکن وہ جلدی سے لاک میں چابی گھماتی وہاں سے بھاگ گئی تھی سیال کے ماتھے پہ پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں اتنی ٹھنڈی ہوا میں بھی اسے پسینہ آرہا تھا، جلدی سے ماتھے پر سے پسینہ صاف کرتے اس نے بز گل کو خدا حافظ کہا اور لمبے ڈگ بھرتا پہاڑی پر سے اوجھل ہو گیا بز گل کا کیپٹن کے جاتے ہی چہرے کا چراغ بجھ گیا تھا بے دلی سے پردہ برابر کرتے وہ بھی کھڑکی سے ہٹ گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ثمن غصے سے لال ہو رہی تھی اور کمرے میں دائیں بائیں چکر لگاتار تیز تیز لگا رہی تھی تقریباً 10 منٹ بعد وہ قدرے نارمل ہو گئی تھی اس دوران وہ اپنا غصہ بز گل پر نکال چکی تھی جو بیچاری کمرے میں آنا چاہ رہی تھی جبکہ ثمن کھڑکی دروازے بند کیے اندر لال بھبھوکا ہوئے تھی۔ محرما جان کو آرام کرنے کا چونا لگائے وہ انہیں بز گل سمیت بھیج چکی تھی، کچھ سوچنے کے بعد وہ پھر سے بیڈ پہ اپنا سامان پھیلائے بیٹھی تھی، موبائل پہ میجر کی ان گنت مسڈ کالز کا آپشن تھا، ثمن نے اپنی کنپٹی انگلیوں سے مسلی ایک گہرا سانس خارج کیا اور پھر میجر کو کال کنیکٹ کر دی، پہلی گھنٹی پر ہی کال اٹھالی گئی تھی "کہاں تھی آپ مس ثمن کوئی مسئلہ ہے تو بتا دینا گوارہ نہیں سمجھا میں پچھلے 20 منٹ

سے سانس روکے موبائل کو تک رہا تھا ہیڈ آفس میں سنگینی پڑی اور آپ۔۔" ثمن ضبط کیے ڈانٹ سن رہی تھی اگر وہ میجر کی بات کاٹ دیتی تو اسے مشن سے نکال دیا جانا سو خاموشی سے ڈانٹ سننے میں ہی بہتری تھی "اور آپ نا جانے کن فضولیات میں مصروف ہیں، کیا بتانا پسند کریں گی کیا آفت ٹوٹ پڑی تھی جو سب کچھ ڈسکنیکٹ کر دیا تھا آپ نے آپ جانتی ہیں لیپ ٹاپ کے ساتھ کیمرے کنیکٹ ہیں آپ نے وہ بھی بند کر دیا ہم سنتے کیا دیکھنے سے بھی رہے "تب ہی وہاں میجر احکم کے پاس کیپٹن سیال اُڑے حواس کے ساتھ داخل ہوا "جی تو آپ بھی تشریف لے آئے کیپٹن صاحب، خبردار جو بیٹھے ہاتھ اوپر کریں ایک ٹانگ اٹھا کر کھڑے ہو جائیں، عجیب تماشا بنا رکھا تم دونوں بہن بھائی نے اک رابطے میں نہیں دوسرا سرے سے غائب تھا "میجر شدید طیش میں تھا ثمن کو بھی پتا چل گیا کہ سیال پہنچ چکا ہے "سوری سر، کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا بس وہ بزگل آگئی تھی اچانک سے تو میں بوکھلا گئی تھی " ثمن نے لہجہ کافی حد تک پر سکون رکھا البتہ اک لاوا اس کے اندر ابل رہا تھا "سر میں سکائپ پہ آتی ہوں ویٹ" ثمن نے جلدی سے لیپ ٹاپ آن کیا اور سکائپ پہ کال ملا دی میجر احکم اور ان کے ساتھ سزا میں کھڑے سیال کو وہ آسانی سے دیکھ سکتی تھی "سر پلیز سیال کی سزا تھوڑی دیر کے لیے ختم کر دیجیے گا بات کرنی ہے مجھے اس سے پھر بے شک ساری رات سولی پر

لٹکائے رکھیے گا" میجر احکم ثمن کی آخری بات پہ حیران ہوا تھا جبکہ سیال ایسی ہی توقع سوچ رہا تھا نارمل ہی رہا" کیا کچھ ہوا ہے کوئی گڑبڑ ہے جو تم دونوں چھپا رہے ہو مس ثمن خدا کی قسم اگر مشن میں کوئی جھول ہوئی تو تم دونوں کو اک گولی سے اڑا دوں گا اور" ٹھیک ہے آپ یہ شوق بھی پورا کر لیجیے گا کیا اب میں اس الو جسے سزا دی ہے سے بات کر لوں" ثمن چڑ گئی تھی میجر کی بات کو الٹے رخ میں لینے پر"۔ تو مسٹر سیال حیدر کیا بتانا پسند کرو گے تم بزگل کو کیسے جانتے کیا تعلق ہے تمھارا اس سے کیپٹن اور کب سے ہے۔۔؟؟ تم میرا اعتبار اور مان تو توڑ ہی چکے ہو پھر بھی میں سچ سننا چاہتی ہوں تم سے سیال صرف سچ" ثمن کی آواز ایک دم بھاری ہو گئی تھی اور آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں" تم مجھے یہ بتائو سیم تم وہاں کیسے تھی تم تو مشن پر ہو پھر بزگل کے گھر کیسے پہلے میرا پوائنٹ کلئیر کرو سیم" سیال کے چہرے سے پریشانی واضح ہو رہی تھی اور میجر سخت چڑھ رہا تھا ان کی گفتگو سے جس کے سر پیر کی اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی" میں مشن پر ہی ہوں میرا دماغ مت خراب کرو کیپٹن" تم داور خان کے گھر مشن پر تھی بزگل کے گھر نہیں" کیپٹن سیال کافی کرخت لہجے میں بولا تو ثمن کے اندر جو لاوا ابل رہا تھا پھٹ پڑا" داور خان بزگل کا باپ ہے کیپٹن سیال حیدر" اور اس انکشاف پہ سیال گنگ لیپ ٹاپ کی سکرین پہ ثمن کی غصہ بھری آنکھیں تک رہا تھا" بزگل کے باپ کا نام آغا جان

ہے ثمن "جب سیال بولا تو اس کی آواز بہت مدھم تھی "داور خان کا پورا نام آغا داور خان ہے اور اسے آغا جان کہہ کر پکارا جاتا ہے، پوچھو احکم سر سے سب سے پہلی انفارمیشن یہی دی تھی میں نے " ثمن نے اک اک لفظ چبا کر بولا تو سیال نے پاس کھڑے خود کو گھورتے میجر احکم کی طرف دیکھا اور بس سیال کا دیکھنا تھا ایک زوردار تھپڑ اس کے دائیں گال پہ چھپ گیا تھا ثمن نے ضبط سے آنکھیں میچ لیں وہ یہ ہر گز نہیں چاہ رہی تھی "اب چپ چاپ تم دونوں مجھے بتاو کے کیا مل کے اکیلے کھیچڑی بنا رہے ہو 15 منٹ ہیں تمھارے پاس ایک ایک لفظ بتاو مجھے "میجر احکم مراد کا بس چلتا تو جان سے مار دیتا لیکن یہ اتھارٹی ان کے پاس تھی نہیں تو کیپٹن سیال حیدر بچ گیا "سیال بتاو تم بزگل کو کیسے جانتے ہو جہاں تک مجھے لگتا بہت عرصے سے جانتے ہو وہ ہمارے حریف کی بیٹی ہے سیال تم اس سے چھپ کے ملاقاتیں کرتے ہو اس کے پاس تمھاری تصویر ہے وہ گھنٹوں تمھیں تکتی ہے تمھارا انتظار کرتی ہے جب تم آتے ہو تو وہ کھل جاتی ہے اس کے چہرے پہ رونق آجاتی ہے تمھارے نام سے۔۔۔ یہ کیا خفیہ قصہ ہے سیال جو افسوس آرمی کیا میں بھی نہیں جانتی۔۔۔" ثمن کا لہجہ اب کی بار بہت نرم تھا وہ بہت پیار سے بول رہی تھی۔ میجر کا تھپڑ مارنا اسے سخت ناپسند آیا تھا، سیال ڈھے جانے والے انداز میں کرسی پر بیٹھا تھا اور ایک بہت گہرا سانس خارج کیا "میں بتاتا ہوں پہلے

سیکنڈ سے اب تک بلکل لفظ لفظ سچ لیکن پلیز سیم بزگل کا خیال رکھنا وہ بہت معصوم ہے مجھے نہیں پتا تھا جس سخت اور بے حس باپ کی وہ بات کرتی تھی داور خان ہے "ٹھیک ہے رکھے گی کیپٹن ثمن خیال تم اب ساری کہانی بتاو" میجر احکم بھی نرم پڑ چکا تھا اور پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گیا، لیپ ٹاپ کی سکرین اس رخ میں رکھی کہ ثمن کو وہ دونوں آسانی سے دیکھائی دے رہے تھے۔۔۔۔۔۔

(9ماہ قبل)

وہ مسلسل 38 گھنٹوں سے پیدل چل رہے تھے، لگاتار بنا توقف کیے، چلنے کی وجہ سے پیروں کی تلیاں درد سے بھر چکی تھیں لیکن انہوں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ان کو چلنا تھا اور مول لیا چیلنج ہر حال میں پورا کرنا تھا، لیکن پھر بھی مزید چلنے کو طاقت کی ضرورت تھی "کیپٹن we need to take some rest for betterment of our remaining journey" پسینے سے شرابور سر سے فوجی ٹوپی اتارتے سیاہ چمکتے بالوں اور سرخ ہوتے چہرے والے ان کے قافلے میں شامل ایک ساتھی نے اپنی رائے دی تھی، قطار میں چلتا 25 لوگوں کا قافلہ ایک دم رک گیا تھا اور سب کی نظر قطار کے سرے پہ پہلے ساتھی پر جا ٹکی تھی "ہمارا بھی یہی خیال ہے کیپٹن عاقب "سب نے بیک زبان کہا تھا، تو پھر مختصر یہ کہ ٹھیک 45

سیکنڈ بعد وہ قافلہ سر سبز درختوں کے جھنڈ اور ہری بھری گھاس سے ڈھکی اک پہاڑی پر جابجا بکھرا بیٹھا نظر آرہا تھا، کسی کے ہاتھ میں پانی تھا تو کوئی خشک میوہ چبا رہا تھا، کوئی چیونگم سے دو دو ہاتھ کر رہا تھا تو کوئی بیکری پروڈکٹس سے لطف اندوز ہو رہا تھا لیکن ان سب سے اک بندہ اپنی آدھے فٹ کی مسجد بنائے سب سے الگ تھلگ بیٹھا تھا، اس کے چہرے سے بیزاریت صاف عیاں ہو رہی تھی تب ہی اس نے ایک پاس پڑا کنکر اٹھایا اور دور ہوا میں اچھال دیا جو چند لمحوں میں اوجھل ہو چکا تھا، پاس پڑی پانی کی بوتل خالی ہو چکی تھی اسے دیکھتے ہی اسنے بوتل کو پھینکنا چاہا لیکن رک گیا، ارد گرد سب اپنے شغل میں مصروف تھے وہ اٹھا اور چند قدم چل کے درخت کے تنے سے کمر ٹکائے آنکھیں بند کیے کیپٹن کے پاس آرکا "پانی ختم ہو گیا ہے میری بوتل میں سے، میں آس پاس سے کہیں پانی تلاش کرنے جا رہا ہوں کیپٹن عاقب" کیپٹن عاقب نے زرا سی آنکھیں کھولیں، اس سے پہلے کے وہ کچھ بولتا وہ الٹے قدم چلنا شروع کر چکا تھا "یہ تم اجازت طلب کرنے آئے تھے کیپٹن سیال حیدر یا اطلاع دینے" اسے اپنی کمر پیچھے آواز سنائی دی تھی بنا مڑے بلند آواز میں جواب دیتا وہ پہاڑی پہ آگے بڑھ گیا تھا "تمھیں جو لگتا وہی سمجھ لو کیپٹن" اور کیپٹن عاقب نے بیچارگی سے اسے لاپرواہی سے جاتے دیکھا۔

وہ چلتا چلتا کافی آگے نکل آیا تھا،اور اب اسے لگ رہا تھا یہاں آس پاس کہیں پانی نہیں کوئی چشمہ بھی نہیں اسے واپس مڑ جانا چاہیے لیکن پھر مزید سفر طے کرنے کے لیے پانی کی ضرورت نے واپس جانے نہیں دیا وہ چلتا ایک پہاڑی کی دوسری طرف نیچے کو اترنے لگا،ہری گھاس گرے پڑے درختوں کے پتوں اور جڑی بوٹیوں کو روندتا وہ جب پہاڑی سے مکمل نیچے اترا تو دیکھ کر گنگ رہ گیا جیسے ہی درختوں کا جھنڈ کم ہوا سامنے بہتی چھوٹی سی جھیل دکھائی دی بہت سی بطخیں بھی ٹہل رہی تھیں آسمان کا عکس پانی میں دکھائی دے رہا تھا اور اوپر اڑتے بہت خوبصورت پرندے اس منظر کی دلکشی میں اضافہ کر رہے تھے،کیپٹن سیال حیدر کے لبوں پر مسکراہٹ چھا چکی تھی وہ دل میں اللہ تعالی' کی شان کی تعریف کرتا جھیل کے کنارے پر آکھڑا ہوا، جھیل کی دوسری طرف سے چشمہ بہہ رہا تھا،کیپٹن صحیح معنوں میں تب زیادہ خوش ہوا تھا جب دوسری طرف جانے کا راستہ مل گیا تھا چھوٹی سی جھیل میں گزرنے کے لیے لکڑی کا شہتیر رکھا تھا،کیپٹن سیال حیدر نے چشمے سے پانی والی بوتل بھری خوب مزے سے پانی پیا اور اپنے رب کا بہت شکر ادا کیا ورنہ وہ مایوس ہو چکا تھا۔۔اس کے دستی بیگ میں کیمرہ موجود تھا لیکن اسے اب غصہ آرہا تھا وہ کیوں بیگ اپنے قافلے کے پاس چھوڑ آیا اسے تو قدرتی مناظر بہت پسند ہیں اور اسکے کیمرے کی آنکھ میں یہی سب محفوظ ہے ابھی اس نے واپس اپنی

منزل کی طرف جانے کو قدم اٹھایا ہی تھا کہ اسی قدم پہ واپس گھوم گیا وہ قدرت کے حسن میں اتنا مگھن تھا کے سامنے والی پہاڑی پر بنی لکڑی کی خوبصورت جھونپڑی جس کا پچھلا حصہ دکھائی دے رہا تھا پر غور نہیں کر پایا اچانک اس کی نظر جھونپڑی کی کھڑکی پر پڑی تھی اور جب اس نے نگاہ بھر کے دیکھا تو نظر پلٹنا بھول گیا تھا یک ٹک 3 منٹ تک دیکھنے پر بھی منظر نہیں بدلا تو وہ حیران ہو گیا، لکڑی کی مناسب کھڑکی میں سیاہ پٹھانی فراک پہنے بڑی کا مدار سیاہ شال اوڑھے بلکل سامنے جھیل کو دیکھتی ایک سفید اور گلابی رنگت نیلی آنکھوں، سرخ لب جن پر مسکراہٹ بکھری تھی اور نازک ہاتھوں سے شال کو تھامے لڑکی کھڑی تھی، سیال کو تو کوئی وادی کی پری یا حور لگی تھی لیکن سیال کے مسلسل دیکھنے پر بھی اس میں زرا سی جنبش نہ ہوئی تو وہ اسے مجسمہ سمجھ گیا" یہ مجسمہ ساز بھی کمال کرتے ہیں اور جس نے بھی یہ یہاں رکھا ہے بہت باذوق بندہ ہے، یہ مجسمہ جھیل کے اس منظر کی رعنائی میں اضافہ کر رہا ہے اسے مکمل کر رہا، واہ! خدا تیری قدرت" سیال نے ایک آخری نظر دیکھا اور واپسی کے لیے تیز تیز قدم چلنے لگا، اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا پر سکون اور حسین جگہ کو چھوڑنے کا لیکن مجبوری تھی واپس تو جانا تھا ،۔۔۔۔۔۔/

وہ22دنوں بعد پھر سے اسی جگہ تھا،اس کی پوسٹنگ پشاور ہوچکی تھی اور یہ جگہ اسکے یونٹ سے 45منٹ کے سفر پر تھی اس وقت وہ وردی میں نہیں تھا،ہاتھ میں کیمرہ تھامے وہ بہت تیزی سے پہاڑی پر چڑھ رہا تھا،سب کچھ ویساہی تھا جھیل،پرندے، بطخیں نیلا آسمان اور وہ مجسمہ بھی،سیال دھڑا دھڑ تصویریں کھینچ رہا تھااس کے پاس صرف دس منٹ تھے اور واپس یونٹ پہنچتے بھی وقت لگ جانا تھا،کیپٹن سیال کا دل بہت چاہ رہا تھااس جھونپڑی کے پاس جائے مجسمے کو قریب سے دیکھے لیکن اس کے پاس وقت نہیں تھا،جانے کیوں اسکے ہاتھوں نے اس مجسمے کی تصویر لینے کی اجازت نہیں دی تھی وہ اچھل کود کرتااور "اے حسین وادی مجھے بھول مت جانا آج وقت نہیں کبھی فرصت میں ملنے آوں گا تم سے اے بطخو تم سے بھی اوراوئے اڑتے شوخیاں بکھیرتے پرندو تم سب سے بھی تفصیلی ملاقات کرنے آوں گا" وہ چہک کر بلند آواز میں کہتا وادی کو چھوڑتا جارہا تھا، سبھی پرندے اپنی بولیاں بولنے لگ پڑے تھے جیسے کیپٹن سیال کو جواب دے رہے ہوں،تب ہی ایک کوئل اڑتی ہوئی اس مجسمے کے پاس کھڑکی میں جا بیٹھی تھی اور حسرت بھری نگاہوں سے سرشاری سے چلتے جاتے سیال کو دیکھنے لگ گئی تھی---------.

"سیال پریکٹس یونٹ میں بھی ہو سکتی ہے، میں روز روز تمھارے لیے ڈانٹ نہیں سن سکتا چپ چاپ یونٹ کے گراونڈ میں آجاو آج تم ہر گز کسی پہاڑ پر مشق کرنے نہیں جا رہے سمجھے تم" کیپٹن عاقب اسے سخت نصیحت کر کے جواب کا منتظر کھڑا تھا جب کیپٹن سیال کاندھے پر چھوٹا سا ریوالور کا بیگ درست کرتا ہاتھ میں ٹوپی پکڑے قریب کھڑا ہو گیا" آئم ریلی سوری کیپٹن عاقب میں مشق یونٹ میں ہر گز نہیں کروں گا، مجھے دیر ہو رہی ہے ہمیشہ کی طرح وقت پر پہنچ جاوں گا آفیسرز کو سمبھالنا تمھارا کام ہے" وہ دو لفظی جواب دیتا آگے بڑھ گیا تھا" سیال میں کچھ دنوں تک واپس اپنے یونٹ چلا جاوں گا خدا کے لیے یہ اپنی حرکتیں درست کر لو تم بچپن کی دوستی کا غلط فائدہ اٹھا رہے ہو" کیپٹن عاقب بیچارا چیخ رہا تھا مگر وہاں کسے اثر ہونا تھا کیپٹن سیال حیدر بائیک دوڑاتا اوجھل بھی ہو چکا تھا اور وہ وہیں کھڑا کوستا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔

آج بھی سب کچھ ویسا تھا لیکن سیال کو کچھ انوکھا محسوس ہوا تھا، ہر طرف سناٹا تھا، بطخیں ایک طرف سر جوڑے خاموش بیٹھی تھیں، پرندے اڑنے کی بجائے ٹہنیوں پر سر جھکائے چپ چاپ مرجھائے بیٹھے تھے، سیال کو اتنا سوگوار ماحول خوفزدہ کر رہا تھا وہ تقریباً دوڑتا ہوا جھیل کے اس پار گیا آج کے دن تک وہ لگاتار 5 دن سے آرہا تھا وہ اس چھوٹے سے حسین قطعے کے ماحول کی رعنائی کا عادی ہو گیا تھا" ارے ے ے ے ے

یہ کیا تم سب آج کس بات کی ہڑھتال پر ہو کس مسئلے پر دھرنا دیے بیٹھے ہو یار اوئے ے ے کہیں میرا انتظار تو نہیں کر رہے تھے "کیپٹن سیال وہیں آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا تھا اور چاروں طرف گردن گھما کے دیکھ رہا تھا" یار رر تم سب قسم اٹھوالو مجھ سے وہ جو میرا کمینا دوست عاقب ہے ناوہ نہیں آنے دے رہا تھا اتنی مشکل سے آیا ہوں جان چھڑوا کے یونٹ سے نکلنا کوئی آسان بات نہیں کبھی وہاں کا چکر لگا کر دیکھ لینا پتا چل جائے گا میں سچ کہہ رہا ہوں یا جھوٹ، یار بس بھی کر دو کیوں چاچے فضلو کے سوئم والا ماحول بنایا ہوا ہے، اچھا مطلب تم سب ایکا کر کے مجھ سے ناراض ہو ہے نا" کیپٹن سیال پر سوچ نظروں سے سب کو دیکھ رہا تھا تب ہی ایک بطخ نے ہانک لگائی تو باقی سب اس پر جھپٹ پڑیں "ارے ے ے، ارے ے ے یہ کیا تم جھگڑ کیوں رہی ہو کیوں مار رہی اس بیچاری کو" سیال بھاگ کر ان بطخوں کے پاس آیا تھا اور جھٹ سے اس مار کھانے والی بطخ کو اٹھالیا اور گود میں لے کر درخت کے سائے میں بیٹھ گیا "سوری مجھے پتا ہے یار تمھیں میری وجہ سے مار کھانی پڑی، اچھا بتاو سب ناراض ہیں نا مجھ سے" سیال نے اس کے پر سہلائے اور پیار سے مخاطب کیے تھا بطخ نے چونچ اس کے ہاتھ پر ہلکے سے ماری اور پھر بیگ پر اک منٹ میں سیال ساری بات سمجھ گیا تھا اور ہھر اس کا قہقہ پہاڑی پر گونج رہا تھا "اللہ۔۔۔۔۔ سوری سوری یار بہت زیادہ سوری سب سے

کان پکڑ کر ہاتھ جوڑ کے معافی مانگتا ہوں معاف کر دو پلیز ز ز ز ز ز ز ز تم سب بہت اچھے ہو اور میں گندہ ٹھیک ہے اب تو مان جاو" سیال پورے قطعے پر اچھل اچھل بول رہا تھا یکایک سب پرندے اڑنے لگے اور اپنی بولیاں بولتے سیال کے پاس آ گئے بطخیں بھی پیچھے نہیں رہی تھیں انکی ناراضگی ختم ہو گئی تھی اچانک وہی کوئل اڑی اور کھڑکی میں جا بیٹھی سیال نے اسے جاتے دیکھا پھر گردن موڑلی لیکن کچھ وہاں بھی عجب لگنے پر اس نے دوبارہ جھٹ سے دیکھا تھا، وہ مجسمہ لڑکی کچھ زیادہ دلکشی سے مسکرا رہی تھی اس کی شال بھی سیاہ کی بجائے مہرون تھی، سیال گنگ اسے تکتا رہا اسے آج شک گزرنے لگا تھا یہ مجسمہ نہیں لیکن پھر زرا سی بھی جنبش نا ہونے پر اس نے سر جھٹکا اور اپنے ننھے دوستوں سے مخاطب ہو گیا" تو میرے دوست چاہتے ہیں میں نشانہ بازی کروں، ہمممممم تو چلو پھر میں کرتا ہوں تم سب اپنی نشستوں پر جاو" سیال نے جلدی سے ریوالور لوڈ کیا بیگ کو ایک طرف رکھا اور چلتا ہوا اپنی مخصوص جگہ پر کھڑا ہو گیا" تو دوستو آج وہ ساتویں نمبر والا درخت میرا ٹارگٹ ہے" سیال نے نشانہ بنایا اور ٹریگر پر اپنی گرفت مظبوط لیکن اسے پتا نہیں کیوں کچھ غیر معمولی لگ رہا تھا اس نے آنکھ اٹھا کر کھڑکی طرف دیکھا، کوئل اب مجسمہ لڑکی کے کاندھے پر بیٹھی کوئی سرگوشی کر رہی تھی تب ہی اک شارخ نے سیال کے سر میں زور سے چونچ ماری، سیال کو اس آفت کی توقع

نہیں تھی تو بس ٹریگر پہ رکھی انگلی اچانک سے دب گئی اور گولی چل گئی لیکن نشانہ خطا ہو گیا تھا وہ پانچویں درخت کے تنے پر جا لگا تھا سیال نے غصے سے شارخ کو دیکھا "اب اگر کسی نے ایسی بری حرکت کی تو مجھ سے بھی اچھے سلوک کی امید مت رکھنا تم سب، سمجھے میری بات ہو نہہ "سیال نے دوبارہ نشانہ بنایا لیکن پھر نظر کھڑکی کی طرف اٹھ گئی ،اسے لگ رہا تھا مجسمہ جھیل کو نہیں اسے دیکھ رہا ہو، سیال نے ٹریگر دبایا لیکن ایک بار پھر سے گولی ٹارگٹ پہ نہیں تھی، اب کی بار سیال نے خود کو لعن طعن کی اب وہ نگاہ نہیں پھیرے گا، مگر کہاں اس سے پہلے کے ٹریگر دبایا جاتا بے خودی میں نگاہ پھر بھٹک گئی تھی، مجسمہ لڑکی کے سر سے شال ڈھلک کر کاندھوں پر آ گری تھی، سنہری بالوں پر سورج کی پڑتی شعاوں نے سیال کی آنکھیں چندھیا گئیں تھیں اور ٹریگر دب گیا ایک نہیں تین بار لیکن اک بھی گولی ٹارگٹ پہ نہیں لگی تھی سیال نے ریوالور کو دیکھا اور اس سے پہلے کے وہ کچھ کرتا سامنے پیش آنے والے منظر نے گونجتی آواز نے اسے ساکت و جامد کر دیا تھا، اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا تھا آس پاس کیا ہو رہا تھا اسکے دوست کیا کہہ رہے تھے سب سے بیگانا وہ یک لخت ساکن آنکھیں پھاڑے حیرت سے تک رہا تھا۔۔۔

سیال نے ریوالور کو دیکھا اور اس سے پہلے کے وہ کچھ کرتا سامنے پیش آنے والے منظر نے، گونجتی آواز نے اسے ساکت و جامد کر دیا تھا، اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا، آس پاس کیا ہو رہا تھا اسکے دوست کیا کہہ رہے تھے سب سے بیگانا وہ یک لخت ساکن آنکھیں پھاڑے حیرت سے تک رہا تھا۔۔۔۔۔۔

وہ مجسمہ لڑکی کھلکھلا کے ہنس رہی تھی، اس کے قہقہہ کی گونج پہاڑی کے چاروں طرف گردش کر رہی تھی مگر وہ سب سے بیگانہ دل کھول کے مسکرا رہی تھی، دور سے بھی دیکھائی دے رہا تھا اس کی نیلی آنکھیں کتنی چمک رہی تھیں، گلابی چہرہ ہنسنے کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا، اور اس وقت کیپٹن سیال حیدر کی حیرت کا کوئی اندازہ نہ تھا، کیپٹن آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا کھڑکی جہاں وہ لڑکی کھڑی تھی سے دو فٹ کے فاصلے پر آن رکا تھا، وہاں پہاڑیوں پر درختوں کے جھنڈ میں واقع جھونپڑی اور اس پہاڑی جس پر کیپٹن سیال حیدر کھڑا تھا کے درمیان دو فٹ چوڑی اور نا جانے کتنی گہری کھائی تھی۔۔۔۔۔۔"تم، تم سچ مچ کی لڑکی ہو، تم مجسمہ نہیں ہو تم تو انسان ہو سچی تم مجسمہ نہیں ہو نا تم، تم لڑکی ہو" سیال کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا بولے مگر جو دماغ میں آیا وہ زبان سے پھسل گیا، بزگل نے بامشکل ہنسی روکی اور تائید میں سر ہلایا وہ واقعی مجسمہ نہیں سچ مچ کی لڑکی ہے "تو تم یوں کھڑی کیوں رہتی تھی وہ بھی ساکن ایک ہی حالت

میں کھڑے رہنے سے تھکاوٹ نہیں ہوتی تھی، مجھے شک گزرتا تھا تم مجسمہ نہیں ہو لیکن تم زراسی بھی جنبش نہیں دیتی تھی تو میں یہ خیال رد کر دیتا تھا تم نے دو دفعہ شال بھی تبدیل کی میں نے یہی سوچا کہ جس کا تم مجسمہ ہو اس مالک نے ہی تبدیل کی ہو گی لیکن آج تم الگ دکھ رہی تھی کچھ تبدیلی مجھے محسوس ہوئی تھی مجھے بار بار یہی لگ رہا تھا کہ تم مجسمہ نہیں لیکن میں تمھارے قریب آنے سے معمول کی طرح کترا تا رہا۔۔۔ پاگل لڑکی ایسے کیوں کھڑی رہتی ہو ڈر نہیں لگتا تمھیں "سیال وہیں پہاڑی پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا تھا اور نگاہیں اسکی مسلسل بزگل پہ جمی تھیں "او خدائے کریم۔۔۔ کتنا بولتا ہے تم آدمی۔۔ ایک ہی بار میں اتنا بول دیا ام کو سمجھ نہیں آرہا ام بولے تو کیا بولے "بزگل نے اپنی سیاہ پشاوری نگینوں سے بھری شال کو سر پہ درست کیا اور کھڑکی کے قریب مزید کھسک آئی تھی، بزگل کی بات پر سیال مسکرا دیا تھا "اچھا سب رہنے دو یہ بتاو ہنسی کیوں تھی تم۔۔؟؟" جب تم حرکتیں ایسی کرے گا تو ہنسی تو آہی جاتا ہے ماڑا" ایک سیکنڈ کا توقف کیے بغیر بزگل نے جواب دیا جس پر سیال اچھا خاصا چونکا تھا "مثلاً کیسی حرکتیں۔۔۔؟؟" سیال اس سے باتیں کرنا چاہ رہا تھا سو بات کو فضول میں ہی بڑھا دیا "تم ایک تو آج دیر سے آیا ام نے تمھارا بہت انتظار کیا "ایک منٹ ایک منٹ، یہ ہم کا کیا مطلب۔۔ کس کس نے انتظار کیا میرا ذرا سہی سے بتاو حسین لڑکی "سیال پینٹ

جھاڑتا کھڑا ہو گیا تھا اور اپنے بوٹوں کے تسمے زرا زور سے کسے اور پھر دھڑم سے بیٹھ گیا، بزگل اسکی اس حرکت پہ پھر سے کھلکھلا کے ہنس دی تھی جس پر سیال نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا تو اس نے منہ پہ ہاتھ رکھ کے مسکراہٹ ختم کی "ام مطلب اماری کوکو، سب بطخیں، ساری شارخ، دوسری جو کوئل ہیں وہ، اس جھیل کے پانی نے ،درختوں نے تمھارا انتظار کیا تم آج سہی وقت پر نہیں آئے تھے پھر آتے ہی تم نے جو باتیں کی اور سب سے اہم تم بار بار ام کی طرف دیکھ رہا تھا ہنسی نے تو آنا ہی تھا، تمھارا نشانہ چھوٹ رہا تھا، اور سچ تو یہ ہے کہ۔۔۔" بزگل بولتے بولتے چپ ہو گئی اور زرا سر کو نیچے گرا لیا، سیال پوری طرح سے اسکی طرف متوجہ تھا "سچ یہ ہے کہ ام تمھیں تنگ کر رہا تھا بس دیکھنے کو کہ تم سب کا دوست بن گیا یہاں سب سے بات کرتا ہے پتا نہیں تم کو ام سے بات کرنا پسند ہے یا نہیں بس یہی دیکھ رہا تھا ام لیکن" اور اب بزگل کے قہقہے کے ساتھ کیپٹن سیال حیدر کا قہقہ بھی شامل تھا "توبہ ہے حسین لڑکی تم شکل سے ہی معصوم ہو لیکن ہو نہیں، حد ہے ویسے تم مجھے ٹیسٹ کر رہی تھی۔۔۔زبردست ہاں تو تمھاری اس دوست کا نام کوکو ہے پتا چل گیا مجھے تمھارا نام کیا ہے ملکہِ وادی" اتنے پیار سے پوچھنے پر بزگل شرما دی تھی "ام بزگل ہے بزگل خان اور تم" بزگل نے کوکو کو ہتھیلی پر بیٹھایا اسکے پر سہلائے اور پھر زرا اونچا کر کے اڑا دیا "میں کیپٹن سیال حیدر ہوں

،سیال حیدر چونکہ آرمی کا بندہ ہوں زرا عہدے دار بھی ہوں تو اس لیے کیپٹن سیال حیدر تم یا کیپٹن کہہ سکتی ہو یا پھر صرف سیال "تم سچ میں بہت بولتا ہے کیپٹن،اتنا لمبا بات صرف نام بتانے پر کر دی ام کو کیا پتا یہ آرمی کیا ہے کیپٹن کیا ہوتا۔۔ام تو اس جھونپڑ میں پیدا ہوا اور بس یہیں کا رہ گیا ام تو یہ تک نہیں جانتا اس جھونپڑی کے باہر کیا کیا ہے اور تم پتا نہیں کیا باتیں کرتا رہتا ہے "سیال منہ کھولے اسے سن رہا تھا اسکی حیرت انتہائی گہری تھی "تم،تم یہاں قید ہو گل۔۔؟؟" بزگل کی بات سے سیال یہی نتیجہ اخذ کر پایا تھا" ہے تو یہ امارا ہی اپنا گھر آغا جاناں کا اکلوتا اولاد ہوں لیکن سچ یہی ہے ام یہاں قید ہے اپنی مرضی سے سانس بھی نہیں لے سکتا ام، محرما جاناں کے علاوہ امارا کوئی ہے ہی نہیں بس وہی ام سے پیار کرتا ہے آغا جان کو ام سے زرا بھی محبت نہیں،ام بہت اکیلا ہے کیپٹن ام اپنی تنہائی بانٹنے یہاں کھڑکی میں کھڑا رہتا،پرندوں سے دوستی کی خوش رہنے کی کوشش کی،ایسا نہیں ہے کہ محرما جاناں ام سے پیار نہیں کرتیں وہ سب سے زیادہ ام سے محبت کرتی ہیں لیکن وہ پھر بھی ام پہ پابندی عائد کرتی ہیں قصور انکا بھی نہیں یہ حکم آغا جاناں کا ہے "بزگل سر جھکائے اس اجنبی سے دل میں جمع سارا رنج بانٹ رہی تھی اسکی نیلی آنکھیں برس رہی تھیں "تم مجھ سے سب دکھ بانٹ سکتی ہو بزگل،میں پوری قوم یعنی پوری دھرتی کا دکھ بانٹنے کا حلف اٹھا چکا ہوں تم مجھے

دوست سمجھ کر سب بتا سکتی ہو، وعدہ کرتا ہوں کسی کو کچھ نہیں بتاوں گا" سیال اسکی برستی آنکھوں اور سسکیوں سے سمجھ گیا تھا کوئی بھید ہے بزگل کے درد میں بزگل نے پانی سے لبالب آنکھوں سے سیال کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا اور تب سیال کو لگا کسی نے اسکے دل کی دھڑکن پہ بہت بھاری پتھر رکھا ہو اسکا سانس اک لمحے کو تھم گیا تھا، وہ دور سے روشن نیلی حسین آنکھیں اس قدر غمگیں ہوں گی اسنے تو سوچا بھی نہیں تھا" پکا وعدہ کسی کو نہیں بتاو گے۔۔؟" ہاں پکا، ایک بات بتادوں تمھیں میں اپنی بہن سے کچھ نہیں چھپاتا کبھی بھی، میری اور اسکی زاتیات ایک ہی ہیں وہ سبز آنکھوں والی بلی جان جاتی ہے اگر میں کچھ چھپالوں اس سے لیکن وعدہ کرتا ہوں آخری سانس تک کوشش کروں گا اسے نا بتانے کی" بزگل سیال کی بات پر مسکرادی تھی اور ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھیں رگڑیں" امارا اماں جان نہیں ہے ام نے انکو نہیں دیکھا ان کا پیار نہیں لیا کیونکہ وہ اللہ کے پاس جا چکا ہے اور ام آج تک انکی قبر پر بھی نہیں گیا کیونکہ آغا جان نہیں جانے دیتے، آغا جان امارے بابا ہیں محرما جان۔۔نے ام کو پالا ہے بڑا کیا امارا خیال رکھتی ہیں بہت زیادہ پیار کرتی ہیں ام بھی ان سے بہت محبت کرتا ہے کیپٹن ان کا کہنا ہے آغا جان ام سے بہت محبت کرتے ہیں" ہر باپ اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے یہ تو فطرت ہے سچ بات ہے" بزگل نے ایک سیکنڈ کے لیے سیال کی طرف دیکھا تھا اور

اسکی گال پر آنسو بہنے لگ گئے تھے "لیکن آغا جاناں کو ام سے محبت نہیں ہے کیپٹن، وہ ام کو مسکرانے نہیں دیتے، اماں جان کی قبر پہ نہیں لے کے جاتے ام کو گھر سے نکلنے کا اجازت نہیں ام نے اس جھونپڑی اور کھڑکی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا بس ہر جمعہ کو ام کو شمون خان کالی بڑی سی کالے شیشوں والی گاڑی میں محرما جان کے گھر چھوڑ کے تالا لگا کے شام کو پھر اسی گاڑی میں لینے آتا، اب تم بتاو ام کو آغا جاناں کو ہے ام سے محبت ام اس گھر میں قید ہے کیپٹن محرما جان خوش ہیں لیکن ام نہیں امارا دل کرتا ام بھی تمھاری طرح آزاد سانس لے باتیں کرے مسکرائے اپنی مرضی سے آئے جائے لیکن یہ ام کی قسمت میں نہیں اور اگر ہے بھی تو آغا جاناں نے لینے نہیں دینا" بزگل بلک کر رونے لگ گئی تھی، سیال بے چین سا ہو گیا تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی بزگل کو کیسے چپ کروائے "ایسے نہیں کہتے گل باپ ہیں وہ تمھارے بھلے کے لیے ہی یہ سب کرتے ہوں گے اپنوں سے اتنا بدگمان نہیں ہوتے اور دنیا میں والدین سے زیادہ کوئی محبت نہیں کرتا یہ بات کبھی مت بھولنا رہی بات مسکرانے کی تو اب تم مسکرایا کرو گی میرے ساتھ، بہت زیادہ باتیں کرنا ٹھیک ہے ہاں میں روز روز تو نہیں آسکتا جب وقت ملے گا آوں گا ٹھیک ہے اب تم رونا بند کرو پاگل لڑکی" بزگل نے جلدی سے آنسو صاف کیے اور پورے دل سے مسکرا دی". پتا ہے کیپٹن ام کو کو کو کہتا تھا تم بہت اچھے ہو لیکن وہ

اماری بات کا یقین نہیں کرتا تھا، تم سچ میں بہت اچھا لگتا ہے ام کو کیپٹن پہلے دن سے ہی جب تم پانی لینے آیا تھا" کیپٹن تعریف پہ زیادہ دلکشی سے مسکرادیا تھا" شکریہ حسین لڑکی تم بھی بہت اچھی معصوم سی پیاری لڑکی ہو، بہت وقت ہو گیا مجھے چلنا چاہیے بے شک وہ کیپٹن عاقب میرا یار ہے لیکن عہدا بڑا ہے اسکا اور مجھ سے بازپرس کرنا اسکا فرض ہے ورنہ اسکی نوکری کو خطرہ ہے اپنا خیال رکھنا خوش رہنا سانسوں کے پاس مہلت ہوئی تو میں پھر ملنے آوں گا اللہ حافظ " سیال نے بیگ درست کیا اور کاندھے پر لٹکا دیا سر پہ ٹوپی پہنی ہاتھ کے اشارے سے اللہ حافظ کہتا الٹے قدم چل دیا۔۔۔" ام انتظار کرے گا کیپٹن " بزگل نے بلند آواز میں کہا تھا، اسکی آواز سن کر سب پرندوں نے بھی اپنی بولیاں بول کر سیال کو الوداع کیا تھا، بزگل کی نگاہ نے اس کا تعاقب اوجھل ہو جانے تک کیا تھا،۔۔۔

ہر طرف سناٹا چھا گیا تھا، سیال گردن جھکائے بیٹھا تھا جبکہ ثمن ساکت لیپ ٹاپ کی سکرین پر اسے دیکھ رہی تھی اور میجر احکم مراد بھی پُر سوچ نگاہ کیپٹن سیال حیدر پہ جمائے کھڑا تھا اس خاموشی کو میجر احکم نے توڑا تھا" تمھیں اب بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیپٹن سیال، اور تم نے یہ احتیاط کیسے کرنی ہے میں بتاوں گا" کیپٹن سیال اور ثمن ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے" کیسی احتیاط مطلب سر۔۔" میجر

احکم نے کیپٹن سیال کی بات کاٹ دی اور "تمھارا کوئی بھی قدم اب کیپٹن ثمن کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے So no follow plan B and C کیپٹن ثمن کی اب تک کی رپورٹ کے مطابق بزگل سے اِن کی بہت گہری دوستی ہو چکی ہے اور جو بات تم دونوں کی مشترک ہے وہ یہ کہ اسے اپنا آغا جان سے کوئی وابستگی نہیں ہے، جو چل رہا ہے آج رات تک وہی چلنے دیں کیپٹن ثمن، اور کیپٹن سیال ہم ابھی ہیڈ آفس کے لیے روانہ ہوں گے 3 منٹ میں بات ختم کر کے گاڑی میں پہنچو

I hope all the best and be carefully ,keep it up captain Suman Haider

"میجر احکم مراد ایک کڑی نگاہ اُن پہ ڈالتا لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا جبکہ سیال ویسے ہی نڈھال اور غمزدہ کرسی پہ بیٹھا رہا، ثمن نے اپنی کنپٹی مسلی اور ابھی اس نے بولنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے کہ کیپٹن سیال بول پڑا" بزگل بہت معصوم ہے سیم پلیز اس کا بہت خیال رکھنا اسے دنیاوی زندگی کی بھی مدوجزر کا کچھ علم نہیں ہے وہ ہر گناہ سے پاک پاکیزہ اور شفاف ہے سیم مجھے سمجھ نہیں آرہا میں کیسے اسے اس سارے جھنجھٹ سے دور رکھوں میں اسے مشن میں زیرِ بحث یا مشن میں گھسیٹنا نہیں چاہتا پلیز سیم معاف کرنا میں نے بزگل سے وعدہ کیا تھا ورنہ میں کبھی نہ چھپاتا تم سے سیم پلیز

ناراض مت ہونا مجھ سے میں پہلے بہت بے بس محسوس کر رہا ہوں میں کسی بھی طرح گل کو سارے معاملے سے دور رکھنا چاہتا ہوں لیکن۔۔۔۔"سیال دل کی ساری باتیں ثمن سے کہہ کر خاموش ہو گیا تھا، ثمن مسکرا دی تھی"زیادہ اب اوور ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں میں ناراض نہیں ہوں اب یہ جو فیوز ہوئے بیٹھے ہو زرا روشن ہو جاو رہی بات بز گل کی اب میں بہت زیادہ سے بھی زیادہ خیال رکھوں گی اسکا آفٹر آل اب وہ میری اہم اہم۔۔۔۔۔ہے" ثمن اپنی بات پر خود ہی قہقہہ لگا کے ہنس دی تھی جبکہ سیال نے اسے ایک انتہائی سخت گھوری سے نوازا تھا"ہاں اب برداشت کرو مشن میں وہ ضرور شامل ہو گی میجر احکم نے کہہ دیا سو اب وہ وہی کریں گے کھڑوس میں فضول میں نہیں کہتی مسٹر سڑو کو، ویسے قصور ان کا بھی نہیں کیپٹن سارا مشن میرے سمیت لٹ لٹا کے خالی ہاتھ ملتے رہ جاو گے اگر وہ ایسا نہ کریں تو، انہیں ہر سنگینی سے نمٹنا ہے پیارے بھائی اور آپ کو ہر حال میں ساتھ دینا ہو گا اور نہیں تو میری ہی فکر کر لو لفنگے" تب ہی باہر زور سے گاڑی کا ہارن بجایا گیا"اوکے سیم میجر سر انتظار کر رہے Wish you all the best sam سیال نے مسکراتے اسے خدا حافظ کیا لیپ ٹاہ کی سکرین جلدی سے ڈاون کی اور تقریباً دوڑتے گاڑی تک پہنچا۔۔۔۔۔۔

محرما جان اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہی تھیں، وہ انکی گود میں سر رکھے چھت کو گھور رہی تھی کبھی ہاتھوں کی انگلیاں مسلتی تو کبھی شال کا کوئی کونا پکڑ کر اسے کریدتی" کیا بات ہے زرمینے جاناں تم ام کو ٹھیک نہیں لگ رہا، ام کو بتاو کیوں پریشان ہے بچے" محرما جان نے اسکے دونوں ہاتھ بہت پیار سے اپنے ہاتھ میں تھام لیے، زرمینے نے پلکیں اٹھا کر اوپر نگاہ محرما جان کے چہرے کی طرف کی تو وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں "ام اچھا نہیں ہے مورے۔۔ام کو کل شام مورے بابا جان اور لالا جان بہت یاد آرہے تھے ام تنہا رہنا چاہتا تھا گل جانا کمرے میں آیا تو ام نے اسے نکال دیا تھا، ام کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مورے لیکن قصور امارا بھی نہیں ہے ام کو خود پتا نہیں چلا ام نے تب غلط حرکت کیا بز گل پر غصہ کر کے۔۔ گل ام سے ناراض ہے مورے ام ساری رات نہیں سو سکا۔۔۔" محرما جان اسکی بات سن کر مسکرا دیں تھیں "اس کا آسان حل یہی ہے بچے کہ تم گل سے معافی مانگ لو" بولا تھا ام نے رات کو بہت بار اور پھر صبح سے نا جانے کتنی بار مگر وہ چپ ہے جیسے کچھ سنتا ہی نہیں، "تھوڑی دور کرسی پہ بیٹھی ناخن تراش کرتی بز گل نے ایک نظر زرمینے کو دیکھا اور پھر لبوں پہ اُمڈتی مسکان کو سختی سے روکا تھا "ام تنہا ہے مورے بہت تنہا۔۔ایسا امارے ساتھ کیوں ہوا ہے جاناں۔۔۔جب کوئی بھی امارا نہیں ہے تو اللہ نے ام کو کیوں زندہ رکھا۔۔ام کو بھی اپنے پاس بلا لے ام کو

نہیں جینا ام بھی موت چاہتا ہے مورے "اس سے پہلے کے محرما جان کچھ کہتیں بزگل پھرتی سے اٹھی تھی اور زرمنے گل کو شانوں سے تھام کر بیٹھایا اور اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا "ام تم سے ناراض نہیں ہے زرمینے جاناں ام کبھی ناراض نہیں ہو گا تم سے خدا کے لیے اب موت کا بات مت کرنا ام تم کو کھونا نہیں چاہتا جاناں بزگل تم سے بہت محبت کرتا بہت زیادہ محبت "بزگل اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کے رودی تھی زرمینے کا موت کی بات کرنے پر اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا تھا، محرما جان دونوں کے پیار کو دیکھ کر مسکرادیں تھیں، زرمینے نے بزگل کے آنسو صاف کیے اور اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا "معاف کردو اب نہیں کہے گا تمھارا قسم بس تم ام سے ناراض مت ہوا کرو، ام کو بھی تم سے بہت سے بھی بہت زیادہ محبت ہے بزگل جاناں" بزگل مسکرا کر دوبارہ اسکے گلے لگ گئی تھی جس پر زرمنے گل نے سکون سے آنکھیں موندلیں تھیں اور پُر سکون سانس خارج کیا، آخر کو اک مسئلہ تو حل ہوا۔۔۔۔۔۔

پلین D مرتب ہو چکا تھا سب معمول کے مطابق عام انداز میں اسی پلین کے تحت رواں تھا، ثمن نے مشن کا سب سے اہم مرحلے پر کام شروع کیا ہوا تھا جواب مکمل ہو چکا تھا اور وہ رپورٹ تیار کر کے میل کر چکی تھی جواب سے 2 گھنٹے قبل مشن کی پوری

ٹیم اور ہیڈ آفس کی مشترکہ میل پر موصول ہو چکی تھی رات کے 2 بج چکے تھے لیکن میجر احکم مراد پچھلے دو گھنٹوں سے ایک ہی حالت میں لیپ ٹاپ کی سکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا پاس بیٹھا سیال سخت بیزار ہو رہا تھا کیونکہ میجر احکم مراد کوئی ساتویں دفعہ رپورٹ کو پڑھ رہا تھا جبکہ اسے اب حفظ ہو چکی تھی۔ کیپٹن سیال کو عجیب سی چڑ ہو رہی تھی، اس سے رہا نہ گیا اور پھر وہ بول ہی پڑا "سر میں سوچ رہا تھا کہ "تم باہر جا سکتے ہو کیپٹن سیال حیدر اور وہاں سکون سے کھلے آسمان تلے سوچ سکتے ہو ہری اپ کو یکلی گو ناو "اور بے چارے کی بات وہیں رہ گئی وہ ناک منہ چڑھاتا باہر نکل گیا تھا، میجر احکم مراد نے مشترکہ میل اکاونٹ سائن آوٹ کیا اور اپنا پرسنل سائن اِن کیے اس پہ میل کمپوز کرنے لگ گیا تھا۔۔۔۔۔۔ ثمن کا ہنس ہنس برا حال ہو رہا تھا، سیال سے واٹس ایپ پہ بات کرتی وہ مسلسل ہنس رہی تھی کیونکہ سیال نے اسے اپنے کمرے سے نکالے جانے والی کہانی سے آگاہ کیا تھا تب ہی اسے ای_ میل کا نوٹیفکیشن موصول ہوا تھا اور اب ثمن بھی ایک نہیں دو نہیں بلکہ چوتھی دفعہ اس میل کو پڑھ رہی تھی اس کی حیرت دید کے قابل تھی دل کی دھڑکن تھی کہ قابو نہیں ہو رہی اور حلق تک خشک ہو گیا تھا ساکت بیٹھے وہ چوتھی دفعہ میل پڑھ رہی تھی جو اسے میجر احکم مراد کے پرسنل اکاونٹ سے بھیجی گئی تھی۔۔۔۔(ویل ڈن کیپٹن یو ڈیڈ ویری گُڈ جاب سیم (کیپٹن ثمن حیدر سے

سیم حیران کن بات، بھئ ثمن کا حیران ہونا تو بنتا تھا) میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں ہمارا مشن بہت شاندار کامیاب ہو گا، آپ نے میرا فخر بڑھا دیا ہے آپ میرا غرور ہو سیم، میرا غرور رائیگاں نہیں گیا آپ نے تمام تر امیدیں سچ کر دکھائی ہیں میں بہت خوش ہوں سیم مجھے اپنے فیصلے پر فخر ہو رہا جو میں نے آپکو مشن میں شامل کیا، ہمیشہ ایسے ہی کامیاب ہوتی رہیں، خداوند کریم آپکو اپنے حفظ و امان میں رکھیں آمین، ہمیشہ مسکراتی رہیں خوش رہیں۔۔۔۔۔۔۔۔!!

The one and olny...Your Mr.Kharooss , Major Ahkam Muraad(!!..

ثمن نے مسکراتے ہوئے ریپلائے کا آپشن پر کلک کیا اور جواب تحریر کر دیا

)Thank you so much sir for appreciating and supporting(

میجر لیپ ٹاپ بند کر رہا تھا جب ثمن کی میل موصول ہوئی، میجر نے جلدی سے موبائل پہ ای_ میل آن کی اور لیپ ٹاپ بند کر کے بیڈ پر کراون سے کمر ٹکا دی "آجاو سیال بہت رات ہو گئی ہے سو جاو پیارے" سیال تو شاید دروازے کے ساتھ چپک کر اسی حکم کا انتظار کر رہا تھا جھٹ سے اندر آیا دروازے کو لاک کیا اور میجر کے ساتھ بیڈ پر

چپ چاپ دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گیا تھا۔۔۔میجر نے جلدی سے ریپلائے لکھا اور سینڈ کر دیا تھا(No need Dear , you deserve this)

ثمن کو ایک بار پھر سے جھٹکا لگا تھا مطلب میجر احکم مراد اور اتنی تعریف کرے یہ بات ہضم کرنا مشکل تھی، ابھی وہ پہلے میسج کو ہی غور سے پڑھ رہی تھی کہ ایک اور ٹپک پڑا۔۔

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں ثمن۔۔؟؟" ثمن نے شانے اچکائے اسے یقین ہو گیا تھا واقعی میجر احکم مراد ہی یہ میسج کر رہا ہے، وہ نارمل ہو چکی تھی۔۔۔

"یس سر افکورس۔۔" میجر کے لب دلکشی سے مسکرائے تھے ثمن کے فقط Yes پر ۔۔۔

"کچھ مسئلہ تو نہیں ہو گا مطلب کسی کے جاگنے کا خدشہ تو نہیں" ثمن نے ایک نظر پاس سوئی بزگل پر ڈالی اور مسکرا دی، کیسے ٹینشن تھی بھلا پکڑے جانے کی، خیر اس بے فکر کی بھی پیچھے اک کہانی ہے وہ یہ کہ ثمن ہر روز رات کے کھانے میں تھوڑی مقدار sleeping pills کی ڈال دیتی تھی جس سے گارڈ اور آغا جان سمیت سب صبح فجر

تک 8 گھنٹے سکون سے سوتے تھے اسی دوران زرمینے گل (کیپٹن ثمن حیدر) اپنا کام کرتی تھی۔۔

"نو سر، کوئی پرابلم نہیں آپ بات کریں"

"سچ میں آپ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہیں نا سیم"

"چلو جی۔۔۔ سر آپ نے کہا آپکو بات کرنی اور اب میں یہ کہہ نہیں سکتی کہ مجھے نہیں کرنی کیونکہ یہ اخلاق کے لحاظ سے اچھی بات نہیں، میرے چاہنے یا نہ چاہنے کا ذکر تو اس میں نہیں شامل"

"آہ بہتر، چلیے اگر میری بات بری لگی ہو تو بندہ ناچیز معزرت کرتا ہے قبول کر لیں"

"ارے ے ے ے سر سوری کی ضرورت نہیں، ہاں سیال کو روم میں بلانے کا شکریہ اسے بہت نیند آئی تھی آپ نے باہر سزا دے دی بیچارے کو"

ہاہاہاہا۔۔ وہ سو بھی چکا ہے ویسے، اور سہی کہا اسے نیند آئی ہوئی تھی تب ہی تو باہر بھیجا تھا میں نے تھوڑا فریش ہو جائے۔۔"

"اوہ سہی سہی"

"اتنا بھی ظالم نہیں ہوں میں لڑکی"

"ہاہاہا پتا ہے مجھے"

"سچ میں سیم۔۔؟؟ یہ میرے بارے خیالات کب تبدیل ہوئے"

"_اک فیصد بھی نہیں تبدیل ہوئے سر۔آپ کو کیسے لگا۔۔؟؟"

"آہاں واہ واہ الٹا سوال داغ دیا۔۔ویری سمارٹ خیر ابھی خود ہی تو آپ نے توضیح کی میں ظالم نہیں ہوں۔۔۔"

"بندہ اخلاق کے طور پر انسانیت کے تحت دل رکھنے کو بھی تو کہہ ہی سکتا ہے اب ضروری تو نہیں ہر دفعہ سچ ہی کہا جائے"

"ویسے کیپٹن ثمن حیدر آپ کی اتنی صاف گوئی سچ میں ایک شریف انسان کو بری لگ سکتی ہے"

"میجر احکم مراد! پہلی بات تو یہ کہ جس کو کہا وہ ہرگز شریف نہیں ہو نہہ،اور رہی دوسری بات برا لگنے کی تو پہلے کبھی میری بات اسے اچھی نہیں لگی تو مجھے بلکل بھی توقع نہیں کہ اب بھی اچھی لگتی سو میں نے ہمیشہ کی طرح صاف بول دیا۔۔۔ سمپل"

میجر کا قہقہہ روکنا محال ہو گیا تھا وہ مسلسل مسکرا رہا تھا، ثمن کی بات پر وہ پورے دل سے آواز کے ساتھ مسکرا دیا جس پر سیال نے کروٹ بدل کر کن اکھیوں سے دیکھا تھا۔"آپ ٹھیک ہیں سر" سیال کے اس وقت عجیب و غریب سوال پر میجر نے ابرو اٹھا کر ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا"میں تو ٹھیک ہو پیارے تم نے شاید خواب دیکھ لیا ہے"

شاید سر۔۔ بھلا میجر احکم مراد کب مسکراتا ہے میجر صاحب ہنس لیں یہ ہو ہی نہی سکتا سچی میرا خواب ہی ہونا ہے "سیال کی بات پر میجر کا پھر سے جاندار قہقہہ گونجا تھا" ایسی بات بھی نہیں یارر رمجھے مسکرانا منع تھوڑی ہے وہ الگ بات ہے کے احمقوں کی طرح ہر وقت ہر بات پر نہیں مسکراتا میں "سیال کو اپنا احمق کہا جانا برا لگا تھا سو وہ دوبارہ کروٹ لے کر لیٹ گیا تھا۔۔

"آپ ایکٹو ہیں ثمن" میجر نے ایک بار پھر میسج کر دیا تھا۔۔۔

"...Yes Sir !I'm here"

"وہ سیال ابھی سویا نہیں تھا بس اس سے بات کرنے لگ گیا تھا"

"یس سر، مجھے پتا وہ نہیں سویا مجھ سے ہی بات کر رہا ہے انفیکٹ میں نے اسے بتایا تھا میں آپ سے بھی بات کر رہی ہوں"

میجر نے میسج پڑھا اور جھٹ سے لیٹے میسج ٹائپ کرتے سیال کو دیکھا جو میجر کی طرف سے کروٹ لے کر لیٹا تھا۔۔

"سو جایئے کیپٹن ثمن، بہت رات ہو گئی ہے، مجھے بہت نیند آ رہی میں سونے لگا ہوں، خدا حافظ !"

میجر کا میسج پڑھ کر ثمن کو تو جیسے آگ لگ گئی تھی وہ غصے سے موبائل کو گھور رہی تھی جیسے سامنے میجر ہی ہو۔۔۔(ہونہہ میری نیند حرام کر کے خود سونے لگا، کھڑوس، شوخا) ثمن کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ یہ سب لکھ بھی بھیجتی لیکن ہائے یہ ادب ۔۔۔😂😂😂

"جی سر بہتر، شب بخیر، اللہ حافظ"

"تمھیں پتا تھا سیال میں ثمن سے بات کر رہا تھا" میجر احکم نے اچانک سے سوال کیا جس پر سیال جو ابھی موبائل آف کیے سونے ہی لگا تھا مڑ کے میجر کو دیکھنے لگا۔۔۔"یس سر میں جانتا تھا، ہم ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپاتے سر، ہم بہن بھائی سے زیادہ بہت اچھے دوست ہیں" سیال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر سونے کے لیے آنکھیں موند لیں۔۔۔۔۔"سوری سیال" میجر احکم پتا نہیں بہت عجیب محسوس کر رہا تھا شاید شرمندگی۔۔۔"ہم ٹیم میمبر ہیں سر آپ بات کر سکتے ہیں سیم سے نو پرابلم" سیال نے ویسے ہی مسکرا کر آنکھیں بند کیے جواب دیا تھا، میجر بہت بے چین ہو گیا تھا سو اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔۔۔۔۔۔!!

آب وہوا میں سستی تھی یا پھر شاید پشاور کے باسیوں کی طبیعت اور نیت میں سستی تھی دو تین روز سے وقت بہت مدھم رفتار سے اور بیزاریت سے لبریز گزر رہا تھا۔۔۔

اس وقت بھی ہاشم سخت بیزار ہو کر کرسی پہ بیٹھا ٹانگیں سامنے رکھی کرسی پہ پھیلائے موبائل پہ subway surface گیم کھیل رہا تھا۔۔۔اچانک ہی حویلی کا بڑا دروازہ کھلا اور گاڑی زناٹے سے پورچ میں آ کے رکی، ہاشم جہان نے ٹیڑھی آنکھ کر کے پراڈو سے اترتے دونوں باشندوں کو دیکھا اور پھر ناک منہ چڑھا کے گیم کھیلنے میں مصروف ہو گیا، جیسے ہی وہ دونوں اس کے پاس سے گزر کے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے وہ پھرتی سے اٹھا اور دروازے کے آگے دائیں بائیں بازو پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔۔۔"کتنی بار تمھیں کہا ہے کہ جب لالا سے ملنا ہو تو مجھ سے اجازت مانگ کے اندر جایا کرو، میں یہاں آلو چنے یا گول گپے کی ریڑھی نہیں لگا کر بیٹھا لالا کا محافظ ہوں میں لیکن مجال ہے یہ اتنی سی بات تمھاری ان کھونپڑیوں میں بیٹھتی ہو"اُن دونوں نے چپ چاپ ہاشم کی تقریر سنی تھی پھر شمون خان نے دو قدم مزید بڑھائے اور بلکل اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔۔"بات یہ ہے چھوٹے جب تم امارے منہ لگتا ہے ناوہ دن امارا بہت برا گزرتا ہے اس لیے ام تم سے پرہیز کرتا، تم بھی کوشش کرنا امارا بات ذہن میں رکھنے کا"شمون خان نے ناکردہ گرد اس کے کاندھے سا جھاڑی اور مڑ کے آغا خان کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے"تم تو منحوس ہو ہی اپنی منحوسیت بھی ساتھ لے کر آ جاتے ہو ہمارا دن تم سے ؑ بھی ٹرپل کیا کوارٹر ٹائم برا گزرتا ہے"ہاشم جہان بھلا

ادھار کب رکھتا منہ پہ دے ماری انکی بات "کس سے الجھ رہے ہو ہاشم۔۔۔" شاید دونوں کچھ ردِ عمل دکھاتے ہاشم کی بات پر مگر بھلا ہو جلال خان کا جو اندر کمرے سے چلا کر بولا تھا "ارے ے ے ے داور خان تم آِئے ہو" جلال خان کمرے سے نکلتا ہی اسکے بغل گیر ہو گیا تھا، شمون خان سے مصافحہ کر کے وہ انہیں کمرے میں لے جانے کو بڑھا ہی تھا کہ پھر رک گیا "کیا ہاشم تم لوگوں سے یہ اول فول بَک رہا تھا۔۔؟؟" ہاشم نے کھسیا کر کان مسلنا شروع کر دیا تھا "ام تم کو بتا رہا ہے جلال خانا یہ تمھارا لڑکا امارے ہاتھوں مرے گا اگر اب اس نے کوئی بد تمیزی کیا، ام کو تمھارا لحاظ نہ ہوتا تو اسکا یہ سو گز لمبا زبان کب کا بند ہو چکا ہوتا" داور خان نے شدید غصے میں ایک ایک لفظ چبا کر بولا جس پر ہاشم نے انتہائی معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپائیں اور شکل پہ ایسی مسکینیت طاری کی جیسے دنیا میں اس سے زیادہ قابل رحم اور شریف تو کوئی ہے ہی نہیں، اسکی صورت کو دیکھ کر بہت مشکل سے جلال خان نے مسکراہٹ ضبط کی تھی۔۔ "ہاشم جہان تمھاری یہ سزا ہے کہ سامنے پڑے پتھروں کے ڈھیر سے پچاس پتھر چُن کے لاو "اور اس سزا پر ہاشم کے ساتھ پاس سے گزرتے ایک ملازم نے بھی امڈتے قہقہے کا گلا دبایا تھا، جلال خان بھی کمرے میں داخل ہو گیا جہاں شمون خان اور داور خان کرسیوں پر براجمان ہو چکے تھے "بہت لمبی عمر ہے تمھاری داور خان میں ابھی ہاشم کے پاس یہی

کہنے کو نکلا تھا کہ تمھیں فون کرے لیکن ماہ بدولت تو ہمارے فقط یاد کرنے پر ہی تشریف لے آئے" جلال خان نے مسکراتے بات کی جس پر داور خان بھی مسکرادیا" دیکھ لو جلال خان ام کا پیار اور خلوص، چلو تم ام کو یہ بتاو یاد کیوں کیا تھا" ہاشم پتھر اٹھالایا تھا اور ایک پلاسٹک کے تھیلے میں ڈال کر نیچے زمین پر میز کے قریب رکھ دیے اور ہاتھ باندھ کر سر جھکائے جلال خان سے قدرے دور مودب طریقے سے کھڑا ہو گیا تھا" بات بہت اہم ہے داور خان جہاں تک میرا خیال ہے کہ تمھیں خوشی ہو گی یہ سن کر لیکن شاید نہ بھی ہو" داور خان اور شمون خان دونوں نا سمجھی سے جلال خان کی طرف دیکھ رہے تھے" کھل کے بات کرو جلا خانا اگر حقیقتاً خوشی کا بات ہے" مجھے بہت زیادہ مال چاہیے داور خان جتنا تم مجھے دیتے یو اس سے چھے گنا زیادہ ایک ہی بار" بات سچ میں بہت اہم بھی تھی اور داور خان کے لیے خوشی کی" لیکن مسئلہ یہ ہو گیا میرے پاس ابھی رقم کم تھی میں ہاشم کو شہر بنک ہی بھیجنے لگا تھا کے رقم لے آئے بہت زیادہ رقم ہونی ہے تو اس لیے کسی اور کو نہیں بھیج رہا تھا" داور خان حیرت سے اسے تک رہا تھا پھر جلدی سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیا جسے بڑھے پیار سے مسکراہٹ کے ساتھ جلال خان نے تھام لیا تھا" یہ بہت بڑا اور خوشی کا بات ہے جلال خان تم بہت اچھا انسان ملا ام کو ہمیشہ فخر رہے گا تم پہ، اور تم رقم نکلوانا رہنے دو امارا کاونٹ میں بھیجو اور قم" داور

خان کی خوشی دیدنی تھی وہ خوشی سے پھول رہا تھا"ارے ے ے یہ تو بہت اچھا ہو گیا کہ تمھارا اکاونٹ بھی ہے چلو اب میں رقم ٹرانسفر کروادوں گا لیکن ایک بات داور خان پہلے رقم جمع ہو گی پھر مال اٹھاوں گا" جلال خان کی بات پر داور خان کا قہقہہ گونجا تھا" کیسی باتیں کرتا ہے تم یار اتم مال پہلے لے لو ام کو تم پر پورا بھروسہ ہے جاناں۔۔" جلال خان کے چہرے پر رنگ بکھر گئے تھے اس نے سر کا رخ موڑ کر ہاشم کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا ہاشم نے دائیں آنکھ کا کونا ہلکے سے دبایا تو جلال خان کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئ"اب تم بتاو تم کس کام سے آیا تھا داور خان" جلال خان نے موبائل اٹھایا چند کیز دبائیں اور پھر مسکرا کر واپس رکھ دیا"لوام تو بھول ہی گیا ام کیوں آیا تھا چلو تم بتاو شمون خانا"اس ساری گفتگو میں چپ سادھے شمون خان نے کرسی کی ٹیک چھوڑی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا" بات یہ ہے جلال خان تم آغا لالا کو بہت پسند آ گئے اور یہ تمھارے لیے بہت بڑی بات ہے کیونکہ آغا جاناں کو بہت کم ہی لوگ پسند آتے ہیں ،اور پھر آغا جان انہیں ثبوت دیتا ہے کہ کتنا چاہت رکھتا ہے وہ،امارے قریبی لوگوں میں اور اس کاروبار کے لوگوں میں تم پہلے فرد ہو جو پسند آئے ہو،ام تمھیں اپنے گھر کھانے پر دعوت دینے آیا تھا،آج منگل وار ہے اس جمعہ کو عشاء کی نماز اور کھانا اماری طرف"شمون خان نے بات مکمل کی آغا خان کی طرف دیکھا اور پھر کرسی کی پشت

کے ساتھ کمر لگا کے بیٹھ گیا تھا۔۔۔"ارے ے ے ے اس اہتمام کی کیا ضرورت ہے بھلا تمہاری چاہت اور محبت اتنی اپنایت اور بھروسہ میرے لیے کافی ہے داور خان" جلال خان واقعی اس مہربانی ہر دل سے مشکور ہو گیا تھا"ام کو انکار کر کے تم امارا دل توڑے گا جلال خانا،ام کو امید ہے تم ضرور آو گے،ہاں اسی دن پہلے مال لینا اور پھر کھانا اماری طرف کھا کے پلٹنا"شمون خان اور داور خان جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے جلال خان بھی اخلاق کے طور پر کھڑا ہو گیا تھا"ام انتظار کرے گا جلال خان" مصافحہ کرتے ایک بار پھر داور خان نے یاد دہانی کروادی"جلال خان نے بھی ویسی ہی شدید چاہت سے پیار سمیٹا"اتنا اسرار کر رہے ہیں اب تو آنا پڑے گا،اللہ نگہبان داور خان ہوتی ہے پھر ملاقات جمعہ کے روز"ہاں وہ بھی گودام پر ام تم کو اپنا گودام دکھائے گا،اللہ نگہبان"شمون خان اور داور خان کے نکلتے ہی ہاشم اور جلال خان گلے ملے تھے ان سے اتنی بڑی خوشی سمیٹنی مشکل ہو رہی تھی۔۔۔۔

"تم نے غور کیا کیپٹن اب ام بہت خوش رہتا ہے اب تو ام کو یاد بھی نہیں رویا کیسے جاتا" بزگل گلاب کی طرح کھلی ہوئی تھی اس کے گال گلابی ہو رہے تھے خوشی سے"ہاں میں نے سچ میں غور کیا لیکن کہا نہیں،بتاؤ لڑکی یہ تبدیلی کیسے ہوئی۔۔۔کہیں تمھاری شادی تو نہیں ہو رہی لڑکیاں تب ہی لال گلابی ہوتی اور چہکتی ہیں جب انکے ہاتھ پیلے ہونے

والے ہوں" سیال کی بات پر بزگل منہ کھولے اسے دیکھے گئی جبکہ سیال اسکی گھوری پہ مسکرا رہا تھا" سہی کہتا ہے زرمینے تم سچ میں فضول ہو اور اپنی طرح فضول ہی سوچتے ہو کیپٹن" بزگل غصے سے بولی تھی جس پر سیال دل کھول کے مسکرایا تھا" آئے ہائے لڑکی اس کا مطلب ہوا میرا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے۔۔۔سچ سچ بتاو ماجرہ کیا ہے شادی ہو رہی ہے تمھاری یا کسی پہ دل آگیا ہے" کیپٹن سیال حیدر آج اچھے خاصے خوشگوار موڈ میں تھا اور دوسری طرف اسکی فضول باتوں پہ بزگل کو تپ چڑھ رہی تھی" قسم ہے محرما جاناں کی ام تمھارا سر پھوڑ دے گا کیپٹن اب اگر تم نے کچھ بولا کتنا فضول دماغ کام کرتا ہے تمھارا ام زرمینے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے وہ بہت اچھا لڑکی ہے ام کو ہر قدم پہ سہارا دیتا ہے سمجھاتا ہے جیسے وہ امارا بڑا بہن ہو، ام کو اس سے بہت محبت ہو گیا ہے کیپٹن اور۔۔۔۔" واہ واہ! کیا کہنے آپکے بزگل صاحبہ، کمال کرتی ہو لڑکی کتنا جلدی بدل گئی ہو مطلب میں جو اتنے عرصے سے یہاں آتا تھا تمھیں میرا بار بار سمجھانا تمھاری عزت قدر کرنا سب رائیگاں گیا اور تمھیں ہوئی بھی محبت تو اس زرمینے گل سے شاباش لڑکی شاباش، اچھا ہوا تم نے وقت پر بتا دیا، میرا شمار کہیں بھی نہیں ہوتا اب بس وہ زرمینے ہی سب کچھ پوری کائنات ہے تمھاری، ٹھیک ہے لڑکی خوش رہو، اب نہیں آوں گا ترس بھی جاو تب بھی رحم کر کے نہیں" اور بزگل ساکت کھڑی روٹھے سے کیپٹن کو سن رہی تھی،

سیال نے سر پہ ٹوپی پہنی ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا بزگل کی طرف دیکھے بغیر پیچھے واپسی کو قدم بڑھا دیے اور بزگل بہتی آنکھوں سے اسے خود سے دور جاتا دیکھتی رہی تھی اس کے حلق میں آواز اٹک گئی تھی دل ایسے دھڑکنا بند ہوا کہ درد سے وہ اسے روک بھی نہیں پائی تھی اور وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا، بزگل میں پلک جھپکنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا سارا جسم برف کی طرح ٹھنڈا ہو گیا تھا اور وہ ایک دم سے فرش پہ گر گئی تھی۔۔۔

"اوہو زرمینے بس بھی کرو تم تو یوں لگا ہے گھر کا کونا کونا چمکانے جیسے مہمان نے پورا گھر میں بیٹھنا ہو تین دن سے تم روز مہمان خانے کو چمکا رہا یہی کافی ہے بچے بس کرو اتنا صفائی، بیمار ہو جائے گا اور مہمان کونسا ابھی آرہا ہے کل آئے گا کل پھر سے صاف کر لے گا ام مہمان خانہ خدارا بس کرو زرمینے جاناں اب تم ام سے مار کھائے گا"

دیواروں کو برش سے جھاڑتی زرمینے کو ذرا اثر نہیں ہوا تھا محرما جان کی اتنی لمبی تقریر کا، محرما جان نے اس کے ہاتھ سے برش پکڑ لیا تھا اور اسے پاس پڑی کرسی پر بیٹھا دیا "اپنا حالت دیکھو لوگوں کے گھروں میں کام کرنے والی عورت بھی ایسا حلیہ نہ رکھتا ہو گا، جب ام کہہ رہا بس کرو تم سنتا کیوں نہیں بچے" زرمینے بچوں کی طرح منہ پھلائے محرما جان کو دیکھ رہی تھی، محرما جان اس کی ادا پر مسکرا دیں اور اس کے ماتھے پر پیار سے

بوسہ دیا" آپ نے خود ہی کہا ہے جاناں پہلی بار آغا جان مہمان کو گھر لا رہے تو گھر اچھا ہونا چاہیے نا مہمان خوش ہو" جتنا تم نے اچھا کر دیا ہے نا اب تو مہمان سرا ہے بنا نہیں جائے گا زماڈیرہ خشتہ ٹالو نا خدی جاناں (میری بہت پیاری بہت خوبصورت جاناں) اب اٹھو منہ ہاتھ دھولو کپڑے تیار کر دیے ام نے تمھارے وہ پہن کے آرام کرو شاباش مورے کی بات مانو" محرما جان نے اسے کمرے کی طرف دھکیلا تاکہ تازہ دم ہو کر آرام کرے سارے دن سے صفائیوں میں لگی تھی تب ہی مرے مرے قدم اٹھاتی اُڑے حواس لیے بزگل کچن سے نکلی تھی محرما جان اور زرمینے دونوں نے اسے دیکھا تو اس کی طرف لپکیں "کیا ہوا ہے بزگل تم کو کیا ہوا ہے جاناں، تم ایسا کیوں ہے ام کو دیکھو جاناں، اللہ اللہ تم اتنا ٹھنڈا کیوں پڑ رہا ہے بزگل ام کو بتاو کچھ بولو گل جاناں تمھارا محرما جان مر جائے گا بولو گل جاناں" محرما جان اسکے کبھی گال تپھکاتیں کبھی ہاتھ چومتی کبھی گلے سے لگاتی بے خود ہو رہی تھیں لیکن وہ ویسے ہی ساکت تھی زرمینے بھی اس سے پوچھ رہی تھی لیکن وہ خاموش تھی بہت خاموش خشک پتھرائی آنکھیں محرما جان کا دل بند ہو رہا تھا، بزگل خود کو انکے حصار سے چھڑواتی کمرے کی طرف بڑھ گئی، زرمینے نے محرما جان کو حوصلہ دیا اور خود اسکے پیچھے لپکی تھی جو دروازہ بند کرنے لگی تھی زرمینے زبردستی کمرے میں داخل۔ ہو گئی تھی اور دروازے کی چٹخنی چڑھا دی

تھی، بزگل بیڈ پہ بیٹھی سامنے دیوار کو دیکھے گئی ناوہ رو رہی تھی ناہنس رہی تھی زرمینے کو کچھ سمجھ نہیں آیا وہ کیا کرے، آہستگی سے اس کے ہاتھ تھامے اسکے پاس نیچے فرش پر بیٹھ گئی "تم کہتا ہے نا بزگل تم کو ام سے بہت زیادہ سے بھی زیادہ محبت ہے تو ام کو آج بتا دو کتنا محبت ہے تم کو، محبت میں اعتبار اور اعتماد سرِ فہرست ہوتا ہے جاناں اب اپنی محبت کا ثبوت دو اور بتاو کیا ہوا ہے" بزگل نے سختی سے تھوک نگلا جو اسے زہر سے کم نہیں لگا تھا پھر زرمینے کی طرف دیکھا اور دیکھے ہی گئی کہ اچانک اس کی آنکھیں برس پڑیں اور وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی زرمینے جلدی سے اسکے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی اسے چپ کروایا لیکن رونے کی شدت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا "گل نہ رو ایسے جاناں امارا جان نکل رہا، تمھارا قسم محرما جان سے کچھ نہیں کہے گا ام خدارا منہ سے کچھ بول دو ورنہ تمھارا دل پھٹ جائے گا" ام کو بھی لگتا ہے زرمینے پھٹ جائے گا بہت درد ہو رہا ہے ام کو زرمینے ام مر جائے گا ام سے برداشت نہیں ہو رہا بہت درد ہو رہا دل میں زرمینے جاناں" بزگل زرمینے کے کاندھے پہ سر رکھے بلک کر رو دی تھی "ہوا کیا ہے بزگل تم تو کھڑکی میں کھڑا مسکرا رہا تھا ام نے دیکھا تھا پھر اچانک کیا ہوا جو تمھارا یہ حالت ہو گیا، ارے کہیں وہ کیپٹن تو نہیں آیا تھا اس نے کچھ کہا ہے تم سے گل ام کو بتاو" زرمینے اسکے بال سہلاتے اسے چپ کروانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی" وہ چلا گیا زرمینے ہمیشہ

کے لیے چلا گیا وہ کہتا اب کبھی نہیں آئے گا ام ترس جائے تب بھی رحم کر کے نہیں آئے گا، زرمینے ام مر جائے گا اس کے بغیر، ام مر رہا ہے اسکے جانے پر، ام نے کہا ام کو زرمینے سے بہت محبت ہے اسے لگا اس کا کوئی اہمیت نہیں امارے دل میں وہ ناراض ہو کر چلا گیا زرمینے اسے کیوں نہیں پتا چلا اس کا کتنا اہمیت ہے امارے دل میں وہ کتنا اہم ہے ام کو وہ تو ہر بات سمجھ جاتا تھا اماری بن کہے جان جاتا سب وہ یہ کیوں نہیں جان پایا ام اس کو کیسے بتائے، زرمینے وہ اب نہیں آئے گا ام سے روکا بھی نہیں گیا تھا اس نے بات ہی ایسا کر دیا تھا امارا دل دھڑکنا بند ہو گیا تھا ام سے کچھ بولا نہیں گیا، زرمینے جاناں ام کو کیپٹن چاہیے ام کو لا دو کہیں سے کیپٹن سیال حیدر ام مر جائے گا زرمینے جاناں ام مر رہا ہے" بزگل کی آنکھیں رو رو کر لال ہو گئیں تھیں لیکن برس پہلے سے بھی زیادہ رہی تھیں زرمینے نے گہرا سانس لیا اور اس خود کے ساتھ بھینچ لیا اسے بزگل کی حالت پر ترس آ رہا تھا اسکا خود کا دل بھر آیا تھا آنکھیں اتنی بے خودی پر نم ہو گئی تھیں "ام تم سے وعدہ کرتا ہے بزگل تم کو کیپٹن لا دے گا وہ بس تمھارا ہے بزگل امارا یقین کرو بس اب چپ کر جاو پتا ہے جس کے لیے ام روئے اگر وہ زندہ ہو تو وہ کسی مشکل میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر کسی مردہ کو روئیں تو اسے تکلیف ہوتی ہے اب تم بتاو تم چاہتا ہے سیال کو کوئی مشکل گھیر لے اور نقصان پہنچائے یقیناً نہیں چاہتا تو بس زما جاناں (میری جان)

چپ ہو جاو شاباش" زرمینے کے دلاسے پر وہ چپ ہو تو گئی تھی لیکن آنکھیں موندے ویسے ہی اسکے گلے لگ کر گہرے سانس لے کر خود کو سمبھالنے کے جتن کر رہی تھی۔۔۔۔۔

رات کا تیسرہ پہر تھا ہر طرف سناٹے کا راج تھا جب اس سناٹے میں خلل پیدا ہوا اور وہ آواز کیپٹن سیال حیدر کے موبائل فون کے چیخنے کی تھی ساتھ سوئے میجر احکم مراد کی بھی آنکھ کھل گئی تھی سیال نے آنکھیں مسلتے سکرین پر جگمگاتے نام کو پڑھنے کی کوشش کی تین چار بار پلکیں جھپکنے پر جا کے وہ نام پڑھ پایا" یااللہ خیر ثمن کی کال ہے سر" سیال نے خود کی طرف دیکھتے میجر احکم کو بتایا اور کال اچک لی "السلام علیکم سیال ثمن بول رہی ہوں کہیں تم سو تو نہیں تھے گئے " ثمن کی محتاط سی سرگوشی فون میں سنائی دی تھی سیال نے میجر احکم کے کہنے پر سپیکر آن کر لیا تھا" وعلیکم السلام! ظاہری سی بات ہے شریف لوگ اس وقت سو ہی رہے ہوتے ہیں تم یہ سب چھوڑو بتاو سب خیریت تو ہے نا اتنی اچانک کسی پلان اور اطلاع کے بغیر فون کیا" سیال اب باقائدہ اٹھ کے بیٹھ چکا تھا اور پوری طرح ثمن کی طرف متوجہ تھا" ہاں بلکل خیریت ہے تم بس سر کو بتا دینا آج جس ٹاسک پہ تم بزگل سے ملنے آئے تھے تو اس کی رپورٹ پازیٹو ہے، وہی جو ہم چاہ رہے تھے" میجر احکم مسکرا دیا تھا لیکن سیال سے مسکرایا نہیں گیا تھا یہ بات وہ ہی

جانتا کتنی مشکل سے وہ بزگل سے وہ سب بول کے آیا تھااور جانتا تھا بزگل کی حالت اس پر کیا ہونی تھی، لیکن مجبور تھا یہ سب کرنے پر "یہ اچھی خبر ہے سیم مبارک ہو"اور سیال نے کیسے یہ الفاظ بولے تھے ثمن بھی ناجان پائی اس پر کیا بیت رہی "اب پر سنل بات سنو جو مشن سے ہٹ کے ہے سیال صرف تمھاری اور بزگل کی" بات کی سنگینی کا اندازہ وہ ثمن کی آواز سے لگا چکا تھا، سیال نے سپیکر آف کیا اور بیڈ کراون سے ٹیک لگالی "سیال وہ بہت آگے بڑھ چکی ہے اس میں بزگل اکیلی کا قصور نہیں تم برابر کے شریک ہو سیال تم نے اسکے جزبات کی پزیرائی کی جیسے بھی کی صرف ایک ہمدرد ہونے کے ناطے اور انسانیت کے ناطے جیسے بھی لیکن تمھارے خوشگوار ساتھ سے وہ اپنے حواس اور جزبات پر قابو نہیں رکھ پائی کیونکہ تم خود جانتے ہو وہ بہت معصوم ہے تم نے جو اسے لفظ بولے وہ اسکے دماغ سے نہیں مٹ رہے، کیسے میں نے اسے سمبھالا میں جانتی ہوں اگر میں پہلے سے ناجانتی ہوتی کہ ایسا ہونے والا تو شاید اب تم مجھ سے اس وقت اس کی موت کی خبر سن رہے ہوتے سیال" سیال نے قرب سے زور سے آنکھیں میچ لیں تھیں وہ ضبط کی انتہا پر تھا، میجر سر نے کن اکھیوں سے سیال کی غیر ہوتی حالت کو دیکھا تھا" سیال مجھے سمجھ نہیں آرہی کیا کہوں آج وہ ہے بھی کچی نیند سو رہی اسکے دل کا درد وقفے وقفے سے ہو رہا میں خود بوکھلا گئی ہوں کیسے سمبھالوں یہ سارا معاملہ سیال وہ

بار بار مجھ سے ایک ہی بات کہتی زرمینے کیپٹن چلا گیا وہ اب کبھی نہیں آئے گا ام جانتا ہے اسے وہ اپنی بات کا پکا ہے جو کہہ دے وہی کرتا کوئی اسے بتادے ام مر رہا ام مر جائے گا زرمینے اسے کوئی بتادے زرمینے بزگل کے دل میں اس کا کتنا اہمیت ہے۔۔۔ اور تو اور ایک ہی رٹ لگائی ہے زرمینے کیپٹن کو لادو کہیں سے بھی کیسے بھی کچھ کرو زرمینے ام کو کیپٹن سیال حیدر چاہیے ہے۔۔وہ بہت بے خود ہو گئی تھی رو رو آنکھیں لال انگارہ کرلی ہیں کھانا بھی نہیں کھایا اس نے سیال مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا میں نے اسے دلاسہ دیتے کہہ دیا لادوں گی تمھیں سیال وہ بس تمھارا ہی ہے "سیال کی آنکھوں سے آنسو گال پر لڑھک آئے تھے "بہت خیال رکھنا اسکا سیم بس یہی کہہ سکتا ہوں، میں اسے اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں سیم ایک دفعہ وہ میری وجہ سے موت کے منہ سے پہلے بھی مشکل سے نکلی تھی کیونکہ تب میں آزادانہ اپنی مرضی سے اسے نکال لایا تھا اب میں یہ بھی نہیں کر سکتا وہ گہرے صدمے میں ہو گی جانتا ہوں بس تم اسے اس سب سے نکالو "سیال کی نگاہ چھت پہ اٹکی تھی اور وہ نا جانے وہاں کیا تلاش کر رہا تھا" ہمممم ایسا ہی کروں گی تم بھی زیادہ فکر مند نا ہونا میں سمبھال لوں گی، سو جاو بہت وقت ہو گیا بزگل بھی کراہ رہی ہے کہیں جاگ ہی نا جائے پھر ایک نئی مصیبت گلے پڑے گی "ثمن بہت مدھم آواز میں بات کر رہی تھی کیونکہ بزگل نے کھانا نہیں کھایا تھا تو

جاگنے کا خدشہ تھا اور اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی بخار میں جل رہی تھی وہ بیچاری "ہاں تم بھی سو جاو بس ہر کام میں ہر قدم میں بہت احتیاط کرنا ذرا سی جھول بھی ہمارے لیے بہت خطرہ ہے سیم چلو ٹھیک ہے بہادر لڑکی اللہ حافظ "سیال کے فون رکھتے ہی میجر بھی اٹھ کے بیٹھ گئے تھے اور "کیا بات ہے سیال تم بہت پریشان لگ رہے ہو کوئی بات ہے تو بتاو مجھے بغیر کسی جھجھک کے ہم اچھے دوست بھی تو ہیں "سر احکم نے اسکے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کے مان سونپا تھا "میں اچھا مرد نہیں شاید ماں کو اکیلا چھوڑا ہوا ہے میں نے بہن کو بھی دشمنوں کے حوالے کر دیا چاہے اسکی مرضی سے ہی لیکن کر تو دیا نا اور اب ایک اور عزت میری وجہ سے مسکراتی کھنکھناتی رونقوں سے تکلیف کے شکنجے میں آ گئی میں ہر گز نہیں چاہتا تھا اسے اس سب میں گھسیٹوں وہ نا سمجھ ہے حد سے زیادہ معصوم لیکن میرے چاہنے نا چاہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ تو عزیت اور تکلیف سے گزر رہی ہے نا "تم کیا بول رہے ہو سیال مجھے سمجھ نہیں آ رہی تمھاری اک بھی بات "سیال کیا بول رہا تھا احکم سر کو ایک لفظ سمجھ نہیں تھا آ رہا وہ کیا بات کس کی بات کر رہا تھا "بزگل کی بات کر رہا ہوں سر جو مشن کے پلان کے مطابق کر آیا ہوں وہ اسکی موت کا باعث بھی بن سکتا ہے جو اب اس کی حالت ہو رہی "اس بات پہ موت کا کیا لینا دینا تم ایک اجنبی ہو جب مرضی اس سے رابطہ ختم کر سکتے "احکم سر کی بات پر

سیال نے ضبط سے آنکھیں میچ لیں تھیں اور طنزیہ مسکرایا"اجنبی نہیں ہوں سر یہ بات وہ خود بھی نہیں جانتی کہ وہ مجھ سے محبت کر بیٹھی ہے جنون کی حد تک محبت ہے اسے مجھ سے "سیال چپ چاپ اوندھے منہ لیٹ گیا تھا جبکہ میجر احکم گنگ بیٹھا رہ گیا

۔۔۔۔

کچن سے اٹھتی مہک نے سارے گھر کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا لزیز اور خوش رنگ مختلف انواع کے کھانے برتنوں میں رکھے خوشبو پھیلا رہے تھے جو کسی کی بھی بھوک بڑھا سکتے تھے یا مجبوراً کھانے پر اکسا سکتے تھے، محرما جان کے ساتھ لگی زرمینے کام کم کروا رہی تھی باتیں اور تنگ زیادہ کر رہی تھی، مہمان کافی وقت پہلے سے آچکے تھے اور مہمان خانے میں شمون خان اور آغا داور خان کے پاس براجمان تھے، محرما جان زرمینے کو بار بار سختی سے منع کر رہیں تھیں جو مہمان خانے میں جھانکنا چاہ رہی تھی،اب بھی وہ مہمان خانے کے دروازے کے پاس کھڑی تھی اور محرما جان اسے مسلسل روک رہیں تھیں ایسا کرنے سے،انکی نٹ کھٹ کی آواز صاف مہمان خانے میں سنائی دے رہی تھی شمون خان غصے سے اٹھا اور دروازہ کھول دیا،ابھی وہ کچھ بولتا کہ زرمینے جھٹ سے اندر داخل ہو گئی محرما جان کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں تھیں اس کی حرکت پر وہ جانتی تھیں داور خان کے ہاتھوں زرمینے کی خیر نہیں۔۔۔شمون خان اور داور خان خونخوار

نظروں سے اسے گھور رہے تھے جبکہ ہاشم جہان اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا اور جلال خان جوٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے کُہنی صوفے کے بازو پر ٹکائے بڑی شان سے بیٹھا تھا زرمینے کو دیکھتے ہی ساری شان جھاگ بن کے اُڑ گئی تھی جھٹ سے ٹیک چھوڑے گنگ اور ساکت بنا پلک جھپکے سفید پیروں کو چھوتی فراک پر گہری نیلی کام دار شال اوڑھے سفید گوری رنگت, گلابی لب و گال اور سبز آنکھوں والی حسین مورت کو دیکھ رہا تھا جو مسحور کن حسن وادا سمیٹے سر جھکائے کھڑی تھی "معاف کریے گا آغا جاناں، وہ ام نے کہنا تھا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے مہمان کو کھلا دیں بعد میں بدمزہ ہو جائے گا اور زیادہ دیر رکھنے سے شیطان اپنا حصہ نکالنا شروع کر دیتا ہے" پشتو طرز میں اردو بولتی وہ دل موہ رہی تھی، داور خان نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لیں تھیں اور قتل کر دینے والی نگاہ سے دیکھا تو وہ سر جھکائے پلٹنے ہی لگی تھی کہ پھر رک گئی، جلال خان اور ہاشم جہان کو دیکھتے "سلام" ہاتھ کے اشارے سے کہتی وہ باہر بھاگ آئی جہاں محرما جان بہت پریشان حالت لیے بزگل کے پاس کھڑیں تھیں، جیسے ہی زرمینے کو دیکھا تقریباً بھاگتے ہوئے اسکے پاس آئیں اور ایک زوردار تھپڑ اس کی گال پر رسید کیا جو مہمان خانے کے دروازے سے نکلتے شمون خان نے دیکھا تھا اور اندر بیٹھے ہاشم جہان نے بھی سنا اور دیکھا تھا ہاشم جہان کے دل میں درد اٹھا تھا اسے اپنے گال لال ہوتے

محسوس ہوئے تھے، زرمینے گال پہ ہاتھ رکھے پھٹی نگاہوں سے محرماجان کو دیکھے گئی جو اس پر برس رہی تھیں "منع کر رہا تھا ام تمھیں مت جاو تم رکا کیوں نہیں زرمینے اب بھگتنا نتائج اپنے کیے کے آغا لالا کے گھر کی عورت کو اجازت نہیں غیر مردوں کے سامنے جانا، شمون خان اور چوکیدار کے علاوہ کسی کی جرات نہیں ام کو دیکھے۔۔۔ تم نے کیا کر دیا زرمینے گل آغا جان تمھیں قتل کر دیں گے اس گستاخی پر یہ گناہ تمھیں ختم کر دے گا زرمینے تم نے کیا کر دیا بچے کیوں امارا بات نہیں مانا" محرماجان اسے شانوں سے تھامے جھنجھوڑ رہیں تھیں، "بس کریں محرماجاناں اس بدنسل لڑکی پر چیخنا ام کو بتائیں ام کھانا لے جائے اندر" شمون خان نے محرماجان کی دسترس سے زرمینے کو نکال کر ایک جھٹکے سے پرے دھکیلا تھا جو فرش پر اوندھے منہ گری تھی اسکے ماتھے پر چوٹ لگ گئی تھی اور نچلے ہونٹ کا کونا بھی پھٹ گیا تھا، بزگل اسے دیکھ کر تڑپ اٹھی تھی اور بھاگ کر اسے اٹھانا چاہا جو ماتھے پہ ہاتھ رکھے کراہ رہی تھی بزگل نے آو دیکھا نا تاو کچن میں داخل ہوتے شمون خان کو شال سے کھینچا اور جونہی وہ مڑا ایڑیاں اٹھا کر زوردار تھپڑ دے مارا اور اسے گریبان سے دبوچ لیا وہ بھوکی شیرنی کی طرح اس پر جھپٹی تھی محرماجان کے چھڑوانے پر بھی اس نے نہیں چھوڑا تھا" تمھارا ہمت کیسے ہوئی زرمینے کو تکلیف دینے کا تمھارا جرات کیسے ہوا اسے اپنے غلیظ ہاتھ لگانے کا دل کر

رہا تمھارا خون پی جائے ام جان نوچ لیں تمھاری شمون خان "شمون خان کا سانس بند ہو رہا تھا اس نازک اور بیمار لڑکی کی گرفت میں وہ بے حال ہو رہا تھا محرما جان بے سود ہوتی زرمینے کو دیکھتیں تو کبھی شمون خان پہ جھپٹی بزگل کو "تم، تم کتنا برا مرد ہے یہ امارے علاوہ کوئی نہیں جانتا شمون خانا تم کو کیا لگتا ام کچھ نہیں جانتا امارا بس چلتا تو بہت پہلے کا آغا جاناں کو بتا دیتا لیکن وہ اماری بات پہ یقین نہیں کرتے ام چپ تھا" باہر کے شور کی آواز اندر جا رہی تھی داور خان غصے سے معزرت کرتا اٹھا اور دروازہ کھولا باہر کا منظر دیکھتے اور بزگل کے لفظ سنتے قدم وہیں رک گئے تھے، جلال خان اور ہاشم جہان بھی پیچھے لپک آئے تھے اور زرمینے کو اس حال میں دیکھتے دونوں کی آنکھیں پتھرا گئیں تھیں جلال خان نے آرام سے غیر حالت ہوتے ہاشم جہان کے ہاتھ کو تھاما نڈھال زرد رنگت اور غصے سے لال ہوتے گال والی بزگل بھی حیران کر گئی تھی "تم گھر میں رکھنے کے قابل نہیں تھا شمون خان لیکن آغا جاناں نے تم پہ اعتبار کر لیا اندھا اعتماد اور تم نے کیا کیا ان کا عزت پر نگاہ رکھی شمون خان بتاو کیا سچ نہیں تم ام کو غلط نگاہ سے دیکھتا ہے ام سے بہانے بنا کر بات کرنے کی کوشش کرتا جہاں ام اکیلا نظر آیا وہاں پہنچ جاتا ہے کیا یہ سچ نہیں شمون خانا تم آغا جان کے ساتھ دھوکا کر رہا تھا تم کیا سمجھتا تھا ام کو کچھ نہیں معلوم، ام چپ تھا کیونکہ آغا جانا ام سے پیار نہیں کرتے وہ تم سے زیادہ لگاو رکھتے تو

تمھیں ایسا مان نہیں سکتے لیکن سچ تو یہ ہے شمون خان تم تو دشمن ہے امارا اور انکا بہت بڑا دشمن جو انکا اولاد پر فوقیت لے گیا اور اس اولاد پر ہی گندی نظر رکھتا" بزگل کا سانس پھول گیا تھا اس پر چیختے مگر وہ مزید گرفت سخت کیے اسے جھنجوڑ رہی تھی محرما جان منہ پہ ہاتھ رکھے بزگل کو سن رہی تھیں اور داور خان کے لیے اس کے یہ الفاظ سیسہ کانوں میں انڈیلنے کے مترادف تھے زرمینے کبھی مڑ کے خود کو دیکھتے جلال خان اور ہاشم جہان کو دیکھتی تو کبھی بزگل کو کیونکہ بزگل کی حالت بگڑ رہی تھی وہ پہلے ٹھیک نہیں تھی اور اب اس کا سانس سہی سے نہی چل رہا تھا" تم نے زرمینے گل کو ہاتھ لگا کر تکلیف دے کر اچھا نہیں کیا شمون خان محرما جان نے مارا کیونکہ وہ ایسا کر سکتا ہے وہ مورے (ماں) ہے اس کو حق ہے تم کو نہیں معافی مانگو زرمینے سے دھوکے باز گندے مردا بھی مانگو معافی اماری زرمینے جاناں سے" بزگل اسے گلے سے گھسیٹتی زرمینے کے پاس لے آئی تھی، شمون خان کے لب اور زبان تو جیسے سل چکے تھے اسکی نگاہ مسلسل جھکی تھی، اس نے نگاہیں اٹھائیں تو سامنے خود کو گھورتے داور خان کو پایا اس نے ایک نظر سسکتی زرمینے پہ ڈالی اور خود کو بزگل کی گرفت سے ایک جھٹکے سے چھڑوا تا لاونج سے باہر نکل گیا بلند آواز میں پہرہ دیتے ملازموں کو مہمانوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیتا گاڑی میں بیٹھا اور بھاگ نکلا، بزگل اپنا سانس درست کر رہی تھی کہ اسکی نظر اچانک سامنے کھڑے

ہاشم جہان پر اٹک گئی تھی، ہاشم جہان بھی اس بہادر لڑکی کو ہی دیکھ رہا تھا جیسے ہی نگاہ ملی ہاشم پھرتی سے مہمان خانے کے اندر چلا گیا، محرما جان داور خان کے حکم پہ دونوں لڑکیوں کو کمرے میں لے گئیں لیکن بزگل مڑ مڑ کے مہمان خانے کو دیکھتی تھی، ملازموں نے کھانا لگا دیا تھا بڑے ہی تناو سے لبریز اور خاموشی سے بھرے ماحول میں کھانا کھایا گیا ہاشم جہان سے کچھ بھی کھایا نہیں جا رہا تھا وہ عجیب سا بے خیال چمچ چاولوں کی پلیٹ میں گھمائی جا رہا تھا، یہ بات جلال خان اور داور خان دونوں نے محسوس کی کھانے کے بعد چائے پی گئی جو بے دلی سے زہر مار اندر انڈیلتے ہاشم جہان کا چہرہ لال کر رہی تھی "داور خان زیادہ سوچنا اور فکر مند مت ہونا کوئی بات نہیں گھروں میں ایسے مسائل چلتے رہتے ہیں، رقم تمھارے اکاؤنٹ میں جمع ہو چکی ہے تم ام کو مال پھر کسی فرصت میں دے دینا اڈہ بھی تب ہی دیکھ لیں گے تمھاری ابھی حالت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی، اللہ سب بہتر کرے اب ہم چلتے ہیں اٹھو ہاشم" جلال خان داور خان کے بغل گیر ہوا، ہاشم جہان نے مصافحہ کیا اور چلتے باہر کھڑی گاڑی کے پاس آ گئے "معاف کرنا جلال خانا ام اچھا مہمان نوازی نہیں کر سکا" ارے ے ے کیسی باتیں کرتے ہو بہت اچھی کی ہے تم نے ہماری مہمان نوازی بس وہ شمون خان کا لڑکی کو مارنا مجھے سخت ناپسند آیا ہے عورت پہ چِلانے اور ہاتھ اٹھانے والا مرد اللہ کے نزدیک بھی گنہگار اور مجرم

ہے،اب ہم چلتے ہیں بہت رات ہو گئی ہے" جلال خان مسکراتے گاڑی میں بیٹھا اور ہاشم جہان گاڑی کو زن سے بھگا کر لے گیا۔۔۔۔۔۔

بس کرو زرمینے جاناں اور کتنا روئے گا تم،ام کو تکلیف ہو رہا ہے تمھیں ایسا دیکھ کر چپ کر جاو آرام کر لو مرحم بھی اتر رہا ہے" بزگل کی گود میں سر رکھے وہ سسک رہی تھی، خاموشی سے بس آنسو بہا رہی تھی محرما جان سے بھی بات نہیں کی تھی اس نے "کدھر ہے یہ خانا خراب لڑکی" باہر سے آغا جان کی گرج دار آوز سنائی دی تھی جس پر زرمینے نے جھٹ سے بزگل کی گود سے سر اٹھایا اور اٹھ کے بیٹھ گئی،زرمینے کے ساتھ بزگل بھی خوف سے کانپ رہی تھی تب ہی کھٹاک سے دروازہ کھلا اور آغا جان داخل ہوئے پھرتی سے بزگل بیڈ پر سے چھلانگ لگاتے داور خان کے قدموں میں بیٹھ گئی تھی "خدا کے لیے آغا جاناں اماری بات سنو زرمینے گل کو کچھ مت کہنا اس کا کوئی قصور نہیں ہے،زرمینے کو ام نے بھیجا تھا آغا جاناں" بزگل بپھرے شیر کی طرح خونخوار نگاہیں کانپتی سر جھکائے سسکتی زرمینے پر ٹکائے داور خان کے پیروں کو پکڑ کر بیٹھی تھی "آغا جاناں شمون خان اچھا آدمی نہیں ہے ام نے رات کو خود سنا تھا وہ کسی کو فون پر کہہ رہا تھا جو آغا خان کے مہمان ہیں انہیں وہ سخت ناپسند کرتا ہے اور انہیں ختم کرنا چاہتا ہے ام یہ بات آپکو بتانا چاہتا تھا ام میں ہمت نہیں ہو رہا تھا آپ کو بولے ام نے زرمینے کو بھیجا

آپ سے بولے مہمانوں کا خیال رکھیں شمون خان کے ارادے نیک نہیں ہیں بس یہ بات تھی آغا جاناں معاف کر دو ام کو زرمینے بے قصور ہے اسے کچھ مت کہیے گا آغا جاناں" بزگل رو کر زرمینے کے لیے رحم طلب کر رہی تھی، زرمینے کو بزگل کی بہادری اور اپنے سر معاملہ لینے پر بہت پیار آرہا تھا بزگل کی قدر اور عزت اسکے دل میں مزید گہری اور شدید ہو گئی تھی" کھڑے ہو جاو بزگل اور تم زرمینے گل۔۔۔دوبارہ معاف نہیں کروں گا اب تو بزگل جتنا شدت سے کہہ رہا ام اس کی بات پر یقین کر رہا" داور خان انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کرتے نکل گیا تھا جبکہ وہ بیڈ پر سے چھلانگ لگاتے بزگل کے گلے لگ گئی تھی" بہت شکریہ جاناں ام تم سے بہت زیادہ سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے بزگل جاناں" دونوں گلے لگے مسکرا رہی تھیں اور ہیڈ آفس میں بیٹھی پوری ٹیم جو ہیڈ فون لگائے ثمن (زرمینے) کو سن رہے تھے سب نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا، میجر احکم اور کیپٹن سیال سمیت پوری ٹیم کے اٹکے سانس بحال ہوئے تھے" واہ! بزگل تو بڑی کام کی بندی نکلی بنا کہے ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر رہی، اوئے کیپٹن سیال تم نے کہیں اسے بتا تو نہیں دیا" میجر احکم مشکوک نظروں سے بہت سنجیدہ بیٹھے سیال کو دیکھ رہا تھا" اگر ایسا ہو تو آپ کو اجازت ہے سر ابھی کے ابھی مجھ غدار کو سولی پر لٹکا دیں" اور سیال کی بات پر میجر مسکرا دیا تھا۔۔۔۔

صبح سویرے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد داور خان اپنی پسندیدہ گلاک کو صاف کر رہا تھا، شمون خان رات میں ہی واپس آگیا تھا اور آغا جان سے معافی بھی مانگ لی تھی آغا جان کے پاس اس سے زیادہ بہتر آدمی کوئی بھی نہیں تھا اور ہر کام میں ماہر تا حیات ساتھ رہنے اور اور ساتھ دینے والا صرف شمون خان ہی تھا مختصر آغا داور خان شمون خان کے بنا ادھورا ہے، تو شمون خان کو بہت آسانی سے معافی مل گئی تھی۔۔ داور خان بہت مگھن گلاک کی صفائی کر رہا تھا کہ پاس پڑا موبائل بول اٹھا تھا، سکرین پر جگمگاتے نمبر کو دیکھ کر داور خان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی "سلام جلال خاناں، میں تمھیں ہی یاد کر رہا تھا" ارے ے واہ یہ تو اچھی بات ہے میں تمھیں یاد کر رہا تم نے مجھے یاد کیا" جلال خان بھی مسکرا رہا تھا اور بتیسی نکالتے ہاشم جہان کو گھور بھی رہا تھا" بتاو جلال خان اتنا سویرے فون ملایا سب خیریت تو ہے نا" داور خان نے تکیے کے نیچے گلاک کو رکھا اور تکیے سے ٹیک لگا کر ٹانگیں سیدھی کیے آرام دہ ہو کر بیٹھ گیا تھا" داور خان میں جو بات کرنے لگا ہوں تحمل سے سننا، مجھے پتا ہے یہ تمھیں ناگوار گزرے گی لیکن کیا کروں تم جانتے تو ہو میرے نرم دل کو" جلال خان بات کر رہا تھا اور ہاشم جہان مسلسل مسکرا رہا تھا جس پر جلال خان نے ہاتھ میں پکڑی پینسل اسے دے ماری جسے بڑی مہارت سے ہاشم جہان نے پکڑ لیا تھا" جو بات بھی ہے جلال خان کھل کے صاف کہو

ام کو پہیلیاں پسند نہیں.. "تو سنو داور خان ساری رات میں سو نہیں سکا وہ درد سے کراہتی لبوں سے رستے خون اور ماتھے پہ لگی چوٹ والی سسکتی بلکتی لڑکی میری آنکھوں کے پردے سے دور نہیں ہوئی، کتنی بے رخی سے شمون خان نے اسے مارا، مجھے معلوم ہے وہ تمھارے گھر کی عزت ہے تمھارے گھر کا معاملہ ہے مجھے بیچ میں نہیں بولنا چاہیے لیکن میں اپنے اس نرم دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تم سے بات کر رہا ہوں" جلال خان کی بات داور خان کو اشتعال دلا رہی تھی لیکن وہ ضبط کیے چپ سادھے اسے سن رہا تھا "میں اس لڑکی کو اپنی عزت بنانا چاہتا ہوں، وہ ہر لحاظ سے میرے شیانِ شان ہے اب تمھاری مرضی ہے داور خان یا تو اسے خوش دلی سے میرے ساتھ رخصت کر دو یا پھر تم جو قیمت مانگو گے میں منہ بولی رقم دینے کو تیار ہوں" ہاشم جہان بھی اب سنجیدگی سے جلال خان اور داور خان کی گفتگو سن رہا تھا "تم جانتا ہے جلال خان ام اپنا عورت کی کتنی عزت کرتا ہے ام کو اپنا خاندان کی عورت بہت عزیز ہے ،زرمینے گل امارا خاندان کا لڑکی نہیں ہے لے پالک ہے وہ امارے پاس لیکن پھر بھی ام اسے اپنی عزت و غیرت سمجھتا ہے "خدا کے لیے داور خان انکار مت کرو، جلال خان کو مشکل سے ہی لوگ پسند آتے ہیں وہ لڑکی مجھے بہت پسند آگئی ہے اور میرے لیے میری پسند میری ضد اور جنون ہوتا جیسے یہ کاروبار میرا جنون ہے تم کو مجھ پہ اعتبار اور

بھروسہ ہے ناداور خان میں بہت خوش رکھوں گا اسے یقین کرو میرا جو قیمت کہو گے وہی دوں گا بس مجھے وہ لڑکی چاہیے مجھے زرمینے گل چاہیے اور اگر وہ لڑکی انکار کرے تو میں تم سے اس کا ایک دن مانگتا ہوں وہ خود ہی ہاں کرے گی مجھے یقین ہے اسے جلال خان پسند آئے گا، میں مال بھی تب اٹھاوں گا جب تم مجھے خوشخبری دو گے اب فون رکھتا یوں ایک دن کا وقت ہے تمھارے پاس سوچ لو اور جواب دے دو ورنہ تم ابھی جلال خان کی بری خصلتوں سے ناواقف ہو داور خان، خدا حافظ "فون رکھتے ہی ہاشم جہان نے تالی بجائی اور ویری گُڈ بولا جلال خان مسکرا کر فون پر کچھ کھٹا کھٹ ٹائپ کرنے لگ گیا تھا جبکہ دوسری طرف داور خان خاموشی سے ہاتھ میں پکڑے موبائل فون کو تک رہا تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے خوشی سے رخصت کرے یا رقم وصول کرے جلال خان کی ساری گفتگو اسکے دماغ میں گھوم رہی تھی، کچھ دیر بعد وہ فیصلہ کر چکا تھا گہرا سانس لیتے گلاک کو واسکٹ کی جیب میں ڈالتے وہ کمرے سے نکل گیا تھا اس کا رخ محرما جان کے کمرے کی جانب تھا۔۔۔۔۔۔۔

شمون خان الماری میں سر دیے خدا جانے کیا تلاش کر رہا تھا جب اسے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی اس نے دیوار پر لگی گھڑی پر وقت دیکھا تو وہ رات کے گیارہ بجا رہی تھی شمون خان نے جھٹ سے الماری کے پٹ بند کیے اور دروازے سے محتاط انداز

میں جھانکا تو اسے بزگل کچن میں داخل ہوتی نظر آئی شمون خان نے کچھ سوچتے ہوئے اس کے پیچھے قدم بڑھا دیے بنا آواز پیدا کیے وہ کچن کے دروازے پر آ کے رکا بزگل اسکی طرف پشت کیے کھڑی پانی پی رہی تھی شمون خان جھٹ سے اسکے پاس پہنچا اور منہ پہ ہاتھ رکھ دیا اور ایک ہاتھ سے گلاس اس سے پکڑ کر شیلف پہ رکھ دیا "خبردار جو شور کیا یا ہنگامہ مچایا، ام کو تم سے بات کرنا ہے چپ چاپ آرام سے سن لو" بزگل سر ہلا رہی تھی اور اپنا ہاتھ اس سے چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی مگر شمون خان نے اسکی کمر خود کے ساتھ لگالی تھی اور بازو کے حصار میں جکڑ لیا، وہ کوئی بھی مزاحمت کرنے سے قاصر تھی چند سیکنڈ بعد تھک ہار کر اس نے کوشش ترک کر دی "شاباش! اب سنو ام کو چپ چاپ سنو۔۔۔ یہ تو اچھا ہوا تم خود جان گیا اور ساتھ میں آغا جان کو بھی پتا چل گیا لیکن بزگل تم کو غلط لگا تم اماری نظر میں نہیں دل میں رہتا ہے بزگل جاناں دل میں تم نے ہر جگہ اپنا قبضہ کر لیا ہے، آغا جان ام کو تم سے بہتر جانتا ہے تمھارا اتنا لمبا تقریر سے بھی فائدہ نہ ہوا ام کو آسانی سے معافی مل گیا اور ام ویسے ہی اس گھر اور آغا جان کے دل میں موجود ہے اور تم امارا بات لکھ کے رکھ لو اب وہ وقت دور نہیں جب آغا جان خود تم کو امارے نام کر دے گا، اگر تم سب جانتا تو ام بھی تمھارے اس پہاڑی بکرے کو جانتا جس سے تم کھڑکی میں کھڑے ہو کر سارا دن باتیں کرتا ام نے آغا جان

کو نہیں بتایا کیونکہ بزگل جاناں تم ام کو بہت پیارا ہے اس سب میں تمھارا نقصان ہی ہونا تھا آغا جان تم کو مار دیتے اور اگر اس پہاڑی مرغے کو مار دیتا ام تو تم نے خود کو مار دینا تھا وہ تو شکر ہے وہ پہاڑی بندر خود ہی سے راستے سے ہٹ گیا ام جانتا تم کئی دنوں سے اس کے سوگ میں ہے تو سنو جاناں نکل آو اس سوگ سے جشن مناو تم شمون خان کا نصیب ہے تم بزگل شمون خان ہو یہ اپنے اس چھوٹے اور نا سمجھ دماغ میں بیٹھا لو بزگل شمون خان جاناں، اس تکلیف دینے پر ام کو خود بھی تکلیف ہو رہا مگر تم نے آرام سے بات نہیں سننا تھا اس لیے کرنا پڑا، ششش اب ام چھوڑنے لگا تمہیں خبردار جو کچھ بھی کیا ورنہ نقصان اٹھاو گی جانان" بزگل کی آنکھیں حیرانگی سے پھٹی تھیں اس کا سانس بند ہو رہا تھا شمون خان کی سخت گرفت اور الفاظوں سے، شمون خان آہستگی سے اسے آزاد کرتا آرام سے لمبے ڈگ بھرتا نکل گیا اور وہ وہیں گنگ کھڑی رہ گئی چند لمحوں بعد وہ رو رہی تھی بے حد بے تحاشا اوٹ میں چھپی زرمینے بھاگ کر اسکے پاس آئی تھی اور اسے سمبھال رہی تھی" بزگل چپ دفعہ کرو اسکی باتوں کو بکواس کر رہا تھا وہ ام جب تک ہے مرتے دم تک تم کو اس زلیل مرد کے حوالے نہیں کرے گا تم فکر مت کرو جاناں زرمینے سب سمبھال لے گا کیپٹن کا بھی فکر نا کرو ام تم سے یقین سے کہتا ہے اور وعدہ کرتا اس گندے انسان کو کیپٹن کے ہاتھوں ہی موت دیکھنا ہو گا تم بہادر بنو ام ہے نا

تمہارے ساتھ کچھ نہیں ہونے دے گا" زرمینے اسے خود سے لگائے اسکے آنسو صاف کر رہی تھی اور دوسری طرف کمرے میں بیٹھا ہیڈ فون کانوں پہ چڑھائے تمام گفتگو سنتا کیپٹن سیال سر ہاتھوں میں جکڑے سختی سے آنکھیں میچے بے بس سا بیٹھا تھا شمون خان کے الفاظ اسکے کانوں میں گونج رہے تھے اس کا دل کر رہا تھا ابھی شمون خان کے ہاتھ کاٹ دے جن سے اس نے بزگل کو جکڑا تھا اسکی زبان کھینچ لے جس سے وہ خناس بک رہا تھا مگر بے سود وہ یہ سب ابھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔۔۔

جھیل میں صاف شفاف چمکتے کرنیں پھیلاتے سورج کا عکس نظر آ رہا تھا پرندے پہاڑیوں پہ اپنی بولیاں بولتے اُڑ رہے تھے قدرت کا نظام معمول کی طرح خوش رنگ رواں دواں تھا مگر اس چھوٹے سے گھر میں خوشی کا ساماں نہیں تھا بزگل، محرما جان اور زرمینے تینوں کی آنکھیں اشکبار تھیں، وہ بھی کیا کرتیں بے بس اور مجبور عورتیں تھیں جو اپنے حق میں آواز نہیں اٹھا سکتی تھیں، زرمینے بزگل کے گلے لگے رو رہی تھی اور وہ اسے حوصلہ ہمت اور بہادری کا درس دیتی طاقت سونپ رہی تھی "ام کو نہیں جانا بزگل، ام کو قید کر کے رکھ لیں آغا جان مگر ام کو کسی اور کے ہاتھ مت دیں وہ ام کو مار ڈالے گا ام کو نوچ لے گا محرما جاناں آغا جان سے بولو ایسا مت کریں امارے ساتھ" محرما جان کے آگے ہاتھ جوڑے وہ رو رو نڈھال ہو رہی تھی، بزگل نے اسکے ہاتھ پکڑ لیے

تھے جو ٹھنڈے پڑ رہے تھے "یقین کرو زرمینے گل آغا جان کہتا ہے وہ بہت اچھا آدمی ہے تم کو خوش رکھے گا اس نے تم سے شادی کا بولا ہے وقت گزاری یا دل بہلانے کا نہیں زما جاناں نہ رو رو ہلکان کرو خود کو بچے بس وہ تم کو آج اس لیے ساتھ لے کے جا رہا تم فیصلہ کرو وہ کیسا آدمی ہے تم کو پسند آتا ہے یا نہیں، زیادہ مت سوچو آغا جان پر بھروسہ رکھو" محرما جان اسکا ماتھا چومتی تو کبھی گلے سے لگاتیں، اس کی شال سر پہ درست کی تو بزگل نے اسے آخری بار گلے لگا لیا وہ خود بہت بے چین ہو رہی تھی اسکا دل نہیں چاہ رہا تھا زرمینے کو بھیج دے مگر آغا جان کا حکم تھا جسے ہر حال میں پورا کرنا تھا "ہوشیار رہنا زرمینے گل، شکل سے تو اچھا آدمی لگتا ہے ام نے گاڑی سے اترتے ابھی دیکھا ہے اسے مگر پھر بھی خیال رکھنا اپنا، شام ہونے سے پہلے ہی کہہ دینا ام کو گھر جانا ہے اور یہ چھری اپنے پاس رکھ لو حفاظت کے لیے ضرورت پڑے تو کسی بھی ڈر کے بغیر استعمال کر دینا، سمجھ آئی جو ام کہہ رہا، بس شام کو تم گھر میں ملے" بزگل نے اپنی شال میں چھپائی چھری اسکے ہاتھ میں تھما دی اور بزگل کی اس حرکت پہ زرمینے ششدر رہ گئی تھی، کانپتے ہاتھوں سے زرمینے نے چھری پکڑی اور شال میں چھپا دی تب ہی شمون خان کی چنگھاڑتی آواز گونجی تھی" محرما جاناں لے آئیں زرمینے گل کو بہت وقت ہو گیا ہے آغا جان سیخ پا ہو جائے گا" محرما جان اپنا منہ نقاب میں چھپائے اسے شانوں

سے تھام کر گاڑی تک لے آئیں، ایک بار پھر اس حسن کی دیوی پر جلال خان کی نگاہیں منجمند ہو گئیں تھیں، ست رنگی فراک پر سیاہ بڑی سی شال اوڑھے ہونٹوں پہ گلابی رنگ چڑھائے وہ دل میں اتر رہی تھی جلال خان نے جلد ہی خود کو سمبھالا اور پھرتی سے اسکے لیے فرنٹ دروازہ کھولا زرمینے گل کے بیٹھتے ہی وہ گھوم کر دوسری طرف آیا اور ڈرائیونگ نشست سمبھالی تب ہی داور خان چلتا ہوا اسکے پاس آیا "ام نے تم پہ بہت بڑا اعتبار کیا ہے جلال خانا خیال رکھنا زرا سا دھوکا بھی ام برداشت نہیں کرے گا" داور خان دو قدم پیچھے ہوا تو جلال خان مسکرا دیا "میرے اعتماد کا یہی ثبوت ہے کہ تم ابھی اپنا اکاونٹ چیک کرو جتنی رقم مانگی تھی تم نے پوری کی پوری دس فیصد اضافے کے ساتھ تمھارے پاس موجود ہے اب تمھیں کم از کم میرے اور زرمینے گل کی طرف سے فکر مند نہیں ہونا چاہیے" جلال خان نے شیشہ چڑھایا ہاتھ ماتھے پہ لے جا کر سلام کرتا فر گاڑی بھگا لے گیا اور بزگل چھپ کر اوٹ سے زرمینے کو دور جاتا دیکھتی رہی اسکی آنکھیں نم تھیں بہت نم۔۔۔۔۔

فراٹے بھرتی گاڑی بہت تیز رفتار سے منزل کی جانب رواں تھی، گاڑی میں موجود دونوں نفوس بہت خاموش تھے "کیپٹن ثمن اتنی خاموشی آپ پر جچ نہیں رہی" اسٹئیرنگ پہ ہاتھ رکھے سپیڈ قدرے کم کرتے اس نے گردن موڑے ثمن کو دیکھ کر

بولا تھا جس پر باہر پیچھے چھوٹتے درختوں کو دیکھتی ثمن نے بھی گردن موڑی تھی"
خیر چھوڑیں یہ سب بتائیں کیسی ہیں آپ "اور ثمن کا تو منہ ہی کھل گیا تھا اس نے غصے
سے پھر کھڑکی کی طرف منہ موڑ لیا" کوئی بات ہے تو بتایئے مجھے کیپٹن شاید میں "
میرے خیال سے ہم ڈیٹ پہ جا رہے ہیں سر لیکن لگ ایسے رہا دادو اماں کے چہلم پہ جا
رہے، اتنا بورنگ سفر نا کوئی بات نا کوئی میوزک دل کر رہا واپس داور خان کے گھر کو کود
جاوں "ایک جھٹکے سے گاڑی ایک طرف روکے وہ ہنس رہا تھا قہقہے لگا کر ہنس رہا تھا اس
سے مسکراہٹ ضبط نہیں ہو رہی تھی اور ثمن کی نگاہیں اس پہ جم گئیں تھیں وہ بس
سوچ کے رہ گئی کوئی مرد بھی اتنا دلکش مسکراتا ہے ہر گز نہیں اس مرد کے سوا تو کوئی
بھی نہیں۔۔ڈیش بورڈ سے پانی کی بوتل اٹھائی ایک گھونٹ پیا اور پھر ڈھکن چڑھا کے
رکھ دی، اب وہ نارمل ہو چکا تھا ثمن نے نگاہ پھیر کے سڑک پہ مرکوز کر دی تھی"
سر ئیسلی کیپٹن ثمن آپ میرے ساتھ ڈیٹ پہ جانا چاہ رہی ہیں۔۔؟؟ اگر آپکو برا نہ
لگے تو مشن کے بعد ضرور چلیں گے "وہ پوری طرح اس کی طرف گھوم کے بیٹھا تھا
ثمن نے ایک سخت گھوری اچھالی تھی جس پر وہ پھر مسکرا اٹھا" اوہ میں تو بھول ہی گئی
آپ اچھے اور نرم دل جلال خان بس داور خان کے لیے ہیں میرے لیے تو وہی ڈیش
ڈیش میجر احکم مراد ہیں جن سے ایسی توقعات رکھنا عبث کیا گناہِ کبیرہ ہے "اب آپ

میری انسلٹ کر رہی ہیں کیپٹن ثمن "اس نے مسکراہٹ ضبط کرتے کہا تھا" میں حقیقت بتا رہی ہوں سر، او پلز اب گاڑی چلائیں سیال انتظار کر رہا ہو گا اور ہیڈ آفس میں بھی ہماری راہ دیکھی جا رہی ہو گی " ثمن نے سر سے وہ بھاری نگینوں سے مزین شال کو اتارا اور سر نشست کی پشت پر پیچھے لگایا اور آنکھیں موند کر گہرے سانس لینے لگ گئی " اچھی لگ رہی تھی یہ شال آپ پہ، اوڑھے رکھیں کیپٹن ثمن کم از کم سیال کو لینے تک اوڑھ لیں "گاڑی پھر سے دوڑ رہی تھی مگر ثمن ویسے ہی آنکھیں موندے بیٹھی تھی میجر احکم نے اسے غور سے دیکھا تھا ماتھے اور ہونٹ پر چوٹ ابھی بھی موجود تھی ہونٹ کا کونا سیاہ ہو چکا تھا جو گلابی سرخی سے جھانک رہا تھا "آپ ٹھیک تو ہیں کیپٹن ثمن "اتنی خاموشی میجر احکم کو کھٹک رہی تھی اور ثمن بس دل میں ہی سوچ کر رہ گئی "اس بات پہ یقین کرنے کی کوشش کر رہی ہوں کے میجر احکم مراد اس وقت میرا اہم منزل ہمسفر ہے میرے بہت قریب ہے اور مجھ سے خوش مزاجی سے مخاطب ہے "وہ بس سوچ سکی تھی یہ سب کہنے کی ہمت نہیں تھی، تھوڑی دیر بعد گاڑی پھر رکی تھی تو ثمن نے آنکھیں کھولیں تھیں "کیا ہم سیال کے پاس پہنچ چکے ہیں " ثمن جھٹ سے بولی مگر گاڑی میں وہ اکیلی تھی تب ہی اسکی طرف کھڑکی میں آواز گونجی تھی "اتنا بھی میں بے مروت اور بد لحاظ نہیں ہوں کیپٹن ثمن، بتایئے کونسا آئسکریم فلیور پسند ہے آپکو، آفٹر

آل آپکو ڈیٹ کی فیلنگز ہو رہی تھیں تو چلیے تھوڑا سا ہی چارم پورا کر دیتے ہیں" ثمن کے لب مسکرا دیے تھے دل کی دھڑکن عجیب لے پہ دھڑکنے لگ گئی تھی" میں بس مزاق کر رہی تھی سر مجھے کچھ نہیں کھانا پلیز بہت شکریہ آپ اپنے لیے کچھ لینا چاہتے ہیں تو پکڑ لیں اور ہم نے ہیڈ آفس جانا ہی ہے وہاں کھاوں گی کچھ "میجر احکم نے خفگی سے اسے دیکھا تھا" فار یور کائینڈ انفارمیشن آپ اپنے میکے یا سسرال نہیں جا رہیں محترمہ جو آپکے لیے دعوت سجی ہو گی آرمی ہیڈ آفس جا رہی ہیں جہاں صرف اور صرف نیسلے کا فلٹر پانی آپکی خدمت میں پیش کیا جائے گا کھانا آپ کیپٹن نتاشہ کے ہمراہ ہی کھائیں گی وہ بھی رات کا اور ابھی صرف دن کے 12 بجے ہیں جتنی لمبی میٹنگ ہو گی نا کیپٹن آپکا سر درد سے پھٹنے لگے گا" ثمن کھلکھلا کے ہنس دی تھی" چلیے آپ خوش دلی سے آفر کر رہے ہیں تو قبول کرتی ہوں لیکن صرف چاکلیٹ آئیسکریم نہیں ساتھ پاستا بھی ہونا چاہیے اور فقط میرے اور اپنے لیے نہیں سیال کے لیے بھی وہ بیچارا بھی تو ہمارے ساتھ ہی خوار ہونے والا ہے، اب جایئے مگر آپ دس منٹ میں گاڑی میں موجود ہوں" جو حکم "میجر احکم واسکٹ درست کرتا ریسٹورینٹ کی طرف بڑھ گیا مگر جاتے جاتے وہ گاڑی کو لاک کرنا نہیں بھولا تھا ثمن بھی شیشے چڑھا کے بیٹھ گئی تھی اور

گاڑی کا میوزک پلئیر آن کر دیا، ثمن کا دل خوشی سے پھول کر غبارہ ہو گیا تھا کیونکہ گاڑی میں اسکا پسندیدہ گانا چل رہا تھا۔۔۔

I have been holding back for the feel

That you might change your mind

I'm ready to forgive you,

But forgetting is a harder fight

Little do you know

I need a little more time

Away.....

I love you like

You've never fell the pain

Away.....

I promise you

Don't have to be afraid

The Love is here and here to stay

New Era Magazine

So lay your head on me

Little do you know

I know you're hurt,

While I'm sound asleap

Little do you know

All my mistakes are

Slowly drowning me

Little do you know

I'm trying to make it better

Piece by piece

وہ بہت مگھن اس گانے کے لفظ لفظ میں کھوئی بیٹھی تھی کب میجر احکم گاڑی میں بیٹھا اسے معلوم ہی نہیں ہوا تھا میجر نے کھانے کا بیگ ڈیش بورڈ پہ رکھا تو وہ چونکی تھی میجر نے آئیسکریم کپ اسکے سامنے کیا

Little do you know

I.....

New Era Magazine

I love you till the sun dies

ثمن کی نظر میجر احکم مراد پر تھی مگر وہ گم گاڑی میں گونجتے گانے کے لفظوں میں تھی، میجر احکم کو بہت عجیب لگا تھا اسکا یوں ٹک ٹکی باندھ کے دیکھنا، میجر نے میوزک پلئیر بند کیا تو وہ واپس اپنے حواس میں لوٹی تھی اور جھٹ سے آئیسکریم کپ پکڑ لیا" سر رکویسٹ ہے آپ سے گانا چلادیں، بہت عرصے بعد سن رہی تھی میں اور یہ میرا پسندیدہ وہ گانا ہے جو ہر شب سونے سے پہلے ضرور سنتی تھی" ثمن سر جھکائے کپ میں بلاوجہ چمچ ہلاتی رہی، میجر احکم نے مسکراتے وہی گانا چلادیا" یہ میرا بھی پسندیدہ گانوں میں سے ایک ہے" مگر میجر کو اب سن کون رہا تھا ثمن پھر سے گانے کی گہرائی میں ڈوب چکی تھی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ اس عمارت پر تھے جہاں کیپٹن سیال حیدر داخلی دروازے پر ہی کھڑا انتظار کر رہا تھا، جیسے ہی گاڑی رکی ثمن فٹ سے اتری اور بھاگ کر اسکے جا گلے لگی" میری شہزادی، ماشاءاللہ بہت خوبصورت لگ رہی ہو پارٹنر" سیال نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو وہ کھلکھلا کے مسکرادی" ترس گئی تھی میں ایسے پیار کو پارٹنر، بہت یاد کیا میں نے تمھیں" سیال نے اسکی ہتھیلی چومتے ہاتھ تھام لیا پھر خیال آنے پر گاڑی کے پاس کھڑے میجر احکم کو سلیوٹ پیش کیا اور پھر سیال فرنٹ اور ثمن بیک سیٹ پہ بیٹھ

گئے تھے، انہیں جلد از جلد ہیڈ آفس پہنچنا تھا جہاں ایک خاص اور مشن کی آخری کانفرنس ہونا تھی اور ان تینوں کا ہونا بہت ضروری تھا" اتنی دیر کیوں لگادی تھی کچھ گڑبڑ ہوئی تھی کیا" سیال بیٹھا تو آگے تھا لیکن رُخ اسکا پیچھے بیٹھی ثمن کی طرف ہی تھا" ہاہاہا سنو گے تو حیران ہو جاو گے کیپٹن، ہم نے چھوٹی سی ڈیٹ اٹیمپٹ کی" ایک آنکھ کا کونا دباتی وہ شکل سے ہی شرارت بھرے موڈ میں لگ رہی تھی اور سیال اسکی شرارت سمجھ گیا تھا مگر میجر احکم کو یہ بے باکی ناگوار گزری تھی" ارے ے ے واہ میں ایویں یہاں گھل رہا تھا آپ تو مزے اڑا رہے تھے فرصت سے" ایسا تو مت بولو تم کیپٹن، جلال خانا ام کو گھر سے اس لیے ہی تو لے کر آیا تھا، ام نے بس آئیسکریم ہی تو کھایا، اتنا سا ڈیٹ اٹیمپٹ کیا" اس کے پشتو لہجے پہ دونوں قہقہ لگا کر ہنسے تھے" بھوکی عورت تمھیں تو آئیسکریم زہر لگتی مگر کھالی اور وہ بھی اکیلے اکیلے" ام ایسا بھلا کر سکتا ہے لالا، صرف آئیسکریم نہیں پاستا بھی لیا تمھارے لیے خود کے سامنے پڑا پلاسٹک کا تھیلا دیکھو، تھوڑا دیر بعد ام تینوں پاستا کھائے گا تب تک تم اپنا آئیسکریم کھالو تمھارا پسندیدہ چاکلیٹ فلیور ہے" سیال نے جلدی سے تھیلا کھول کر دیکھا تو اس کا دل تو باغ باغ ہو گیا تھا آئیسکریم نکال کر وہ جلدی سے کھانے لگ گیا اور ساتھ مسلسل ثمن سے باتیں بھی کر رہا تھا وہ دونوں یوں باتوں میں مگھن تھے جیسے صدیوں بچھڑے ملے ہوں میجر احکم بس انکی

باتوں پر مسکرا رہا تھا مگر وہ تو یہ بھول چکے تھے ان کے ساتھ کوئی تیسرا بھی موجود ہے

تینوں گاڑی کے پاس کھڑے اپنے یونٹ کے داخلی دروازے کو دیکھ رہے تھے "کتنا اچھا لگ رہا ہے مجھے ایک بار پھر یہاں آکر کیپٹن" وہ بڑی محویت سے عمارت کو تک رہی تھی اسکے اندر سکون اتر رہا تھا" ویسے سیال ہم کتنی جلدی پہنچ گئے اتنی تھوڑی سی تو باتیں کی ہم نے "استغفراللہ" میجر احکم کی زبان سے اچانک ہی لفظ پھسل گیا تھا ثمن کو تو تپ چڑھ گئی تھی میجر کان کھجاتا آگے چل دیا تھا جبکہ "طنز کر کے گیا ہے یہ کھڑوس دل کر رہا گردن مروڑ دوں سڑے بینگن کی" ثمن اچھل اچھل کر ہوائی گھونسے میجر کی طرف پھینک رہی تھی "شرم کرو لڑکی ابھی سے مرنے مارنے کی باتیں کچھ دیر تو یاد رکھ لو ڈیٹ کی ہے تم نے اس کے ساتھ" سیال اسکے غصے سے لال انار ہوتے گال کھینچ کر چلنے لگا ثمن بھی ساتھ بھاگی تھی "تم اس بندے سے کم از کم ڈیٹ کی تو توقع نہ ہی رکھو، بھلا یہ کھڑوس ایسا کر سکتا ہے ہونہہ "اس بندے سے اب ہر توقع رکھ سکتا ہوں اور یہ ایسا کر بھی سکتا ہے، اس بندے کے بہت قریب رہا ہوں میں سیم، جان لو بس میجر احکم مراد ایک پراسرار کنواں ہے" دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے میجر احکم کے قریب پہنچے تھے جو 420 کی رفتار سے چل کم بھاگ رہا تھا "بھائی ناڈیٹ کا نام لینے والی

بہنوں اور جس کے ساتھ ڈیٹ کرتیں ان شہزادوں کو ناجو تیوں سے آفریدی کی بیٹنگ جیسے دھوتے ہیں سیال اور تم بات کر رہے کہ یاد رکھو عجیب بات ہے کیپٹن "مجھے اپنی بہن اور اس شہزادے دونوں پر بھروسہ ہے اور کامل یقین تو میں ہر گز ایسا نہیں کروں گا اب چلو تیز چپ کرو ورنہ ڈانٹ پڑ جائے گی شہزادے سے "اور اپنے آخری لفظوں پر سیال خود ہی ہنس دیا تھا.....

کانفرنس ہال میں انکا پرتپاک استقبال ہوا تھا سلیوٹ پیش کرتے وہ تینوں انکے لیے چھوڑی گئیں نشستوں پر بیٹھ گئے، ثمن کیپٹن نتاشہ اور اکاش کے درمیان شال سمبھالتی بیٹھی تھی اور بیٹھتے ہی اس نے سامنے میز پر شال میں چھپائی چھری رکھ دی تھی سب مشکوک نظروں اسے دیکھ رہے تھے پہلے تو کچھ لمحے اسے سمجھ نا آیا سب کیوں دیدے سکیڑ کے دیکھ رہے مگر پھر وہ جلد ہی سمجھ گئی "یہ چھری ام کو بزگل نے دیا تھا حفاظت کے لیے اس کو جلال خان اچھا تو لگا تھا مگر جیسے ام رویا وہ بھی ڈر گیا کہیں ام کو نقصان نہ ہو "کیپٹن ثمن اتنے پیارے انداز میں بولی تھی کہ ہال میں کوئی بھی دل سے مسکرائے بنا نارہ سکا "یقین کرو تم زرمینے گل امارا جلال خان بہت اچھا ہے "کرنل سلیمان کی بات پر ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا جس پر کیپٹن ثمن اور میجر احکم دونوں

جھینپ گئے تھے اور پھر مشن کا آخری مرحلہ ترتیب دینے پر میٹنگ شروع ہو گئی تھی

میجر احکم کی بات بلکل درست تھی کیپٹن ثمن کو اپنا سر ہوا میں اڑتا محسوس ہو رہا تھا اتنا شدید درد ہو رہا، میٹنگ شام پانچ بجے ختم ہوئی تھی اور اب وہ اس مشن پر کام کرتی آدھی سے بھی کم ٹیم سیٹنگ ایریا میں بیٹھی تھی سب سے تعریف سن سن کر ثمن کو اب شرم محسوس ہو رہی تھی کیپٹن نتاشہ ہر چوتھے منٹ بعد کہہ رہی تھی "قسم سے کیپٹن ثمن غضب کی خوبصورت لگ رہی ہو اس لباس میں" وہ ابھی بھی کچھ لیڈی کیڈٹس اور کیپٹن اکاش اور نتاشہ کے پاس کھڑی تھی جب کیپٹن عاقب اس کے پاس چلتا ہوا آیا اور اس کے سر پہ پیار سے بڑے بھائیوں کی طرح شفقت سے ہاتھ رکھا" یقین جانو سیم کسی ریاست کی شہزادی لگ رہی ہو" جب ہے ہی شہزادی میری بہن تو وہ ہی لگے گی نا" سیال بھی پاس ہی ٹپک پڑا اور اسے دائیں بازو کے حصار میں لے لیا ثمن بس مسکرا ہی سکی کیونکہ سامنے کچھ فاصلے پر کھڑا کیڈٹس سے گفتگو کرتا میجر احکم اسے ہی دیکھ رہا تھا جیسے ہی نگاہ ملی میجر نے نظر کا زاویہ بدل کر کیڈٹس کی طرف کر لیا، پھر کچھ ہی دیر بعد تمام لوگ چلے گئے سٹنگ ایریا میں صرف کیپٹن نتاشہ کیپٹن، کیپٹن

عاقب، کیپٹن سیال حیدر، میجر اکم مراد اور کیپٹن ثمن ہی موجود مشن پر گفتگو کر رہے تھے جب ثمن کو ایک جانی پہچانی آواز اور لفظ سنائی دیے تھے

"تم آو تو جاناں تمہاری نظر اتاروں

خود کو پھینک دوں تمہارے سر سے وار کر"

ثمن نے آواز کے تعاقب میں مڑ کر پیچھے دیکھا تو لاریب اور ڈنیز حیدر کھڑیں تھیں آواز لاریب کی تھی، ثمن کی خوشی سی چیخ بلند ہوئی تھی ہال میں جس پر مرد حضرات نے کانوں پہ ہاتھ رکھے تھے، ثمن شال سمبھالتی بھاگ کر ماں کے گلے لگی، اور وہ اسے ناجانے کتنی دیر تک خود کے ساتھ بھینچے اسکا سر ماتھا چومتی رہیں "ظالم لڑکی کوئی اور بھی ساتھ کھڑا ہے" لاریب نے کافی سخت نگاہ دیکھی تو ثمن جھٹ سے اسکے گلے لگ گئی "آئم سوری ربی، مگر یہ سچ ہے میں تمھارے لیے اداس ہو گئی تھی بہت مس کیا تمھیں میری پاک کوئین" ثمن کو خود سے الگ کرتے لاریب نے اسکے ہاتھ تھام لیے "سوری نا کرو میں اب ناراض نہیں ہوں ہیں نا آنٹی تمھیں دیکھ کر ساری ناراضگی گلے شکوے اڑن چھو ہو گئے" ثمن پھر سے اسکے گلے لگ گئی تھی، سب اسے خوشی سے نہال ہوتے دیکھ رہے تھے سیال ڈنیز سے سب کا تعارف کروا رہا تھا میجر احکم کو تو وہ پہلے ہی جانتی تھیں، پھر ثمن نے لاریب کو سب سے ملوایا "شہزادی ہے میری بیٹی میرے

گھر کی ملکہ اور رونق، سیال میں یقین سے کہہ سکتی ہوں تم نے میری بیٹی کی نظر نہیں اتاری ہو گی" ثمن کا ایک بار پھر ماتھا چومتے کن اکھیوں سے انہوں نے سیال کو دیکھا جو کان کھجا رہا تھا" وہ ماما اتارنی ہے بس واپسی پہ ضرور اتار کے جاؤں گا میں گڑیا کی نظر پر ومیس" سیال کی حالت پر سب کی ہنسی چھوٹ گئی تھی لاریب اور ثمن تو ایک کونے میں سب سے الگ بیٹھیں ارد گرد سے بے خبر باتوں میں مصروف ہو گئیں تھیں "6 بج رہے ہیں کھانا کھاتے ہیں پھر ہمیں نکلنا بھی ہے، کیپٹن ثمن حیدر بی کوئیکلی ری پچ ایوری تھنگ اینڈ یور شال اور ڈریس اسپیشلی، ہری اپ آفیسرز فالو می اینڈ مینج دا ٹائم" بلند آواز میں حکم دیتا میجر احکم مراد ہال سے باہر نکل گیا تھا جبکہ ثمن معصوم سی شکل بنائے بیٹھی رہی "چلنا ہو گا ریبی بس پانچ سے چھ دنوں کی بات ہے پھر ہم ساتھ ہوں گے انشااللہ" کیپٹن نتاشہ نے اس کی شال درست کی اور پنز میں جکڑ دیا سب کا رخ ڈائننگ ہال کی طرف تھا ثمن ڈنیز حیدر کا ہاتھ تھامے چل رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زرمینے نے جلال خان کے حق میں ہاں کر دی تھی سب بہت خوش تھے اس کے لیے محرما جان اور بزگل تو اسے موقع ملتے ہی اتنا تنگ کرتیں کے وہ لال ٹماٹر ہو جاتی دو دن سے وہ تینوں عورتیں کھلکھلا رہی تھیں ٹھیک ایک ہفتے بعد زرمینے کا نکاح طے پایا تھا، رات کافی گہری ہو چکی تھی سب لوگ نیند کے مزے لوٹ رہے تھے لیکن بزگل اور

زرمینے جاگ رہی تھیں تب ہی زرمینے نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری اور اٹھ کے بیٹھ گئی "پلیز بزگل زرا سا بھی شور نا کرنا ورنہ تمھیں نقصان ہو گا میں تمھیں کچھ بتانا چاہتی ہوں اور تمھیں نا چاہتے ہوئے بھی مجھے سننا ہو گا بہت تحمل اور غور سے" زرمینے اسکے سامنے بیٹھی بلکل صاف اردو بول رہی تھی پشتو طرز میں بلکل بھی نہیں اور بزگل حیرانگی سے اسے دیکھے گئی، زرمینے جلدی سے اٹھی سٹور میں سے اپنا خفیہ بیگ نکال لائی اور ایک ایک کر کے وہ اپنے گیجٹس نکال کر بیڈ پر رکھ رہی تھی بزگل کی تو جان حلق میں آ گئی تھی جب زرمینے نے گلاک نکال کر بیڈ پر رکھا وہ بدک کر پیچھے سرکی "یہ۔۔ یہ سب کیا ہے زرمینے یہ تمھارے پاس کیسے آیا کہاں سے لایا ہے یہ تم" بزگل سے ڈر کے مارے کچھ بولا بھی نہیں تھا جا رہا، زرمینے (کیپٹن ثمن حیدر) نے لیپ ٹاپ آن کیا بلیوٹوتھ ڈیوائسز آن کیں اور پھر موبائل پہ چند کیز دبائیں اور سامنے رکھ دیا "چپ چاپ مجھے سنو بزگل اگر تم مجھ سے بہت پیار کرتی ہو تو مجھے بھی تم سے بہت محبت اور ہمدردی ہے ورنہ میں تمھیں کسی بھی سچائی کے بارے میں نا بتا رہی ہوتی تو سنو بز" یہ۔۔۔ تم یہ کیسے بول رہا ہے زرمینے تم تو کیپٹن کا زبان" میں زرمینے گل نہیں ہوں کیپٹن ثمن حیدر ہوں میں بھی وہی کام کرتی ہوں جو کیپٹن سیال حیدر کرتا ہے اور میں سیال کی بہن ہوں وہی جس کی بہت تعریف کرتا تھا وہ تم سے یہ دیکھو"

ثمن نے موبائل اسکے سامنے کیا" یہ جلال خان نہیں میجر کیپٹن احکم مراد ہیں اور یہ ہاشم جہان نہیں کیپٹن سیال حیدر ہے" وہ ایک ایک تصویر زوم کر کے دیکھا رہی تھی اور بزگل بس غش کھا کر گرنے کو تھی تب ہی واٹس ایپ کال لیپ ٹاپ پہ کنیکٹ ہوئی تھی مشن کے گروپ میں آڈیو کال شروع ہو گئی تھی سبھی لوگ بزگل اور کیپٹن ثمن حیدر کو سن سکتے تھے ثمن نے میجر احکم مراد اور کیپٹن سیال حیدر کو آئی پوڈ سے کال ملائی اور اب بزگل سیال کو دیکھ رہی تھی بے یقینی سے حیرت سے "تم تم اچھا لوگ نہیں،، تم امارے گھر کیوں آیا زرمینے اور یہ کیپٹن بھی امارے ساتھ دھوکا" نہیں بزگل تمھاری اور سیال کی کھڑکی کہانی اس سب سے دور اور سچی ہے باقی سب جھوٹ ہے مگر وہ سچ تھا کسی کو نہیں پتا تھا سیال تم سے ملنے آتا اور سیال کو بھی اس دن ہی پتا چلا تھا جب تم مجھے کھڑکی میں لے کے گئی تھی کہ تم ہمارے دشمن پوری قوم انسانیت کے دشمن داور خان کی بیٹی ہو اپنی اور سیال کی کہانی اس سب کے درمیان مت گھسیٹنا ٹھیک ہے اب میں جو بتانے جا رہی غور سے سنو تمھارا آغا جان اچھا آدمی نہیں تو تم یہ بلکل ٹھیک کہتی ہو بزگل آغا داور خان انسان نہیں جانور ہے بھوکا جنگلی خونخوار جانور تمھارا باپ جو کاروبار کرتا ہے نا وہ دیکھو یہ ہے یہ تمھیں جو نمک یا گندم کا آٹا لگ رہا تو سنو بزگل یہ زہر ہے جو تمھارا باپ بیچتا ہے اسے افین کہتے ہیں لوگ یہ پیتے ہیں تمھارے باپ نے

لاکھوں ماوں کے جوان بیٹے ہزاروں بہنوں کے بھائی اور کروڑوں بیٹیوں کے باپ قتل کیے ہیں یہ پلا کر یہ دیکھو پہنچان رہی ہو نا یہ تمھارا آغا جان ہے جو اپنے جیسے درندوں کو یہ زہر بیچ کر رقم وصول کرتا ہے" ثمن اسے ڈھیروں تصویریں دیکھا رہی تھی اور وہ ہر ایک کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی اسکی آنکھوں سے چند آنسو ٹوٹ گرے تھے مگر اس نے سختی سے اپنی آنکھیں رگڑ کر خشک کر دیں "ہم اپنے ملک و قوم کے محافظ ہیں بزگل جہاں ان سب کی فکر جو یہ زہر پی رہے وہاں تمھاری بھی فکر ہے تم بھی تو اس قوم کا فرد ہو داور خان نے کبھی سوچا ہی نہیں تمھارے بارے لیکن ہمیں خیال ہے تمھارا، جب پاک فوج کو معلوم ہوا داور خان کا تو ہم نے پختہ عزم کیا اسے نست و نابود کرنے کا مگر بزگل یہ اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا بہت سوچ سمجھ کر اور قربانیوں سے حاصل ہوتا میجر احکم مراد جلال خان بنے کیپٹن سیال حیدر ہاشم جہان میں زرمینے گل اور وہ سب جو اڈوں پر ملازم ہیں اس وقت تمھارے گھر کے باہر ان گنت پہرہ دیتے لوگ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر فقط تمھارے، محرما جان اور اپنی قوم کے لیے یہ دھوکا دہی کا کھیل کھیل رہے اب تم بتاو کیا یہ دھوکا ناجائز ہے ایسا دھوکا جس سے مخلوقِ خدا کی بھلائی ہو کیا یہ گناہ ہے اور ناجائز ہو سکتا ہے" بزگل کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ آئی تھی وہ فوراً ثمن کے گلے لگ گئی تھی" بلکل بھی ناجائز نہیں جاناں یہ تو نیک کام ہے اور مجرما جان کہتا

ہے نیک کام کے لیے اور مقصد میں دھوکا گناہ نہیں نیکی ہوتا ہے،ام کو فخر ہو رہا تم لڑکی ہو کر اتنا بڑا کام کر رہا جاناں "ان دونوں کو سنتے اور دیکھتے لوگوں نے بیک تالی بجائی تھی جس کی آواز لیپ ٹاپ اور آئی پوڈ سے سنائی دی تھی وہ دونوں مسکرا رہی تھیں پھر ثمن نے لیپ ٹاپ کھسکا کر اسکے قریب کیا "کرنل سر اب آپ ڈیٹیلڈ بریف کریں بزگل کو "لیپ ٹاپ کی سکرین پر کرنل سلیمان گردیزی کی تصویر نمودار ہوئی اور اب وہ حرکت کرتے نظر آرہے تھے بزگل بنا پلک جھپکے انہیں دیکھ رہی تھی "ویسے تو بزگل بیٹا کیپٹن ثمن آپ کو سب بتا چکی ہیں مگر جو میرے کہنے کو ہے وہ یہ کہ اب جو کچھ مرحلے باقی ہیں مطلب آج رات اور کل صبح کے تو ان میں آپ کیپٹن ثمن کا ساتھ دیجیے گا بیٹا ان کے ساتھ بھرپور تعاون کرنے سے آپ بھی اس نیکی میں شراکت دار ہوں گی،اللہ آپکا حامی و ناصر ہو خیال رکھیے گا بیٹا اپنا بھی اور کیپٹن ثمن حیدر کا بھی خدا حافظ "کرنل سلیمان کے گھنبیر لہجے سے بزگل بہت متاثر ہوئی تھی "انشااللہ ام ایسا ہی کرے گا" ثمن کو دیکھتے بزگل نے مسکرا کر کہا تو ثمن بھی مسکرا دی اور پھر جلدی سے سامان سمیٹا واپس اسی خفیہ جگہ پر بیگ کو رکھا اور بزگل کے ساتھ لیٹ گئی جس کی نگاہ چھت پہ اٹکی تھی "کیا سوچ رہی ہو بزگل اگر تم اب بھی سیال کی طرف سے مطمئین نہیں ہوئی تو بتاو کیسے یقین دلاوں تمھیں وہ نہیں چاہتا تھا تمھیں اس مشن کا حصہ بنائے

وہ تو سب سے چھپاتا پھر رہا تھا کہ کسی حسین وادی کی حسین دیوی بزگل کو وہ جانتا ہے"
بزگل نے مسکرا کر ثمن کی طرف کروٹ لی "وہ کیوں نہیں ام کو شامل کرنا چاہتا تھا اور
چھپایا بھی کیوں۔۔۔؟؟" ثمن کو وہ اس وقت بہت معصوم لگی تھی حد سے زیادہ پیاری
"یہ تو تمھیں ہی پتا ہو گا جاناں" ثمن نے شرارت سے اسکی ناک کو چھیڑا تو وہ شرما دی
تھی "ایسے تو نا بولو زرمینے گل "میرا نام ثمن حیدر ہے مگر ہاں تم چاہو تو میری آخری
سانس تک مجھے زرمینے گل کہنا تہہ دل سے قبول ہے پیاری" ثمن نے خود پر اور بزگل
پر کمبل اوڑھا تو بزگل نے چہرہ کمبل سے باہر نکال لیا" بتاو زرمینے صبح کیا کرنا ہے ام نے
تمھاری مدد" ثمن جو آیت الکرسی پڑھ رہی تھی ہاتھ سے ایک منٹ کا اشارہ کیا تو بزگل
سمجھ کر چپ ہو گئی تھی "بزگل صبح تم نے ہر وہ چیز جو اس گھر میں تمھیں پسند ہے بیگ
میں رکھو گی کچھ بھی مت پسندیدہ چیز چھوڑنا ورنہ بعد میں تم یاد کر کے غمزدہ ہو گی
کیونکہ جب تم میرے ساتھ جاو گی تو کبھی مڑ کے اس گھر واپس نہیں آو گی" بزگل کے
دل میں دھڑکن ڈوب کے ابھری تھی اسے اپنے گھر سے کھڑکی سے جھیل اور پرندوں
سے گہرا لگاو تھا "ٹھیک ہے ام کرے گا" اور یہ بات بزگل نے کتنی مشکل سے کہی تھی
ثمن سمجھ سکتی تھی اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر تکیے میں جزب ہو گیا تھا" باقی میں
ساتھ ساتھ تمھیں بتاتی جاوں گی اب آرام سے سو جاو مزید آنے والی دو راتیں شاید ہی

تمھیں سونا نصیب ہو "ام کو نیند نہیں آرہا زرمینے گل" بزگل نے ثمن کے چہرے سے کمبل ہٹادیا جس نے ابھی اوڑھا ہی تھا" سیال بھی سوچکا ہوگا یار ورنہ ضرور کروادیتی میں تمھاری بات اس لفنگے سے "جاوزرمینے ام نہیں بات کرتا تم سے تم بھی کیپٹن کی طرح فضول ہی بولتا ہے" ثمن کھلکھلا کر ہنس دی تھی اور بزگل دوسری طرف کروٹ لیے سوگئی "اچھا نا معاف کردو مزاق کررہی تھی یارررر" سوجاوزرمینے گل اب صبح بات ہوگی" ثمن نے مسکراتے آنکھیں بند کیں اور سونے کی دعا زیرِلب کی تھی

نارنجی کرنیں پھیلائے آب وتاب سے چمکتا سورج بہت خوش لگ رہا تھا، پرندے اپنے گھونسلوں میں دُبک کے بیٹھے تھے بطخیں جھیل کی بجائے درختں کے سائے میں بیٹھیں آرام فرمارہی تھیں مگر محرما جان بے چین تھیں انہیں بزگل کی حرکتیں بہت مشکوک لگ رہی تھیں وہ صبح سے پسندیدہ سامان اکھٹا کیے بیگ میں رکھ رہی تھی صبح کے نو بج رہے تھے داور خان اور شمون خان جاچکے تھے اور بزگل تین بیگ اپنے اور محرما جان کے سامان سے بھر چکی تھی بزگل منہ ہاتھ دھو کر تر چہرے کے ساتھ باہر آئی تو محرما جان کرسی پہ بیٹھیں کسی سوچ میں گم تھیں بزگل بھی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی" کیا بات ہے جاناں آپ پریشان لگ رہا ام کو" محرما جان نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر

خاموشی سے رخ پھیر لیا" بزگل چلا جاو یہاں سے ام کو نہیں بات کرنا تم سے جو دل میں آئے کرتا پھیر وام کون ہوتا ہے "ایسی بات مت کریں محرما جاناں بتایا تو ہے ام زرمینے کی شادی بہت دھوم دھام سے کریں گے گھر صاف ہونا چاہیے بس وہی الماریوں کی صفائی کر رہا تھا ام" محرما جان نے خفگی سے اسکی طرف دیکھا تھا" شمون خان بتا رہا تھا آج جلال خان سے ان کا ملاقات ہے آغا لالا نے اس کو اپنا کروبار دیکھانے کو بلایا ہے وہ بھی آغا جان والا ہی کاروبار کرتا ہے، تم زرمینے کو کہہ دو اچھے سے تیار رہے شاید وہ گھر بھی آئے ام کچن "اور تب ہی ایک آواز گونجی جس پر محرما جان کو خاموش ہونا پڑا اور پھر جو ہوا وہ ان کے لیے بہت خوفناک تھا۔۔۔۔۔

داور خان شمون خان کے ہمراہ جلال خان کو گودام دیکھا رہا تھا، جہاں اس کے مال کا دریا بچھا تھا اتنا بیچنے کے باوجود بھی ابھی بہت زیادہ اس کے پاس موجود تھا، وہ چلتے ہوئے تہہ خانے سے نکل کر اب عمارت کے صحن میں کھڑے باتیں کر رہا تھے جب آواز گونجی تھی "نعرہِ تکبیر "اور پھر چیونٹیوں کی طرح ہر کونے سے درجنوں فوجی جوان نمودار ہوئے تھے چھتوں پر بھاری نفری موجود تھی اور پھر بیک زبان سب نے کہا تھا" اللہ اکبر "اور اپنی بندوقوں کا رخ داور خان اور اس کے بندوں پر تان دیں دوسری طرف گھر میں بھی یہی ہوا تھا نا جانے کہاں کہاں سے فوجی ٹپکے تھے اور تب ہی باوردی ہاتھ میں

گلاک تھامے ثمن محرما جان اور بزگل کے پاس آئی تھی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بلند آواز میں "اللہ اکبر" کہا تھا، محرما جان منہ پہ ہاتھ رکھے اسے دیکھے گئیں "میں آپ کو سب بتادوں گی بس آپ میرے ساتھ چلیں محرما جان آپکو اور بزگل کو یہاں خطرہ ہے یہ بات بزگل بھی جانتی ہے جو میں آپکو دیکھاوں گی آپ کو مجھ پہ پیار آئے گا پلیز چلیں وقت بہت کم ہے" بزگل ایک ایک کر کے تینوں بیگ گھسیٹ لائی ثمن کے حکم ملتے ہی تین اہلکاروں نے بیگ اٹھائے اور گاڑی میں رکھ دیے "پلیز چلیں دیر ہو رہی ورنہ ہمیں" ثمن نے جابجا کھڑے نوجوانوں کی طرف اشارہ کیا "زبردستی کرنا بھی آتا ہے" محرما جان کو بزگل نے بازو سے پکڑ کر ہلکا سا گھسیٹا تو وہ چل پڑیں اور گاڑی میں بیٹھ گئیں چوکیداروں کو بھی ایک گاڑی میں ڈال دیا گیا "آفس چلنا ہے کیپٹن ثمن یا پھر" ڈیفینیٹلی کیپٹن ہمیں میجر سر کے پاس جانا ہے" اور گاڑی فراٹے بھرتی سڑک پر اندھا دھند بھاگ رہی تھی.۔۔۔۔

داور خان اور شمون خان حیرت سے فوجیوں کے سمندر کو دیکھ رہے تھی یہی حال باقی چار اڈوں پر تھا وہاں بھی یوں ہی باوردی ملک کے جیالے نوجوان نمودار ہوئے تھے اور کرنل سلیمان کی آواز بیک وقت چاروں اڈوں اور گودام میں گونج رہی تھی "کوئی بھی ردِ عمل کرنے سے پہلے سوچ لو کہ تمھارے ایک بندے کے مقابلے میں سو نوجوان

موجود ہے کسی بھی چالاکی کے بغیر چپ چاپ اپنے آپ کو پاک فوج کے حوالے کر دو عمارت کے باہر کھڑی گاڑیوں میں سوار ہو جاو پھر کہتا ہوں کوئی چالاکی مت کرنا ایک گولی کے بدلے ہزار گولی کھاو گے، ٹھیک دس منٹ بعد یہاں آگ کے شعلے اڑتے نظر آئیں گے مرنا نہیں چاہتے ہو تو نو منٹ کے اندر گاڑیوں میں سوار ہو جاو مگر چپ چاپ کسی بھی ہوشیاری کے کیے بغیر شروع ہو جاو وقت کم ہے تم لوگوں کے پاس" کرنل سلیمان کے لفظ سب کے لیے کانوں میں سور پھونکے جانے کے مترادف تھے داور خان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کرے اس نے مڑ کے پاس کھڑے جلال خان کو دیکھا تو جلال خان نے ڈب سے گلاک نکالی اور واسکٹ سے اپنا وائرلیس نکال کر ہاتھ میں پکڑا" اوکے سر ہم کسی بھی صورتحال سے نمٹنے کو تیار ہیں" اب ہاشم جہان نے وائرلیس نکالا اور "کیا آپ تیار ہیں جوانو" سیال کی آواز گونجنے کے بعد نوجوانوں کے سمندر کی کانوں کے پردے پھاڑتی جزبے سے بھری آواز بلند ہوئی تھی "یس سر ہم تیار ہیں" جلال خان یعنی میجر احکم مراد چلتا ہوا گنگ اور اُڑی رنگت لیے کھڑے شمون خان اور داور خان کے بلکل قریب آرکا "تم کیا سمجھتے تھے تم کبھی حساب نہیں چکاو گے اپنے گناہوں کا داور خان، اگر ایسا تھا تو تم غلط تھے دیکھو جی بھر کے آنکھیں پھاڑ کے دیکھو اپنے ملک و قوم کی حفاظت کے زمہ دار تم سے حساب لینے کو تیار کھڑے ہیں تم پاک فوج کے

حصار میں آچکے ہو چپ چاپ اپنے بندوں سمیت گاڑیوں میں سوار ہو جاو وقت بہت کم ہے تمھارے پاس ٹھیک چھ منٹ بعد تمھارے بھی شعلے ہوا میں اُڑ رہے ہوں گے "
میجر احکم مراد نے ناکردہ گرداس کے کاندھے سے جھاڑی اور کیپٹن سیال کے ساتھ چند قدم دور کھڑا ہو گیا تب ہی وہاں کیپٹن ثمن محرما جان اور بزگل کے ساتھ داخل ہوئی تھی میجر احکم کو سلیوٹ پیش کیا اور "یہ دیکھیں محرما جان یہ ہے وہ زہر جس کا کاروبار کرتا ہے داور خان "کیپٹن ثمن چند پیکٹ ایک بوری میں سے نکال لائی اور ہتھیلی پہ رکھے انہیں دیکھا رہی تھی "یہ زہر لوگ پیتے ہیں اور مر جاتے ہیں یہی وہ زہر جو پی کر آپ کا بیٹا کم عمری میں ہمیشہ کے لیے سو گیا "محرما جان کے حلق میں کچھ پھنس سا گیا تھا انکی آنکھیں بہنا شروع ہو گئیں تھیں "اور آپ کے بیٹے کا قاتل کوئی اور نہیں یہ کروڑوں زندگیوں کا قاتل شخص داور خان ہے "داور خان اور شمون خان دونوں کی حالت ایک جیسی تھی وہ حیرت سے باوردی سر پہ ٹوپی پہنے ہاتھ میں گلاک پکڑے زرمینے گل یعنی کیپٹن ثمن حیدر کو دیکھ رہے تھے، بزگل ان دونوں کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی "امارا دل چاہتا ہے ام خود ان دونوں کا جان کھینچ لے کیپٹن سیال حیدر مگر تم کو یہ زندہ چاہیے ہیں تو لے جاو دیے ام نے یہ زندہ تم کو لیکن روز اتنا مارنا کہ مر مر کے جییں یہ دونوں "بزگل کی بہادری پر میجر احکم سیال اور ثمن تینوں مسکرائے تھے سیال

بھی بزگل کے پاس کھڑا ہو گیا" بلکل ایسا ہی ہو گا بزگل تم نے ہمیں سونپ دیا ان کو اب تم دیکھنا کتنی خاطر داری کرتے ہم "میجر احکم نے فاتح نظروں سے بزگل کو خونخوار نگاہیں دیکھتے داور خان کو دیکھا تھا پھر بزگل اور محرما جان کو لیے وہ تینوں ایک گاڑی میں سوار ہو گئے اور پھر بلند آواز کوئی چار منٹ سینتیس سیکنڈ بولا اور ہر گزرتا وقت بولتا گیا، آخری دو منٹ میں سب بھاگم بھاگ سوار ہو رہے تھے گاڑیوں کے نکلتے ہی خوفناک گرج ابھری تھی، وہ پانچوں اڈوں، گودام اور داور خان کے گھر پہ دھماکے ہوئے تھے ساری زہر کو آگ نے لپیٹ لیا تھا، چند گھنٹوں بعد وہاں سب راکھ تھا اور یہی پاک فوج کی فتح تھی اُن کا مشن کامیاب ہو چکا تھا ٹیم کے ہر فرد کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی سب خوشی سے سرشار تھے انہوں نے خوش اسلوبی سے اپنا فرض نبھایا تھا۔۔۔

ڈیڑھ ماہ بعد مشن کی کامیابی کی اعزازی تقریب منعقد ہوئی تھی ثمن مزید تین دن پاک فوج کے ساتھ منسلک رہی تھی اور پھر واپس گھر چلی گئی تھی، بزگل اور محرما جان کرنل سلیمان کے گھر تھیں ثمن اور ڈنیز حیدر کا ان کے ساتھ رابطہ تھا بزگل اور ثمن کی صبح اور رات ایک دوسرے کی آواز سنے بغیر ہوتی ہی نہیں تھی لاریب کی بھی بزگل سے اچھی خاصی فون پہ دوستی ہو چکی تھی، اعزازی تقریب میں مشن کے تمام افراد اور اُن کے اہلِ خانہ شامل تھے، ثمن ڈنیز حیدر کے ساتھ تقریب میں شامل ہوئی تھی

مشن کے اہم کردار ادا کرنے والوں کو تمغہِ شجاعت سے نوازا گیا تھا اور یہ تمغہ ثمن کے حصے میں بھی آیا تھا اور ثمن حیدر کو پاک آرمی کا جوائننگ لیٹر بھی دیا گیا تھا، وہ خوش تھی بہت زیادہ خوش تقریب ختم ہوئی تو سب ایک دوسرے کو مبارک دے رہے تھے کیپٹن نتاشہ اور ثمن کی تو بہت گہری دوستی ہو چکی تھی "کیپٹن ثمن اب جلدی سے واپس آیئے گا ہمیں بہت انتظار ہے آپکا" کیپٹن اکاش اسکا جوائننگ لیٹر بھی پڑھ رہی تھیں اور ساتھ میں اسے تنبیہ بھی کرتیں "میں پاک آرمی کی بہت مشکور ہوں انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا مگر میں نے اب ارادہ بدل لیا ہے اپنی سٹڈیز مکمل کروں گی اور مماجان کے ساتھ بزنس سمبھالوں گی" پاس کھڑیں ڈنیز حیدر اس کے فیصلے پر مسکرا دیں تھیں "مما آپ محرماجان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھیں میں آرہی ہوں" ثمن نے تھوڑا سا دور کھڑے میجر احکم کی طرف دیکھتے کہا تھا جو اکیلا کھڑا موبائل پہ مصروف تھا، کیپٹن نتاشہ اور اکاش تو پہلے ہی جا چکیں تھیں ڈنیز حیدر بھی محرماجان کو لیے چل دیں تھیں کرنل سلیمان کے گھر انکے لیے دعوت کا اہتمام تھا اور بزگل گھر پہ ہی تھی، ثمن لبوں پہ مسکراہٹ سجائے میجر کے سامنے تھوڑے سے فاصلے پر کھڑی ہو گئی تھی میجر نے موبائل سے نظر ہٹا کر سامنے دیکھا تو ثمن اپنے پرانے باربی روپ میں مسکراتی کھڑی تھی پرپل منی فراک پہ سفید سندھی کڑھائی والی جیکٹ پہنے سفید پاجامہ، پرپل

باربی شوز اور سفید ہی سٹالر گلے میں ڈالے وہی پرانے ہئیر اسٹائل بنائے سفید پرپل موتی والی پن لگائے ماتھے پہ باب کٹ گرائے پرانی ثمن حیدر تھی، دونوں ڈیڑھ ماہ بعد ملے تھے اس دوران نا دیکھا اور نا ہی آواز سنی تھی "سو۔۔۔بہت مبارک ہو سر اور شکریہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا تھا" ثمن کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی وہ دل سے شکر گزار تھی "آپکو بھی بہت مبارک کیپٹن ثمن حیدر اور شکریہ کی ضرورت نہیں آپ یہ ڈیزرو کرتی تھیں" میجر احکم نے موبائل جیب میں ڈالا اور ہاتھ پیچھے کو باندھے موودب کھڑا ہو گیا تھا "لیکن پھر بھی میں کہوں گی آپ میرے محسن ہیں، اللہ آپکو مزید کامیاب و کامرانی سے نوازیں اب میں چلتی ہوں مما اور محرما جان گاڑی میں انتظار کر رہی ہیں اللہ حافظ "میجر احکم مراد نے مسکرا کر تعریف قبول کی، ثمن نے جانے کے لیے رخ موڑا ہی تھا کہ "ایک منٹ رکیے کیپٹن ثمن "میجر کی آواز پر اسے رکنا پڑا تھا، وہ آہستہ قدم اٹھاتا اسکے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا تھا "کیپٹن ثمن حیدر will you marry me..??"اور اس سوال پر ثمن کی حیرت سے آنکھیں کھل گئیں تھیں وہ کیا کہتی کیا کہنا چاہیے سب بھول گیا تھا وہ بس حیرت زدہ میجر احکم کو دیکھے گئی، تب ہی اسے سیال اپنی طرف آتا نظر آیا اور وہ بھی انہیں دیکھ چکا تھا "آپ مما جان اور سیال سے بات کر سکتے ہیں" ثمن نے مسکراتے کہا اور وہاں سے بھاگ گئی میجر احکم کے لبوں پر

دلکش مسکراہٹ تھی اور وہ اسے جاتا دیکھ رہے تھے تب ہی سیال پاس آیا"آہم آہم ۔۔۔سر۔۔بہن ہے وہ میری"سیال نے اس طرف اشارہ کیا تھا جہاں سے ثمن گئی تھی ،میجر احکم شرمندہ سا ہوا کان کھجاتے اسے دیکھا"ہمم چلو اب تم میرے ساتھ ہی جا رہے ہو ماموں کی طرف خواتین کو کیپٹن لے گئی ہیں"اور دونوں گاڑی کی طرف چل دیے تھے۔۔۔

میجر احکم اور کیپٹن سیال جیسے ہی گھر میں داخل ہوئے صوفے پہ بیٹھی بزگل بھاگ کر ان کے پاس آئی تھی اور کیپٹن سیال کو گریبان سے دبوچ لیا"آگیا تم کو امارا خیال،اب بھی نا آتا ام کتنے دنوں سے انتظار کر رہا تھا مگر تم کو کیا پروا اماری تم نے فون پہ بولا شام پانچ بجے آئے گا اب وقت دیکھو سات بج رہا ہے کیپٹن،ام صبح سے تمھارے انتظار میں بیٹھا مر رہا تھا مگر تم،تم کو کیا فکر ام مر بھی جائے تو"لاونج میں میجر احکم کی پھوپھو محرما جان اور ڈنیز بیٹھیں تھیں ثمن کو چشمان گھر دیکھا رہا تھا جبکہ کرنل سلیمان ابھی پہنچے نہیں تھے بزگل کی آواز سن کر ثمن اور چشمان بھی وہاں پہنچ چکے تھے سب حیرت سے بزگل کی طرف دیکھ رہی تھیں جو کیپٹن سیال کو دبوچے کھڑی تھی ثمن نے بامشکل اپنی ہنسی کو روکا تھا"اچھا ویسے بزگل مجھے بلکل بھی نہیں معلوم تھا کوئی میرے انتظار میں مرا جا رہا ہوتا تو بھاگ کے آجاتا ویسے تم میرے انتظار میں مر کیوں رہی زرا یہ بتاو

نا مجھے "اور بزگل نے زور سے گھونسہ اسکے پیٹ پہ مارا بیچارا سیال کراہ کے رہ گیا تھا بزگل اسے فضول انسان کہتی بھاگ کر کمرے میں گھس گئی تھی "یہ کیا بات ہوئی بھلا بتا کے تو جاتی نا کیوں مر رہی تھی میرے لیے "سیال نے مسکراتے بلند آواز میں کہا تھا جو بزگل کو کمرے میں سنائی بھی دیا تھا، میجر احکم مراد نے سیال کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا جو بند دروازے کو گھور رہا تھا "آہم آہم۔۔۔۔۔ کیپٹن۔۔۔ بہن ہے وہ میری "سیال نے پہلے میجر کو دیکھا پھر بند دروازے کو دیکھا اور پھر دونوں بیک قہقہہ لگا کر ہنس رہے تھے ۔۔لاونج میں موجود لوگوں کو دونوں یوں قہقہہ لگاتے پاگل اور شیدائی لگ رہے تھے۔

.....(ختم شُد).....

☆☆☆☆☆

نوٹ

کھڑکی راہِ چاہت کی بقلم شوئنگ فلور پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine